

ترجمہ سالانہ غیر مقلد ابوالاحمد صدیق رضا اور ابو جابر دانا لونی کے کتبوں میں سے  
عظیم مفتی شیخ الاسلام مولانا محمد رفیع عثمانی رحمہ اللہ پر مسند تہادوی بالمرحوم کے  
سلسلے میں الزام لگایا ہے اس کا ایک تحقیقی جواب ہے نیز اس میں ان غیر مقلد مرث کے اپنے  
گریبان میں جھانک کر اپنے مذہب پر غور و فکر کی دعوت بھی دی گئی ہے

**مفتیان اہل حق پر اعتراض کرتیوالے**

**غیر مقلدین کا**

**اس کی تیرہ**

**ان کے اپنے تحریرات کے آئینے میں**



**مرتب**

**حضرت مولانا مفتی احمد مہتمم صاحب**

**رئیس دارالافتاء جامعہ غلامیہ راشدیہ**

**مدنی کالونی گریڈ 10 ماری پور کراچی**

**تلمیذ رشید**

**حضرت اقدس مفتی اعظم**

**حضرت مولانا مفتی رشید احمد صاحب نور اللہ مرقدہ**

**علیہ السلام**

**حضرت اقدس عارف باطنی مولانا حکیم محمد اختر صاحب دامت برکاتہم**

**قاسمی**



2520385  
2529008  
0300-2140865

فون: نزد مباری مسجد گشتان کالونی کراچی

مفتیان اہل حق پر اعتراض کر نیوالے غیر مقلدین کا

# اصلی چہرہ

ان کی اپنی تحریرات کے آئینے میں

مرتبہ

حضرت مولانا مفتی احمد مختار صاحب

تلمیذ سید

شیخ الحدیث امجد الدہنیابو سعید

خلیفہ محترم

شاہ حکیم محمد اختر صاحب

مکتبہ النہای قہر

پتہ: ساری کراچی، پاکستان، لاہور، لاہور  
فون: 2520385 2529008





## فہرست مضامین

صفحہ نمبر	عنوان	نمبر شمار
۱	تقدیم	۱
۳	غیر مقلدین کا فتنہ سے ناراضی کے اسباب	۲
۳	غلطی نمبر ۱	۳
۴	غلطی نمبر ۲	۴
۴	غلطی نمبر ۳ کا بطلان	۵
۵	کیا تا اہل کو تحقیق و استنباط کی اجازت ہے؟	۶
۶	اندھی تقلید کیا ہے؟	۷
۷	تحقیق و استنباط تا اہل کا کام کیوں نہیں؟	۸
۷	تا اہل کا مقام مجتہد کی تقلید ہے نہ کہ ان ہر اعتراض	۹
۸	تا اہل کن مسائل میں مجتہد کی تقلید کرے گا	۱۰
۸	تا اہل کو تحقیق کا حق نہیں اس کی کیا دلیل ہے	۱۱
۹	دلیل آیت کریمہ	۱۲
۹	آیت کریمہ کی مختصر تشریح	۱۳
۱۰	استنباط کا معنی	۱۴
۱۱	مثال اور مثل ۱ میں مطابقت	۱۵











جملہ حقوق بحق مکتبہ البخاری محفوظ ہیں

واحد تقسیم کنندہ

عبدالواحد قادری

مکتبہ البخاری گلستان کالونی، نزد صابری مسجد، کراچی  
موبائل: 0300-2140865، فون: 2520385

ملنے کے پتے

- جامعہ خلفائے راشدین  گریکس ماڑی پور روڈ، کراچی
- مکتبہ عمر فاروق، شاہ فیصل کالونی، کراچی 
- اسلامی کتب خانہ بنوری ٹاؤن، کراچی 
- نور محمد کتب خانہ، آرام باغ، کراچی 
- مکتبہ علی و معاویہ، سعید آباد، کراچی 
- علمی کتاب گھر اردو بازار کراچی 
- کتب خانہ مظہری گلشن اقبال کراچی 
- مکتبہ انفال توحیدی مسجد چاکو، کراچی 
- ادارۃ الحرم 17 اردو بازار لاہور 
- مکتبہ شہید الاسلام، ادارہ عمر فاروق مرکزی جامع مسجد اسلام آباد 

۳۶	غیر مقلد مولانا عبدالعزیز نورستانی کا فیصلہ	۳۴
۳۶	تنبیہ	۳۵
۳۷	فروعی اور اجتہادی اختلاف کو گمراہی کہنا گمراہی ہے	۳۶
۳۷	اجتہادی اور فروعی مسائل میں اختلاف کو مذموم سمجھنے کے نقصانات	۳۷
۳۷	(۱) افتراق امت کا نقصان	۳۸
۳۸	(۲) ضلالت صحابہؓ کا نظریہ	۳۹
۳۸	۱۔ بسم اللہ الرحمن الرحیم کے جبر و سر میں اختلاف	۴۰
۳۹	۲۔ سلام کے ایک اور دو ہونے میں اختلاف	۴۱
۴۰	(۳) ضلالت اکابر علماء غیر مقلد	۴۲
۴۰	غیر مقلدین میں اختلاف کی مثالیں ۱۔ مردے سنتے ہیں یا نہیں؟	۴۳
۴۱	۲۔ مسلمان مردہ کی ہڈیاں قابل احترام ہیں یا نہیں؟	۴۴
۴۱	۳۔ امام کو رکوع میں پانے والا رکعت پانے والا ہے کہ نہیں؟	۴۵
۴۲	۴۔ اذان میں کوتاہی کرنے والے امام کے پیچھے نماز درست ہے یا نہیں؟	۴۶
۴۲	۵۔ عدت میں عورت کے ساتھ نکاح درست ہے یا نہیں؟	۴۷
۴۳	۶۔ بیمار پر بعد صحت روزہ رکھنا واجب ہے یا نہیں؟	۴۸
۴۳	۷۔ رخصتی سے پہلے شوہر فوت ہو جائے تو بیوی کو آدھا مہر ملے گا یا پورا	۴۹
۴۳	۸۔ عورت ماہواری کے دنوں میں قرآن پڑھ سکتی ہے یا نہیں؟	۵۰
۴۳	۹۔ جراب پر مسح کرنا جائز ہے یا نہیں؟	۵۱
۴۵	۱۰۔ جمعہ کے دن زوال کے وقت نفل پڑھنا جائز ہے یا نہیں؟	۵۲

۱۶	مذکورہ آیت کریمہ امور جہادیہ کے ساتھ خاص ہے یا امور اجتہادیہ اور قیاس	۱۳
۱۷	کو بھی شامل ہے؟	۱۵
۱۸	سوال	۱۵
۱۹	مقام رسول	۱۷
۲۰	مجتہد کا مقام	۱۷
۲۱	نا اہل کا مقام	۱۷
۲۲	غلطی نمبر ۲ کا بطلان، اقسام اختلاف	۱۹
۲۳	اختلاف کی پہلی قسم کی تفصیل	۱۹
۲۴	ضروریات دین کا مطلب	۱۹
۲۴	تنبیہ	۲۰
۲۵	اختلاف کی دوسری قسم کی تفصیل	۲۰
۲۶	تائید از مولانا شاہ اللہ امرتسری غیر مقلد صاحب	۲۱
۲۷	دلچسپ واقعہ اور وضاحت حدیث	۲۱
۲۸	اہل بدعت اور اہل سنت کی پہچان	۲۳
۲۹	تیسرے اختلاف کی تفصیل	۲۳
۳۰	سوال و جواب	۲۴
۳۱	جنت کے قافلے	۲۴
۳۲	سوال و جواب	۲۵
۳۳	اجماع مسلمین	۲۵

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

## تقدیم

نحمدہ و نصلی علی رسولہ الکریم :

اہل حق کے اکابر مفتیان کرام زید مجدہم پر بلاوجہ کچڑا اچھالا جائے اور ان کے وفادار اصغر خاموش رہیں یہ ناممکن ہے۔ ہماری تمام تر صلاحیتیں مسلک حق یعنی اہل السنۃ والجماعۃ اور اس پر عمل پیرا حضرات کی خدمت کے لئے وقف ہیں۔

زیر نظر رسالہ ”بنام“ بھی اسی خدمت کا ایک ادنیٰ سا حصہ ہے۔ رسالہ میں پہلے معترضین کا اصلی چہرہ ان کی معتبر کتب کے حوالے سے دکھایا گیا تاکہ عوام الناس کے لئے فیصلے میں دشواری نہ ہو اور بالمانی اس حقیقت تک رسائی ہو جائے کہ اہل السنۃ والجماعۃ کا ہر پھول اصلی اور خوشبودار ہے جبکہ معترضین کے پاس صرف کاغذی پھول ہیں جو دور سے دکھانے کے تو ہیں لیکن خوشبو سے محرومی کے سبب قریب کرنے اور بطور نمونہ پیش کرنے کے نہیں۔ یہی وجہ ہے کہ یہ چودہ صدیوں میں کوئی ایک غیر مقلد ایسا نہیں گذرا جس نے قرآن وحدیث کے مطابق عقائد اور مسائل لکھے ہوں ورنہ یہ لوگ کم از کم ہر صدی میں ایک ایک غیر مقلد مصنف اور اس کی تصنیف کا نام بتاتے لیکن قیامت آجائے گی یہ کسی ایک کا نام بھی نہیں بتائیں گے۔

دوسرے نمبر پر ان کے بے جا اعتراض کو لے کر اصل حقیقت کی مختصر وضاحت پیش کی گئی ہے، جو بحمد اللہ تعالیٰ طالب حق کے لئے کافی شافی ہے۔

نیز پیش لفظ کے عنوان سے ایک مبسوط مقدمہ لکھا گیا ہے تاکہ ان لادہ ہوں کی اہل حق سے

۳۵	(۴) صحابہؓ سے بدگمانی کا نقصان	۵۳
۳۶	(۵) انکار حدیث کی نوبت	۵۴
۳۷	(۶) آیت قرآنیہ میں معنوی تحریف کرنا	۵۵
۴۱	انکسار حق و تنقید برائے اصلاح یافتہ اور انتشار پھیلانا	۵۶
۴۲	انجوبہ	۵۷
۴۵	کیا انتشار کا سبب فقہ ہے؟	۵۸
۴۶	معتزش مفسد کے اعتراض کا حاصل و باتیں ہیں	۵۹
۴۷	نمبر (۱) اور اس کا جواب	۶۰
۴۸	مشائخ کے اختلاف کی وجہ	۶۱
۵۳	علاج اور بھوک و پیاس کا فرق	۶۲
۵۴	نمبر ۲ اور اس کا جواب	۶۳
۵۴	قابل توجہ مشورہ	۶۴
۵۵	تقابلی جائزہ	۶۵

ﷺ

## پیش لفظ

نحمدہ ونصلی علی رسولہ الکریم اما بعد :

قارئین کرام! غیر مقلدین (نام نہاد الجہدیت) کی فقہ سے ناراضگی، شدت اور گمراہی کا سبب دو غلطیاں ہیں، جن میں ان کا ضدی اور ہٹ و ہرم طبقہ دیدہ و دانستہ جتلا ہے اور مخلص طبقہ ان ضدی اور غالی لوگوں کے فریب اور دھوکے کا شکار ہے۔

اگر ان غلطیوں سے یہ لوگ تائب ہو جائیں تو اللہ تعالیٰ کے دوستوں اور پیاروں حضرات ائمہ مجتہدین دہا، بن قرآن و حدیث رسم اللہ تعالیٰ کے بغض و کینہ اور مخالفت سے محفوظ ہو جائیں اور "من عادی لى ولینا فقد اذنتہ بالحروب" یعنی جس نے میرے پیارے دوست سے دشمنی کی اس سے میری (اللہ تعالیٰ کی) طرف سے اعلان جنگ ہے، کی شدید وعید سے بچ جائیں گے۔ ہم مختصراً ان دونوں غلطیوں کی نشاندہی کرتے ہوئے اس کا مدلل بطلان قارئین کرام کی خدمت میں پیش کرنا چاہیں گے۔

شاید کے اتر جائے کسی دل میں میری بات

غلطی نمبر ۱:

چونکہ مجتہدین معصوم نہیں اس لیے ہم ان کی تقلید نہیں کرتے بلکہ تحقیق کر کے ان کے صحیح اور غلط اجتہادات کو جانچتے ہیں تاکہ غلط کو غلط اور صحیح کو صحیح کہا جائے۔

تاریخی کی بنیادی وجوہ بھی سامنے آجائیں۔ ان شاء اللہ تعالیٰ یہ مقدمہ احباب کے لئے بصیرت آموز اور قیمتی سرمایہ ثابت ہوگا..... واملینا الا البلاغ

(حضرت مولانا مفتی احمد ممتاز (دامت برکاتہم)

رکیس و مفتی جامعہ خلفائے راشدین

۸/محرم الحرام ۱۴۲۶ھ



ہر اختلاف مذموم اور برا ہے خواہ وہ اصول اور عقائد کا اختلاف ہو یا فروع و اعمال کا یا سنت تو بدعت کا چونکہ ائمہ مجتہدین رحمہ اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میں بھی فروعی مسائل میں اختلاف ہے۔ اسوجہ سے ہم غیر مقلدین ان ائمہ سے بھی ناراض ہیں۔

### غلطی نمبر ۱ کا بطلان :

نام نہاد احمدیہ میں یہ غلطی ان کے بڑے بھائی منکرین حدیث سے آئی ہے انہوں نے انکار حدیث کے لیے آسان اور کامیاب بہانہ یہ تلاش کیا ہے چونکہ محدثین معصوم نہیں اس لیے ہم تحقیق کر کے ان کی غلطی کو غلط اور صحیح کو صحیح کہنا چاہتے ہیں غیر مقلدین نے بعینہ یہی بات ائمہ مجتہدین رحمہم اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے متعلق کہنا شروع کیا کہ یہ معصوم نہیں لہذا ہمیں پرکھنے کا حق دیا جائے

قارئین کرام! اتنی بات تو صحیح اور یقینی ہے کہ حضرات ائمہ مجتہدین رحمہم اللہ صلی اللہ علیہ وسلم معصوم نہیں لیکن یہ بات ادھوری ہے جیسے حضرات ائمہ مجتہدین رحمہم اللہ صلی اللہ علیہ وسلم معصوم نہیں غیر مقلدین بھی تو معصوم نہیں مگر یہاں بات معصوم اور غیر معصوم کی نہیں بات اہل اور نااہل کی ہے کہ کون تحقیق کا اہل ہے اور کون نہیں جیسے محدثین اپنے فن میں اہل ہیں اور منکرین حدیث (نام نہاد اہل قرآن) نااہل ہیں خواہ اپنی جماعت میں کتنے بڑے مصنف ہوں جیسے محمد اسلم جیراج پوری سابق اہل حدیث غلام احمد سابق اہل حدیث لیکن محدثین کے سامنے فن حدیث میں نااہل ہیں ان کی باتوں کو تحقیق نہیں کہا جائے گا بلکہ نااہل کی منازعت کہا جائے گا جو شرعاً گناہ کبیرہ ہے اسی طرح ائمہ مجتہدین رحمہم اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور غیر مقلد میں یہ فرق نہیں کہ مجتہدین غیر معصوم ہیں اور غیر مقلدین معصوم ہیں بلکہ فرق یہ ہے کہ وہ لوگ باجماع امت اہل اجتہاد سے ہیں اور یہ لوگ باجماع امت نااہل ہیں اس لیے ان نااہلوں کا حضرات مجتہدین رحمہم اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے الجھنا نااہل کی منازعت ہے۔ آپ ﷺ جب بیعت لیتے تو اس میں یہ عہد بھی لیتے "ان لا ننازع الامر اہلہ" کہ ہم اہل امر سے منازعت (جھگڑا اور اختلاف) نہیں کریں گے۔ تعجب ہے کہ حدیث

جس کو منازعت اور بے جا اختلاف قرار دے یہ لوگ اس کا نام تحقیق رکھیں۔

الحاصل مجتہدین رحمہم اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی مخالفت کا نام تحقیق نہیں بلکہ نااہل کی منازعت ہے۔

### کیا نااہل کو تحقیق و استنباط کی اجازت ہے؟

نااہل کا معاملہ مجتہد کے معاملہ سے بالکل برعکس ہے مجتہد جو کہ اہل ہے سے خطا بھی ہو جائے تو بھی اسے اجر ملتا ہے اور نااہل جیسے غیر مقلدین صحیح بات بھی پالے تو بھی اسے اجر کی بجائے گناہ ہوگا آپ ﷺ ارشاد فرماتے ہیں :

عن ابن عباس رضی اللہ عنہما عن النبی ﷺ قال : اتقوا الحديث عسى الا ما علمتم فمن كذب على متعمدا فليتبوا مقعده من النار و من قال في القرآن برأيه فليتبوا مقعده من النار (الترمذی ۲/۱۲۳)

آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا : مجھ سے صرف وہی باتیں نقل کیا کرو جو تمہیں یقینی طور پر معلوم ہوں، اس لئے کہ جس نے قصد امیری طرف جھوٹی بات منسوب کی اس نے اپنا ٹھکانہ جہنم میں بنالیا، اور جو قرآن کریم میں اپنی رائے چلائے گا اس نے بھی اپنے لئے ٹھکانہ جہنم میں بنالیا ہے۔

اور ایک دوسری حدیث میں فرمایا :

عن جندب بن عبد اللہ ؓ قال : قال رسول اللہ ﷺ : من قال في القرآن برأيه فاصاب لقد اخطا (الترمذی ۲/۱۲۳)

یعنی جس نے قرآن میں اپنی رائے لگا لی اور درست بات بھی پالی تو بھی وہ گناہ گار ہوگا امام نووی رحمہ اللہ فرماتے ہیں تمام مسلمانوں کا اتفاق ہے کہ مجتہد ہر اجتہاد میں اجر پاتا ہے اگر اس کا اجتہاد درست نکلا تو دواجر کا مستحق ہے ایک اجتہاد کا دوسرا اصابت کا اور اگر اجتہاد خطا نکلا تو بھی ایک اجتہاد کا ملے گا ہاں جو نااہل ہو اس کو اجتہاد سے حکم کرنا کسی حال میں جائز نہیں بلکہ وہ گناہ گار ہے اس کا حکم نافذ بھی نہ ہوگا اگرچہ اس کا حکم حق کے موافق ہو یا مخالف کیونکہ اس کا حق کو پالینا

محض اتفاق ہے کسی اصل شرعی پر مبنی نہیں پس وہ تمام احکام میں گناہ گار ہے حق کے موافق ہو یا مخالف اور اس کے نکالے ہوئے تمام احکام مردود ہیں اس کا کوئی عذر شرعاً مقبول نہیں (شرح نووی علیٰ بارش صحیح مسلم ج ۲ ص ۷۶)

انفس ہے کہ منکرین حدیث اور غیر مقلدین نے اس گناہ کبیرہ جس کا ٹھکانہ دوزخ کے سوا کہیں نہیں، کا نام تحقیق رکھا ہوا ہے۔ اور اس کو ثعلب بالقرآن اور عمل بالحدیث کہتے ہیں۔

### اندھی تقلید کیا ہے؟

نام نہاد اہل حدیث کہتے ہیں کہ حضرات ائمہ مجتہدین رحمہ اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی تقلید اندھی تقلید ہے، لہذا اسے چھوڑیے اور ہمارے ساتھ چل جائیے۔ قارئین کرام! ان نااہل، نام نہاد اہل حدیث کی جہالت کی انتہا دیکھئے! انہیں تو اندھی تقلید کا معنی تک نہیں آتا۔ اندھی تقلید اس کو کہتے ہیں کہ اندھا اندھے کے پیچھے چلے، تو لازماً دونوں کسی کھائی میں گر جائیں گے۔ اگر اندھا کسی آنکھوں والے کے پیچھے چلے، تو آنکھ والا اپنی آنکھ کی برکت سے اپنے آپ کو بھی اور اس اندھے کو بھی ہر کھائی سے بچا کر لے جائے گا اور منزل تک پہنچا دے گا۔ حضرات ائمہ مجتہدین رحمہ اللہ صلی اللہ علیہ وسلم معاذ اللہ اندھے نہیں، عارف اور بصیر ہیں۔ البتہ اندھی تقلید کے شکار وہ لوگ ہیں جو خود بھی اندھے ہیں اور ان کے پیشوا بھی اجتہاد کی آنکھ سے محروم ہیں۔ آپ ﷺ نے فرمایا:

عن عبد الله بن عمرو قال: قال رسول الله ﷺ ان الله لا يقبض العلم انتزاعا ينتزعه من العباد، و لكن يقبض العلم بقبض العلماء حتى اذا لم يبق عالما اتخذ الناس رؤوسا جهالا ففسلوا فافتروا بغير علم فضلوا و اضلوا (المشکوٰۃ ۳۳/۱)

جو جاہل کو دینی پیشوا بنائے تو وہ جاہل خود بھی گمراہ ہوگا اور اپنے ماننے والے کو بھی گمراہ کرے گا۔

یہ اندھی تقلید ہے۔ اللہ تعالیٰ ہمیں بغیر معصوم ﷺ اور مجتہد مآجور رحمہ اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی تحقیق پر عمل

کرنے کی توفیق عطا فرمائیں اور فتنوں سے محفوظ فرمائیں۔

### تحقیق اور استنباط نااہل کا کام کیوں نہیں....!

قارئین کرام! تحقیق نااہل کا مقام نہیں۔ کیونکہ اس میں جب تک تین باتوں کی تحقیق مکمل نہ ہو جائے اسے تحقیق نہیں کہا جاسکتا۔ وہ تین باتیں جن کی تحقیق ضروری ہے، یہ ہیں۔

(۱) "دلیل" مثلاً حدیث جس سے حکم ثابت کیا جاتا ہے، وہ خود ثابت اور صحیح ہو۔

(۲) "اس دلیل" مثلاً حدیث سے جو سمجھا جاتا ہے، وہی مراد رسول ﷺ ہو۔ وہ معنی اور

مطلب، مراد رسول ﷺ کے خلاف نہ ہو۔

(۳) اگر اس دلیل وحدیث کے معارض کوئی اور حدیث ہو تو اس تعارض اور اختلاف کو رفع کیا

جائے۔ حضرات محدثین رحمہم اللہ تعالیٰ نے ساری عمر پہلی بات کی تحقیق میں صرف فرمادی ہے، مراد رسول

ﷺ کو سمجھنے کو اور رفع تعارض کو مجتہدین کے حوالے کر دیا ہے۔ البتہ مجتہدین کی تحقیق کامل ہوتی ہے۔ وہ

نبوت، ولایت یعنی مراد رسول ﷺ اور رفع تعارض تینوں کی پوری پوری تحقیق کرتے ہیں اسی لئے ان آخری

دو باتوں میں خود حضرات محدثین رحمہم اللہ تعالیٰ بھی حضرات مجتہدین رحمہم اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی تقلید کرتے ہیں۔

چنانچہ اسی تقلید کا نتیجہ ہے کہ حضرات محدثین علیہم الرحمۃ کا ذکر چار ہی قسموں کی کتابوں میں ملتا ہے۔ (۱)

طبقات حنفیہ (۲) طبقات مالکیہ (۳) طبقات شافعیہ (۴) طبقات حنبلیہ۔ طبقات غیر مقلدین

نامی کوئی کتاب محدثین کے حالات میں آج تک کسی مسلم مورخ وحدث نے نہیں لکھی۔

قارئین عظام! چونکہ ان تین باتوں کی تحقیق اہل فن اور ماہر کتاب وسنت ہی کا کام ہے، نہ

کہ نااہل کا۔ نااہل میں یہ صلاحیت اور استعداد ہی نہیں کہ ان تین باتوں سے متعلق کچھ کر سکے جبکہ ان

کے بغیر تحقیق نامکمل ہی رہتی ہے۔

### نااہل کا مقام مجتہد کی تقلید ہے نہ کہ ان پر اعتراض....!

چونکہ نااہل نہ تو خود تحقیق واستنباط کر سکتا ہے اور نہ ہی اس کے لئے تحقیق کرنا جائز ہے اس



لئے اس پر واجب اور ضروری ہے کہ مسائل اجتہاد یہ میں مجتہد اور ماہر شریعت کی تقلید کرے۔ مجتہد کا اعلان ہے کہ ہم پہلے مسئلہ قرآن پاک سے لیتے ہیں، وہاں نہ ملے تو سنت سے، وہاں نہ ملے تو اجماع صحابہؓ، اگر حضرات صحابہؓ میں اختلاف ہو جائے تو جس طرف حضرات خلفائے راشدینؓ ہوں، اسے لیتے ہیں۔ اگر یہاں بھی نہ ملے تو اجتہادی قاعدوں سے مسئلہ کا حکم تلاش کر لیتے ہیں۔ جس حساب دان ہر نئے سوال کا جواب حساب کے قواعد کی مدد سے معلوم کر لیتا ہے اور وہ جواب اس کی ذاتی رائے نہیں ہوتا، بلکہ فن حساب کا ہی جواب ہوتا ہے۔ ظاہر ہے کہ جب حساب والوں کے سامنے سوال آئے گا تو وہ خود حساب کے قاعدوں سے سوال کا جواب نکال لے گا اور جس کو حساب کے قاعدے نہیں آتے وہ حساب دان سے جواب پوچھ لے گا۔ اسی طرح مسائل اجتہاد یہ میں کتاب و سنت پر عمل کرنے کے بھی دو ہی طریقے ہیں۔ جو شخص خود مجتہد ہوگا وہ خود قواعد اجتہاد یہ سے مسئلہ تلاش کر کے کتاب و سنت پر عمل کرے گا اور غیر مجتہد یہ سمجھ کر کہ میں خود کتاب و سنت سے مسئلہ استنباط کرنے کی اہلیت نہیں رکھتا اس لئے کتاب و سنت کے ماہر مجتہد سے پوچھ لوں، کہ اس میں کتاب و سنت کا کیا حکم ہے؟ اس طرح عمل کرنے کو تقلید کہتے ہیں اور مقلدان مسائل کو مجتہد کی ذاتی رائے سمجھ کر عمل نہیں کرتا، بلکہ یہ سمجھ کر کہ مجتہد نے ہمیں امر اخذائے تعالیٰ اور مرار رسول ﷺ سے آگاہ کیا ہے۔

نا اہل کن مسائل میں مجتہد کی تقلید کرے گا؟

قارئین کرام! مسائل اجتہاد یہ میں نا اہل یعنی غیر مجتہد، مجتہد کی تقلید کرے گا۔ تفصیل اس کی یہ ہے کہ تقلید صرف مسائل اجتہاد یہ ہی میں کی جاتی ہے اور حدیث معاذ رضی اللہ تعالیٰ عنہ (جس کو نو اب صدیق حسن خاں غیر مقلد حدیث مشہور فرماتے ہیں) اجتہاد اور اس کے مقام کے تعین کے لئے کافی دلیل ہے، کہ جو مسئلہ صریحاً کتاب و سنت میں نہ ہو تو اس کا حکم رائے اور اجتہاد کے اصولوں سے کتاب و سنت سے مجتہد اخذ کرے گا۔

نا اہل کو تحقیق کا حق نہیں۔ اس کی دلیل کیا ہے؟

قارئین کرام! جس طرح دنیا میں ہر فن میں اس کی بات مانی جاتی ہے جو اس فن میں کامل مہارت رکھتا ہو، نہ کہ فن سے نا آشنا کی۔ مثلاً ہیرے جواہرات کے بارے میں ماہر جوہری کی تحقیق مانی جائے گی، نہ کہ کسی موچی کی۔ سونے کے بارے میں کسی ماہر سنار کی تحقیق مانی جائے گی نہ کہ کسی لوہار کی۔ قانون میں تحقیقی بات ماہر قانون دان کی ہوگی نہ کہ کسی مداری کی۔ اسی طرح دین میں بھی دین کے ماہرین کی بات تحقیقی مانی جائے گی۔ ان ہی کے مستنبط اور نکالے ہوئے مسائل کو قبول کیا جائے گا نہ کہ ہر کندہ نا تراش اور نادان کی بات کا اعتبار ہوگا۔

دلیل:

جس اللہ تعالیٰ نے تحقیق کا حکم دیا ہے اس کے ساتھ ہی یہ بات بھی واضح طور پر فرمادی ہے کہ تحقیق کا حق کس کس کو ہے؟ چنانچہ اللہ تعالیٰ کے درج ذیل ارشاد سے بخوبی معلوم ہوتا ہے کہ تحقیق کا حق صرف دو ہستیوں کو ہے۔ ایک اللہ تعالیٰ کے رسول ﷺ ہیں اور دوسری ہستی مجتہد کی ہے۔ ان دو کے علاوہ سب نا اہل ہیں جن کو تحقیق کا حق نہیں۔

آیت کریمہ:

وَإِذَا جَاءَ هُمْ أَمْرٌ مِنَ الْأَمْنِ أَوِ الْخَوْفِ أَذَاعُوا بِهِ وَلَوْ رَدُّوهُ إِلَى الرَّسُولِ وَإِلَى أُولَى الْأَمْرِ مِنْكُمْ لَعَلِمَهُ الَّذِينَ يَسْتَنْبِطُونَهُ مِنْهُمْ وَلَوْلَا فَضْلُ اللَّهِ عَلَيْكُمْ وَرَحْمَتُهُ لَاتَّبَعُمُ الشَّيْطَانُ الْأَقْبِلَا (النساء ۸۲)

”اور جب ان لوگوں کو کسی امر کی خبر پہنچتی ہے خواہ امن ہو یا خوف، تو اس کو مشہور کر دیتے ہیں اور اگر یہ لوگ اس کو رسول ﷺ کے اور جو ان میں ایسے امور کو سمجھتے ہیں ان کے اوپر حوالہ رکھتے تو اس کو وہ حضرات تو پہچان ہی لیتے جو ان میں اس کی تحقیق کر لیا کرتے ہیں اور اگر تم لوگوں پر خدا کا فضل اور رحمت نہ ہوتا تو تم سب کے سب شیطان کے پیرو ہو جاتے بجز تھوڑے سے آدمیوں کے“

آیت کریمہ کی مختصر تشریح:

تعالیٰ اور رسول اکرم ﷺ کے) اُن مسائل کا نام ہے جن تک عوام کی رسائی ممکن نہیں۔

(۳) اجتہاد اور فقہ جدید مسائل گھڑنے کا نام نہیں۔ بلکہ روز اول سے جو مسائل قرآن کریم

کی آیات اور احادیث مبارکہ میں ہیں، ان کے بیان کرنے کا نام ہے۔

### مثال اور ممثل لہ میں مطابقت :

قارئین کرام الفظ استنباط سے مثال دے کر "اہل اول" اس طرح سمجھا دیا کہ انسانی زندگی کے لئے جتنا پانی ضروری ہے کہ اس کے بغیر نہ تو وضو ہو سکتا ہے نہ غسل، نہ کپڑے صاف ہو سکتے ہیں اور نہ کھانا پکا یا جاسکتا ہے، اسی طرح اسلامی زندگی کے لئے فقہ ضروری ہے۔ عبادات ہوں یا معاملات، اقتصادیات ہوں یا سیاسیات، حدود و ہوں یا تعزیرات۔ غرض زندگی کا کوئی شعبہ ایسا نہیں جس میں فقہ کی رہنمائی ضروری نہ ہو۔

"اہل ثانی" اس طرح سمجھا دیا کہ جس طرح زمین کی تہ میں جو پانی ہے وہ اللہ تعالیٰ ہی کا پیدا کیا ہوا ہے نہ کہ اس انسان کا جس نے کنواں کھود کر اس کو نکال لیا ہے۔ جب بھی کوئی آدمی کسی کنویں کا پانی پیتا ہے تو اس عقیدے سے پیتا ہے کہ اس پانی کا ایک ایک قطرہ اللہ تعالیٰ ہی کا پیدا کیا ہوا ہے نہ کہ کسی مستری اور کھودنے والے کا۔ مستری نے اپنی محنت اور اوزاروں کی مدد سے صرف اس کو ظاہر کر دیا تاکہ خلق خدا مستفید ہوں۔ اسی طرح فقہ اور اجتہاد استنباط کسی شخص کی ذاتی خواہش کا نام نہیں بلکہ مجتہد کا دین کے باریک مسائل کو اصول فقہ کی مدد سے عوام کے سامنے ظاہر کرنے کا نام ہے تاکہ قرآن وحدیث کے ان مسائل پر عوام کے لئے عمل کرنا آسان ہو، یہی وجہ ہے کہ اصول فقہ میں ہر مجتہد کا ایک ہی اعلان ہوتا ہے "القیاس مظهر لا مثبت" کہ ہم قیاس کی مدد سے کتاب وسنت کی تہ میں پوشیدہ مسائل کو صرف ظاہر کرتے ہیں، حاشا وکلا ہم ہرگز کوئی مسئلہ اپنی ذات سے گھڑ کر کتاب وسنت کے ذمہ نہیں لگاتے۔

"اہل ثالث" اس طرح سمجھا دیا کہ جس طرح اللہ تعالیٰ نے جب زمین پیدا فرمائی اس

مفسر قرآن حضرت شیخ الاسلام مولانا شبیر احمد عثمانی رحمہ اللہ فرماتے ہیں : یعنی ان منافقوں اور کم سمجھ مسلمانوں کی ایک خرابی یہ ہے جب کوئی بات امن کی پیش آتی ہے (مثلاً حضرت رسول اکرم ﷺ کا کسی کا صلح کا قصد فرمانا یا لشکر اسلام کے فتح کی خبر سننا) یا کوئی خبر خوفناک سن لیتے ہیں (جیسے دشمنوں کا کہیں جمع ہونا یا مسلمانوں کی شکست کی خبر آنا) تو ان کو بلا تحقیق کئے یہ مشہور کر دیتے ہیں اور اس میں اکثر فساد و نقصان مسلمانوں کو پیش آ جاتا ہے، منافق ضرور دہانی کی غرض سے اور کم سمجھ مسلمان کم فہمی کی وجہ سے ایسا کرتے ہیں، کہیں سے کچھ خبر آئے تو چاہئے کہ اول کچھ نہیں مردار تک اور اس کے تاہوں تک، جب وہ اس خبر تحقیق اور تسلیم کر لیں تو ان کے کہنے کے موافق اس کو کہیں نقل کریں اور اس پر عمل کریں۔

### طراز استدلال :

اس آیت کریمہ میں تحقیق کا حق پہلے نمبر پر حضرت رسول اکرم ﷺ کو دیا گیا ہے اور آپ ﷺ کے بعد اہل استنباط کو۔ جن کو اصطلاح میں مجتہدین کہتے ہیں۔

### استنباط کا معنی :

استنباط کا معنی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے جو پانی زمین کی تہ میں پیدا کر کے عوام کی نظر سے چھپا رکھا ہے، اس پانی کو کنواں وغیرہ بنا کر نکال لیتا۔

قارئین کرام اقرآن کریم کی یہ حدود و جہ کی بلاغت ہے کہ اجتہاد اور فقہ کو لفظ استنباط کہہ کر ایسی عام فہم مثال سے اجتہاد اور فقہ کو سمجھایا جس سے ہر شخص آسانی سے اجتہاد اور فقہ کی حقیقت سمجھ سکتا ہے۔

قارئین عظام اجتہاد اور فقہ کی حقیقت تین امور پر مشتمل ہے۔

(۱) فقہ، اسلامی زندگی کے لئے بے حد ضروری ہے اس کے بغیر اسلامی زندگی نامکمل اور

مردہ ہے۔

(۲) اجتہاد اور فقہ کسی شخص کی ذاتی خواہش کا نام نہیں، بلکہ قرآن وحدیث کے (امدراہ)



غیر مقلدین کا احترام ائمہ اربعہ رحمہ اللہ تعالیٰ اور ان کے مقلدین کے ساتھ بعینہ وہی سلوک ہے جو سلوک اس احمق کا جناب چوہدری نواب دین اور اس کے بنائے ہوئے کنویں سے پانی لینے والوں سے ہے۔ حضرات ائمہ اربعہ رحمہ اللہ تعالیٰ نے کتاب و سنت کے مسائل کو ظاہر کر دیا اور کنویں کی شکل دے دی ان کے مقلدین ان مسائل کے مطابق نماز، روزہ، حج اور زکوٰۃ میں مصروف ہو گئے ہمارے نام نہاد اہل حدیث دوست ان کے پیچھے پڑ گئے کبھی کہتے ہیں کہ یہ پانی اللہ تعالیٰ کا پیدا کیا ہوا نہیں ورنہ اس کے ہر قطرے پر اللہ تعالیٰ کا نام لکھا ہوا دکھاؤ، کبھی کہتے ہیں ساری عمر ایک ہی کنویں کے پانی سے وضو کرنا یہ تو تقلید شخصی ہے اور یہ شرک ہے، ہر نمازی کا فرض ہے کہ فجر کی نماز کا وضو اپنے گھر کے کنویں سے کرے ظہر کا وضو دوسرے ضلع کے کنویں سے عصر کا وضو کسی اور صوبے کے کنویں سے مغرب کا کسی اور اور عشاء کا کسی اور علاقہ کے کنویں سے کرے اگر سب نمازوں کے لیے وضو ایک ہی کنویں کے پانی سے کرے گا تو گویا اس نے تقلید شخصی کی اور یہ شرک ہے۔

اہل السنۃ والجماعہ کہتے ہیں، کہ جب ہم کنویں کے محتاج ہیں، تو جس کنویں کا پانی آسانی سے دستیاب ہو جائے ساری عمر اسی ایک کنویں کا پانی پینا، وضو، غسل کرنا، کھانا پکانا بالکل درست ہے اس کو شرک کہہ کر تمام مسلمانوں کو مشرک بنانا دین کی کوئی خدمت نہیں۔

مذکورہ آیت کریمہ امور جہاد یہ کے ساتھ خاص ہے یا امور اجتہاد یہ اور قیاس کو بھی شامل ہے؟  
قارئین کرام! آیت کریمہ کو امور جہاد یہ کے ساتھ خاص سمجھنا غلط ہے حضرات مفسرین رحمہم اللہ تعالیٰ نے اسے عام رکھا ہے۔ مفسر عظیم امام رازی رحمہم اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں :

ذلت هذه الآية على ان القياس حجة في الشرع : وذلك لأن قوله (الذين يستنبطونه منهم) صفة لأولى الأمر وقد اوجب الله تعالى على الذين يجتنبهم امر من الأمن او الخوف ان يرجعوا في معرفته اليهم ، ولا يخلوا ما ان يرجعوا اليهم في معرفته هذه الوقائع مع حصول النص فيها او لا مع حصول النص فيها، والأول باطل ، لأن على هذا

دن سے یہ پانی اس کی تہ میں پیدا فرما دیا، البتہ اس کا نکالنا ضرورت کے مطابق ہوتا رہا، کسی علاقہ میں کنویں چار ہزار سال پہلے بن گئے، کسی ملک میں چار ہزار سال بعد۔ لیکن جہاں بھی پانی نکالا گیا وہ اللہ تعالیٰ ہی کا پیدا کردہ تھا، کوئی عقلمند یہ نہیں کہہ سکتا کہ جن علاقوں میں پہلے پانی نکل آیا وہ تو اللہ تعالیٰ کا پیدا کردہ تھا اور جن علاقوں میں بعد میں کنویں بنائے گئے وہ بعد میں کسی انسان کا پیدا کردہ پانی تھا۔ اسی طرح پہلی صدی میں حضرات فقہاء صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم نے جو اجتہادات فرمائے انہوں نے بھی اللہ تعالیٰ اور حضرت رسول اکرم ﷺ کے ہی مسائل بیان فرمائے اور دوسری صدی میں ائمہ مجتہدین رحمہم اللہ تعالیٰ نے جو اجتہادات فرمائے وہ بھی کتاب و سنت کے مسائل کا بیان اور تفصیل تھی، غرض صرف اس قدر رہا کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی مبارک زندگیوں کا اکثر حصہ جہاد میں گزرا، اس لیے ان نفوس قدسہ کو اس کی مکمل تدوین کا موقع نہیں ملا، یہ سعادت حضرات ائمہ اربعہ رحمہم اللہ تعالیٰ کی قسمت میں تھی کہ کتاب و سنت کے ظاہر اور پوشیدہ مسائل کو پوری تشریح اور تفصیل کے ساتھ نہایت آسان اور عام فہم ترتیب سے مدون فرمایا تاکہ قیامت تک مسلمانوں کو کتاب و سنت پر عمل کرنا آسان ہو جائے۔

### قارئین کرام :

حضرات ائمہ اربعہ رحمہم اللہ تعالیٰ کے ناموں سے مشہور فقہی مسائل کو ان کی ذاتی خواہش اور نوازیدہ کہہ کر رو کرنا اور ان مسائل فقہیہ پر عمل کرنے والوں کو مشرک کہنا ایسی اعتقادات بات ہے جیسے کہ ایک شخص نے کنواں بنا لیا ہزاروں لوگ اس سے پانی پی رہے ہیں وضو، غسل کر کے نماز پڑھ رہے ہیں، کھانا پکا رہے ہیں، اب کوئی احمق شور مچا دے کہ اس کنویں کا تعارفی نام ”چوہدری نواب دین“ کا کنواں ہے اس لیے جو اس میں پانی ہے وہ اللہ تعالیٰ کا پیدا کیا ہوا نہیں ہے بلکہ یہ پانی چوہدری نواب دین کا پیدا کیا ہوا ہے، چوہدری نواب دین اللہ تعالیٰ کا شریک بنا بیٹھا ہے جو لوگ اس کنواں سے پانی پیتے ہیں وہ مشرک ہیں، نہ ان کا وضو صحیح ہے نہ غسل، نہ نماز درست ہے نہ روزہ، تو کیا کوئی عقل مند آدمی اس احمق کی ان خرافات پر کان دھرے گا؟



(۲) کہ استنباط حجت شرعیہ ہے۔ (۳) کہ عام لوگوں پر احکام حوادث میں علماء کی تقلید واجب ہے۔ (۴) کہ آپ ﷺ احکام کو استنباط سے ثابت کرنے کے مکلف تھے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے (پیش آمدہ واقعہ میں تحقیق کے لیے) رسول ﷺ اور اہل اجتہاد کی طرف رجوع کا حکم دیا۔

### سوال:

مندرجہ بالا آیت میں (فصل ورحمت) سے کیا مراد ہے؟  
کیا کسی ایک مفسر نے یہ کہا ہو کہ اس سے مراد لوگوں کا امور اجتہاد یہ میں حضرت رسول اکرم ﷺ اور حضرات مجتہدین رحمہم اللہ تعالیٰ کی طرف رجوع ہوتا ہے؟ اگر ہے تو حوالہ پیش کریں۔

جواب: جی ہاں حضرت علامہ آلوسی رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

والمراد من الفضل و الرحمة شيء واحد ای ولولا فضله سبحانه عليكم ورحمته  
یارشادکم الی سبیل الرشاد الذی هو الرشد الی الرسول والی اولی الامر (روح المعانی ۹۵/۳)  
ترجمہ: فضل اور رحمت سے ایک شیء، مراد یعنی اگر تم پر اللہ تعالیٰ کا فضل اور رحمت نہ ہوتا یا اس  
لوگوں کی ہدایت کے راستے کی طرف تمہاری رہنمائی نہ کرتا، وہ ہدایت کا راستہ جس میں رسول ﷺ اور  
حضرات مجتہدین کی طرف رد اور رجوع ہوتا ہے (یعنی امور اجتہاد یہ میں)  
مقام رسول ﷺ:

رسول اللہ ﷺ دین میں اپنی طرف سے کوئی بات نہیں گھڑتے، بلکہ وہ اللہ تعالیٰ ہی کا پیغام  
اس کے بندوں تک پہنچاتے ہیں اور صرف پہنچاتے ہی نہیں سکھاتے بھی ہیں۔ ان کی حیثیت معلم کی بھی  
ہے، وہ اپنے قول و فعل اور تقریر سے اس پیغام کی تشریح کرتے ہیں، وہ صرف مبلغ اور معلم ہی نہیں مبین  
بھی ہیں، اللہ تعالیٰ کی نگرانی میں اس کی وحی کی تشریح کرتے ہیں، وہ قاضی اور حکم بھی ہیں کہ احکام الہیہ کو  
نافذ کرتے ہیں، ان کی پوری زندگی وحی کے مطابق ڈھلی ہونے کی وجہ سے پوری کائنات کے لئے اسوۂ  
حسنہ ہے، وہ دین کے ہر فیصلے میں معصوم ہیں، یہ درحقیقت اللہ تعالیٰ کا بہت بڑا فضل اور مہربانی تھی کہ

التقدير لا یبقی الاستنباط لأن من روى النص فی واقعة لا یقال: أنه استبط الحكم فثبت  
ان الله امر المكلف برد الواقعة الی من یستبط الحكم فیها ولو لا أن الاستنباط حجة لما  
امر المكلف بذلك فثبت أن الاستنباط حجة والقیاس اما استنباط او داخل فیہ فوجب أن  
یکون حجة اذا ثبت هذا فنقول: الآية دالة علی امور احدها أن فی احکام الحوادث ما لا  
يعرف بالنص بل بالاستنباط وثانیا أن الاستنباط حجة وثالثها أن العامی یجب علیه تقلید  
العلماء فی احکام الحوادث ورابعها: أن النبی ﷺ کان مکلفا باستنباط الاحکام لأنه تعالی  
امر بالرد الی الرسول والی اولی الامر (تفسیر الکبیر ۱۵۳/۳)

ترجمہ: یہ آیت دلالت کرتی ہے کہ قیاس شرعی جتوں میں سے ایک حجت شرعیہ ہے وہ اس  
طرح کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد (الذین یستبطونه منهم) "اولی الامر" کی صفت واقع ہے تحقیق اللہ تعالیٰ  
ان لوگوں کو جن کے پاس کئی امن کا معاملہ یا خوف کی کوئی بات پیش آئے اولی الامر کی طرف (اس  
معاملہ کی تحقیق کے بارے میں) رجوع کا حکم دیا اور اہل معرفت کی طرف رجوع خالی نہیں یا تو اس واقع  
میں نص موجود ہوگی یا نہیں، بصورت اول باطل (یعنی اس واقع کی معرفت میں رجوع جس میں نص  
موجود ہے) اس لئے کہ اس صورت میں استنباط باقی نہیں رہے گا کیونکہ جس سے کسی واقع میں نص  
مروی ہو کہ اس کی بابت یہ نہیں کہا جائے گا کہ اس نے حکم مستبط کیا پس ثابت ہو گیا کہ اللہ تعالیٰ نے  
مکلفین کو (تحقیق حال کے لئے) پیش آمدہ واقعہ کو اہل استنباط پر رد کرنے کا حکم دیا، اگر استنباط حجت  
شرعیہ نہ ہوتا تو اللہ تعالیٰ مکلف کو اس رد کا حکم نہ دیتے پس ثابت ہو گیا کہ استنباط حجت ہے اور قیاس یا  
تو (خود نفس) استنباط ہوگا یا استنباط کے تحت داخل ہوگا (بہر صورت) اس کا حجت ہونا ثابت ہو گیا جب  
یہ ثابت ہو گیا تو ہم کہتے ہیں کہ آیت مذکورہ درج ذیل امور پر دلالت کر رہی ہے۔

(۱) کہ بعض احکام وہ ہیں جو نص سے نہیں پہچانے جاسکیں گے بلکہ استنباط سے ثابت کیے

جائیں گے۔

احادیث مبارکہ کے وہ گہرے اور گہنی مسائل جو ابتداء سے ان میں موجود ہیں اور ہر کس و نا کس کا ذہن وہاں تک نہیں پہنچتا کو ظاہر کرنے والا ہوتا ہے شریعت ساز نہیں ہوتا مجتہد اگرچہ معصوم نہیں ہوتا لیکن مطعون بھی نہیں ہوتا کہ اس کے اجتہاد پر کوئی طعن کرے کیونکہ وہ اپنے ہر اجتہاد میں ماجر ہوتا ہے اگر وہ صواب کو پالے تو دواجر کا مستحق ہے ورنہ ایک کا (کما فی حدیث البخاری) یہ مقام امت میں مجتہد کے علاوہ کسی کو نصیب نہیں کہ اس کی خطا پر اجر کا وعدہ ہو۔

الحاصل: یہی دو ہستیاں (رسول اللہ ﷺ اور مجتہد) دین میں تحقیق، تشریح اور تفصیل کی حق دار ہیں اور دین کی پہلے سے دار ہیں، یہ بھی اللہ تعالیٰ کا بہت بڑا فضل اور مہربانی ہے کہ تحقیق اور اجتہاد کا بوجھ ہم جیسوں ضعیفوں کے کندھوں پر نہیں ڈالا بلکہ مجتہدین کی تحقیق پر عمل کرنے کا حکم دے کر ایک طرف دین کو نا اہلوں کی تحریف سے بچالیا دوسری طرف ہمیں اطمینان ہے کہ مجتہد کی رہنمائی میں کیا ہوا عمل یقیناً اللہ تعالیٰ کے دربار میں مقبول ہے اور ایک اجر کا بھی پکا یقین ہے اور دوسرے اجر کی اس کی رحمت واسعہ سے امید ہے۔ لیکن اللہ تعالیٰ کے فضل اور مہربانی کی بھی بعض لوگوں نے قدر نہ کی اور مجتہدین سے بغاوت کر کے اپنی کم فہمی اور کج فہمی سے دین کی نئی نئی تشریحات شروع کر دیں، مجتہد کے بارے میں اللہ اور رسول ﷺ نے یہی بتایا تھا کہ وہ اللہ تعالیٰ اور رسول ﷺ کا مسئلہ ہی بتاتا ہے لیکن ان حضرات نے اس کے خلاف یہ پرو پگنڈہ شروع کر دیا کہ مجتہد اللہ تعالیٰ اور رسول ﷺ کے خلاف مسئلے بتاتے ہیں۔ مجتہد کی تقلید شرک فی الرسالہ ہے تمام حنفی، شافعی، مالکی، حنبلی مشرک ہیں۔ ائمہ کرام نے دین کے ٹکڑے ٹکڑے کر ڈالے ہیں۔ ائمہ مجتہدین کو چھوڑ کر اپنی اپنی حدیث نفس کا اتباع شروع کر دیا اور نام اہل حدیث رکھ دیا اور اپنے بھائیوں کی طرح کہنے لگے کہ اہل حدیث نیا فرقہ نہیں جب سے حدیث ہے اس وقت سے اہل حدیث ہیں۔

### نا اہل کا مقام:

نا اہل چونکہ کتاب و سنت کی تحقیق کا اہل نہیں ہوتا اس لئے اس کا مقام، اہل کی تقلید کرنا ہے۔

اپنی پاک وحی کی تشریح اپنی نگرانی میں معصوم پیغمبر ﷺ سے کرا دی تاکہ بندوں کے لئے اللہ تعالیٰ کے احکام سمجھنے اور عمل کرنے میں کسی پریشانی کا سامنا نہ ہو وہ حقوق بندگی پورے اطمینان کے ساتھ ادا کر سکیں۔ لیکن شیطان جو اولاد آدم کو گمراہ کرنے کی قسم کھا آیا تھا اس نے کہنے ہی لوگوں کو اپنے پیچھے لگا لیا کہ اللہ اور بندوں کے درمیان رسول کا واسطہ یقیناً ہے، لیکن اتنا جتنا ڈاکیہ اور جھٹی رساں کا ہوتا ہے اللہ تعالیٰ کے کلام کا پیچھا نہ اس کا کام ہے اور سمجھنا ہمارا اپنا کام ہے۔ وہ لوگ دین کے نام پر لوگوں کو بے دین کرنے لگے اور شیطان کے پیچھے لگ کر یوں کہنے لگے کہ رسول اللہ ﷺ مخلوق ہیں اگر ان کے کلام کو بھی مان لیا تو گویا مخلوق کو اللہ کے برابر مان لیا اور یہ شرک ہے چنانچہ پیغمبر پاک ﷺ سے منہ موڑ کر اپنی ذہنی سطح کے موافق اور اپنی خواہشات نفسانی کے موافق ایک نیا اسلام گھڑ لیا اس نئے اسلام کو اللہ تعالیٰ کا اسلام اور اصلی اسلام کو رسول کا گھڑا ہوا اسلام قرار دیا اور اپنا نام اہل قرآن رکھ لیا وہ لوگ اپنی ہر خواہش کو قرآن کا نام دیتے ہیں جن کا انگریز کے دور سے پہلے کوئی ترجمہ قرآن نہیں وہ قرآن کے مالک بن بیٹھے اور پوری امت کو رسول سمیت منکر قرآن قرار دیا بھولے بھالے لوگوں کو دھوکہ دیتے ہیں یہ غلط ہے کہ اہل قرآن نیا فرقہ ہے بلکہ جب سے قرآن ہے اسی وقت سے اہل قرآن ہیں کبھی کہتے ہیں کہ جب قرآن سچا تو اہل قرآن سچے تم قرآن کو سچا مان کر اہل قرآن کو جھوٹا نہیں کہہ سکتے۔ پہلے (معاذ اللہ) قرآن کو جھوٹا کہو پھر اہل قرآن کو جھوٹا کہہ لینا جب اہل قرآن کی خرافات جسے وہ قرآن کے نام سے پیش کرتے ہیں غلط ثابت کیا جاتا ہے تو فوراً یہ کہہ کر جان چھڑا جاتے ہیں ہم اس کو نہیں مانتے ہم صرف قرآن کو مانتے ہیں اگر آج کے اہل قرآن کو ماننا ضروری ہوتا تو رسول پاک ﷺ کو ہی مان لیتے ان کو کیوں چھوڑتے، اس طرح وہ شیطانی خرافات پھیلاتے بھی ہیں اور جان بھی بچاتے ہیں قرآن پاک نے خود اس طرز کو اتباع شیطان قرار دیا ہے نہ کہ اتباع قرآن۔

### مجتہد کا مقام:

مجتہد شریعت دان اور ماہر شریعت ہوتا ہے اور اس مہارت کی وجہ سے قرآن کریم اور



نہ کہ دین کی غلط تشریح کرنا۔

رسول اللہ ﷺ سے کسی سائل نے قیامت کے بارے میں سوال کیا، فرمایا: جب امانت ضائع کی جائے تو قیامت کا انتظار کر۔ سائل نے عرض کیا: حضرت! امانت کس طرح ضائع ہوتی ہے؟ فرمایا: جب کوئی امر، ناپلوں کے سپرد کر دیا جائے تو قیامت کا انتظار کر (بخاری ۱۴۱۱)۔

آپ ﷺ نے کس عالمگیر حقیقت کا انکشاف فرمایا ہے! بتائیے! کیا جب ڈاکٹری نسخے وکیل لکھنا شروع کر دیں تو ڈاکٹری پر قیامت نہ آجیگی؟ جب سونے کی جانچ ساروں کی بجائے گہارے لگیں تو قیامت نہیں آجیگی؟ اسی طرح جب دین کی تشریحات نا اہل کریں گے تو کیا دین پر قیامت نہ آئے گی؟

آپ ﷺ نے فرمایا کہ دین کا علم (کتاب و سنت کے الفاظ) نہیں اٹھایا جائے گا (بلکہ الفاظ کتاب و سنت یہی رہیں گے) مگر اس کے علماء اٹھائے جائیں گے، یہاں تک کہ کوئی باقی نہ رہے گا تو لوگ ناواقفوں کو اپنا دینی پیشوا بنالیں گے اور وہ بغیر علم کے فتوے دیں گے، خود گمراہ ہوں گے اور دوسروں کو گمراہ کریں گے (صحیح بخاری)۔

دین کے اصل علماء، مجتہدین ہی ہوتے ہیں، بعد کے علماء، ناقل ہیں۔ جو نا اہل ہو کر خود اجتہادی پر اتر آتے ہیں وہ خود بھی گمراہ ہوتے ہیں اور دوسروں کو بھی گمراہ کرتے ہیں۔ اگرچہ لوگوں کو دھوکہ دینے کے لئے اس گمراہی کا نام خوبصورت سا رکھ لیا جائے، جیسے انکار حدیث کی گمراہی کا نام "اہل قرآن" رکھ لیا گیا۔ صرف نام بدلنے سے حقیقت تو نہیں بدلتی۔ کیا تحریف القرآن کا نام "تفہیم القرآن" رکھنے سے حقیقت بدل گئی؟ تیرا بازی کا نام "تہذیب صالح" رکھنے سے حقیقت بدل گئی؟ نہیں.... ہرگز نہیں.... جس طرح اہل قرآن پر فاسق و فاجر کو قرآن کے سمجھنے سمجھانے کا حق دیتے ہیں مگر نبی معصوم ﷺ سے یہ حق چھیننا چاہتے ہیں، اسی طرح اہل حدیث پر فاسق و فاجر، ہر جاہل، کندہ ناز اش کو اجتہاد کا حق دیتے ہیں مگر ائمہ مجتہدین جن کا مجتہد ہونا دلیل شرعی یعنی اجماع امت سے ثابت ہے اور وہ یقیناً اپنے ہر فیصلے میں ماجر ہیں، ان سے یہ حق چھیننا چاہتے ہیں۔ اہل قرآن و اہل حدیث کا ایک ہی

مشن ہے کہ لوگ نجی معصوم اور مجتہد ماجور کو چھوڑ کر جاہلوں کو اپنا دینی پیشوا بنالیں، جو خود بھی گمراہ ہوں اور دوسروں کو بھی گمراہ کریں۔

غلطی نمبر ۲ کا بطلان:

قاریین کرام! ہر قسم کے اختلاف کو منکالت و گمراہی اور حق و باطل کا اختلاف کہنا بذات خود بہت بڑی گمراہی ہے اور متعدد باطل نظریات کا پیش خیمہ ہے ذیل میں اس کی تفصیل ملاحظہ ہو۔

اقسام اختلاف:

اختلاف کی تین قسمیں ہیں۔ ۱۔ دین میں اختلاف، اس کو اسلام اور کفر کا اختلاف بھی کہتے ہیں۔ ۲۔ سنت اور بدعت کا اختلاف، یعنی ایک جانب اہل سنت و الجماعت ہوتے ہیں اور دوسری جانب اہل بدعت والہواء ہوتے ہیں۔ ۳۔ اجتہادی اختلاف، یعنی ایک مجتہد فروعی مسائل میں سے ایک مسئلے کا جو حکم بتاتا ہے دوسرا مجتہد اس کے خلاف بتاتا ہے۔

اختلاف کی پہلی قسم کی تفصیل:

دین میں اختلاف یہ اسلام اور کفر کا اختلاف ہے تمام ضروریات دین کو ماننا ایمان اور اسلام ہے اور کسی ایک امر ضروری کا انکار یا تاویل باطل کرنا کفر ہے۔

مثال: عقیدہ ختم نبوت ضروریات دین میں سے ہے اب اگر کوئی یہ کہے کہ میں آپ ﷺ کو خاتم النبیین نہیں مانتا تو وہ انکار کی وجہ سے کافر ہے اور اگر کوئی کہے کہ میں خاتم النبیین تو مانتا ہوں لیکن خاتم النبیین کا معنی آخری نبی نہیں، بلکہ اس کا معنی ہے "نبی کریم" یعنی آپ ﷺ مہریں لگا لگا کر نئے نبی بنایا کرتے تھے تو یہ بھی کافر ہے تاویل باطل کی وجہ سے۔

ضروریات دین کا مطلب:

ضروریات دین وہ امور دینیہ ہیں جو ایسی نصوص اور دلیل سے ثابت ہو جس کا ثبوت اور معنی پر دلالت دونوں قطعی اور یقینی ہوں اور ان امور کا دین میں سے ہونا ہر اس شخص کو معلوم ہو جس کا تصور ابہت



دین سے تعلق ہو۔

تنبیہ:

ضروریات دین میں پوری امت مسلمہ کا اتفاق ہے ان میں اختلاف صرف ضعیفی اور معاندیت و ہت و ہرم ہی کر سکتا ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے وھدیناہ النجیدین (البلد) اور ہم نے انسان کو دونوں راستے بتلائے ہیں یعنی جنت کا راستہ جس کو دین اسلام کہا جاتا ہے اور جہنم کا راستہ جس کو کفر کہا جاتا ہے دونوں اللہ تعالیٰ نے بتائے ہیں۔

قارئین کرام! فوراً کر کے فیصلہ کیجیے جب بتانے والے اللہ تعالیٰ ہیں تو پھر کس منہ سے ہم کہیں گے کہ جہنم کا راستہ کاپتہ نہیں چلتا کیا اللہ تعالیٰ سے بہتر وضاحت اور کھول کر بیان کرنے والا کوئی اور ہو سکتا ہے؟

برادران محترم: ہمارا امتحان اس میں نہیں لیا جا رہا کہ اللہ تعالیٰ نے جنت و جہنم کے راستوں کو مخفی اور گول مول بیان کر کے ہمیں پکڑ میں ڈال دیا ہو کہ کوشش اور ریاضت سے معلوم کرتے رہو جس کو معلوم ہو جائے وہ کامیاب و رند ناکام۔ بلکہ ہمارا امتحان اس میں لیا جا رہا ہے کہ ہم نے صاف صاف کھول کر جنت کا راستہ بھی بتایا ہے اور جہنم کا بھی، اب تیرا امتحان ہے کہ تو کس راستہ پر چلتا ہے جو جنت کے راستے یعنی دین اسلام پر چلے گا کامیاب ہوگا اور جو شیطان اور نفس کے بہکانے سے جہنم کے راستے یعنی کفر کو اختیار کرے گا ناکام ہوگا۔ ایک اور آیت میں اللہ تعالیٰ نے ان دونوں راستوں کا بیان یوں فرمایا ہے اھلہمھا فجورھا وتقوھا (الشمس) پھر اللہ تعالیٰ نے ہر نفس کو فوراً یعنی جہنم کا راستہ اور تقویٰ یعنی جنت کے راستہ کا الہام کیا یعنی بتا دیا کہ یہ جنت کا راستہ ہے اور یہ جہنم کا راستہ۔

اختلاف کی دوسری قسم کی تفصیل:

یعنی سنت اور بدعت کا اختلاف، اسکی مختصر تفصیل یہ ہے کہ اسلام میں داخل ہونے والوں کے بارے میں آپ ﷺ نے فرمایا کہ میری امت میں بہتر فرقے ہوں گے بہتر ان میں سے

دور فنی ہوں گے اور ایک جنتی حضرات صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ وہ جنتی فرقہ کون سا ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا "ما انا علیہ واصحابی" یعنی وہ فرقہ جس کا طریقہ میری سنت کے موافق اور میرے صحابہ کی چال چلن کے مطابق ہو (المشکوہ ص ۳۰)

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ یہ بہتر فرقے سب کے سب دین محمدی میں داخل ہونے کی وجہ سے محمدی ہیں مگر نجات پانے والے صرف سنی محمدی ہیں۔

تائید از مولانا ثناء اللہ امرتسری غیر مقلد صاحب:

جناب نے تو یہاں تک فرمایا ہے کہ دائرہ محمدیت میں مرزائی بھی شامل ہیں۔ لکھتے ہیں اسلامی فرقوں میں خواہ کتنا بھی اختلاف ہو مگر آخر کار نقطہ محمدیت پر جو درجہ ہے والذین معہ کا سب شریک ہیں (الی قولہ) مرزائیوں کا سب سے زیادہ مخالف میں ہوں مگر نقطہ محمدیت کی وجہ سے ان کو بھی اس میں شامل سمجھتا ہوں (اخبار اہل حدیث ۱۶ اپریل ۱۹۱۵ بحوالہ تجلیات مقررہ ۲/۲ ص ۴۶)

وجہ پ واقعہ اور وضاحت حدیث:

حضرت مولانا منصور علی صاحب فرماتے ہیں ہم کو ایک نئے بگڑے ہوئے لاندہب سے ملاقات کا اتفاق ہوا تو ہم نے پوچھا کہ آپ کا کون سا مذہب ہے جواب دیا محمدی ہم نے کہا سبحان اللہ! یہ تو سوال از آسمان جواب از رہمان ہوا ہم کو دین محمدی پوچھنا مقصود نہیں ہم تو مذہب پوچھتے ہیں اور دین و مذہب میں تو استعمالات عام خاص کا بڑا فرق ہے جب آپ نے ہمارے ساتھ نماز پڑھی اور ہمارے سلام کا اسلامی جواب دیا اور نام پڑھا مسلمانوں کا سا بتایا تو ہم کو آپ کا محمدی ہونا معلوم ہوا ہاں اگر ہمیں آپ کا اہل اسلام سے ہونا معلوم نہ ہوتا اور گمان ہوتا کہ شاید آپ یہودی یا عیسائی ہیں تو اس کے جواب میں آپ کا محمدی فرمانا صحیح ہوتا (جو بات ہمیں پہلے سے معلوم تھی وہ ہمارے بغیر پوچھتے ہمیں بتا دی اور جو ہم معلوم کرنا چاہتے تھے وہ پوچھتے پر بھی نہ بتائی) پھر ہم نے پوچھا آپ نے کچھ علم معانی اور بیان پڑھا ہے تاکہ آپ کو بات سمجھنے اور سمجھانے کا سلیقہ ہو۔ جواب دیا یہ دینی علوم نہیں بلکہ بدعت ہیں کیونکہ پڑھنا

ہم نے کہا سچ ہے ہم کو آپ کے پہلے بے محل جواب ہی سے آپ کا مبلغ علم معلوم ہو گیا تھا، اب ان علوم کا بدعت کہنے سے مزید علم ہو گیا :

پہلے ہی سے نہ ان کی قسمی کچھ قدر و منزلت مضمون خط نے اور ڈیوڈی رہی سہی پھر کہا کہ مذہب پوچھنے سے آپ کا کیا مقصود ہے اور آپ کی کیا غرض ہے؟ ہم تو اہل حدیث سے ہیں، حدیث کے موافق ہم سے سوال کیجئے پھر جواب لیجئے ہم نے کیا حدیث شریف سنئے کہ فرمایا آنحضرت ﷺ نے میری امت میں ۷۳ فرقے ہونگے، ۷۲ ان میں سے دوزخی ہیں اور ایک جنتی۔ صحابہ رضی اللہ عنہم نے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ وہ جنتی فرقہ کون سا ہے؟ فرمایا رسول اللہ ﷺ نے وہ فرقہ جس کا طریقہ میری سنت کے موافق اور میرے صحابہ کے چال چلن کے مطابق ہو، اور وہ اہل السنۃ والجماعۃ ہے۔ ہم نے جو آپ سے پوچھا کہ آپ کا مذہب کیا ہے تو ہمارا مطلب یہ تھا کہ آپ محمدی، قدری وغیرہ دوزخی فرقوں میں سے ہیں یا حنفی، مالکی، شافعی وغیرہ جنتی فرقوں میں سے؟ تاکہ حق و باطل، ناجی و ناجی میں فرق ہو جائے اور لفظ محمدی سے ہمارا مقصود حاصل نہ ہوا کیونکہ ۷۳ فرقے سب محمدی ہیں۔ آپ کا محمدی ہونا ہمیں معلوم ہے یہ معلوم نہیں کہ دوزخی محمدی ہیں یا جنتی محمدی؟ کیونکہ ناجی جماعت کے، باتفاق علماء اہل السنۃ چار مذہب ہیں حنفی، شافعی، حنبلی، مالکی اب لا مذہب صاحب سے کوئی جواب بن نہ آیا تو گھبرا کر بول اٹھے کہ ہم اور ہمارے سب باپ دادا حنفی المذہب تھے لیکن ہم نے ایک لا مذہب کے بہکانے سے اپنا نام محمدی رکھا (جیسے مرزائیوں نے مرزا کے بہکانے سے اپنا نام احمدی رکھا)، تفصیل اس کی اس طرح ہے کہ ہم سے اس نے اس طرح پوچھا کہ تم کلمہ کس کا پڑھتے ہو؟ ہم نے کہا کہ محمد رسول اللہ ﷺ کا۔ کہا شاباش۔ پھر پوچھا قبر میں منکر نکیر نبی کا نام پوچھیں گے تو کیا بتاؤ گے؟ ہم نے کہا: محمد رسول اللہ ﷺ۔ کہا: آفرین، بڑا اک اللہ۔ جب دنیا میں، برزخ میں اور آخرت میں جس نام سے تمہاری مخلصی اور نجات ہوگی، بڑا افسوس ہے کہ اس کو چھوڑ کر تم حنفی بن گئے؟ بندہ خدا! محمدی بن جاؤ اور کوئی مذہب تم سے پوچھے تو یہی بتاؤ۔ پس میں اس روز سے اپنے آپ کو محمدی کہنے لگا۔

لیکن اس لطیف نکتہ کو نہ سمجھا کہ واقعی محمدی کے کہنے سے سوائے ایضاح واضح اور اعلام معلوم کے کچھ فائدہ نہیں اور نہ سائل کو اس جواب سے تسکین ہو سکتی ہے، بلکہ یہ جواب سوال کے منافی ہے۔ اب میں خوب سمجھ گیا کہ حنفی ہرگز محمدی کے منافی نہیں بلکہ حنفی محمدی ہی ہے (جیسے پنجابی پاکستان کے خلاف نہیں بلکہ پنجابی پاکستانی ہی ہے)۔ خلاف اس کے کہ محمدی کہنے میں قباحت اشتراک فرق باطلہ (۷۲ دوزخی فرقوں) سے ہونے کا امتیاز فرقہ حق کا یہ بھی نہیں لگتا۔ (فتح المبین ص ۳۷۱) اس کتاب پر عرب و عجم کے ۴۶۶ علماء کی مہریں ہیں۔ اس سے معلوم ہوا کہ غیر مقلد کے لئے لا مذہب کا لفظ عرب و عجم کے علماء کا رجسٹرڈ ہے۔ (تجلیات صفحہ ۲ ص ۵۶)

الحاصل دوسرا اختلاف دائرۃ اسلام میں سنت اور بدعت کا اختلاف ہے۔ یہاں ایک اہل السنۃ والجماعۃ اور سواد اعظم ہے اور باقی ۷۲ فرقے ہیں جو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے طریقے سے کٹنے کی وجہ سے فرقہ کہلائے۔

### اہل بدعت اور اہل سنت کی پہچان :

اہل سنت وہ لوگ ہیں جو تمام ضروریات اہل سنت کو مانتے ہیں، ان میں سے ایک کا انکار کرنے والا بھی اہل سنت سے خارج ہوتا ہے، اور اہل بدعت فرقوں شامل ہو جاتا ہے۔ جس نے تقدیر میں اہل سنت کے عقیدے کی غلط تاویل کی تو وہ اہل سنت نہ رہا بلکہ اہل بدعت اور قدریہ فرقے میں شامل ہو گیا۔ اور جس نے عقیدۂ عقاب قرآن میں غلط تاویل کر دی، وہ اہل بدعت اور معتزلہ فرقہ میں شامل ہو گیا۔

### تیسرے اختلاف کی تفصیل :

یعنی اجتہادی اختلاف، یہ اختلاف اہل سنت میں دائر ہے۔ اس اختلاف کی وجہ سے نہ فرقے بنتے ہیں اور نہ ہی یہ حق و باطل اور جنت و جہنم کا اختلاف ہے۔ یہی وجہ ہے کہ صحابہ کرام، تابعین عظام اور تبع تابعین رضی اللہ عنہم میں باوجود اتفاق عقائد کے فروع میں اختلاف ہوتا تھا۔ کیا اس فروغی اختلاف کی وجہ سے ان کو اہل حق سے نکال کر دوزخی فرقوں میں کوئی (بد نصیب) داخل کر سکتا ہے؟



سوال :

مجتہدین ماجور ہوتے ہیں یا مطعون کہ ان کو برا بھلا کہا جائے؟

جواب :

مجتہدین حضرات رحمہ اللہ ناجی حدیث رسول ﷺ کے مطابق ہر صورت میں ماجور ہیں۔

عن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ سمع رسول اللہ ﷺ يقول : اذا حكم الحاكم فاجتهد فاصاب فله اجران و اذا حكم فاجتهد ثم اخطأ فله اجر (بخاری ۱۰۹۲۲، مسلم ۷۶۲)

یعنی جب حاکم اجتہاد سے فیصلہ کرے اور صحیح فیصلے پر پہنچ جائے تو اس کو دو اجر ملتے ہیں اور اگر حاکم اجتہاد سے فیصلہ کرے اور اس سے خطا ہو جائے تو ایک اجر کا مستحق ہے۔ اس حدیث مبارک سے معلوم ہوا کہ مجتہد معصوم تو نہیں ہوتا کیونکہ اجتہاد میں خطا کا احتمال بھی ہے مگر وہ مطعون بھی نہیں ہوتا کیونکہ اس پر زبان طعن دراز کی جائے بلکہ مجتہد کے لئے ہر حال میں اجر و ثواب موجود ہے خواہ وہ اجر کا مستحق ہو یا ایک اجر کا۔

قارئین کرام ! جس کو اللہ تعالیٰ اجر دے رہا ہے ان پر اعتراض کرنے والا اپنا ہی نقصان کرتا ہے۔ مجتہد کا ذرہ برابر بھی نقصان نہیں۔

جنت کے قافلے :

الحاصل ہر مجتہد جنت کے قافلے کا سردار اور اس کا امیر ہے۔ مسلمانان عالم ان کی رہنمائی میں جنت کی طرف رواں دواں ہیں۔ برادران محترم ! اس حدیث مبارک سے یہ بھی معلوم ہوا کہ مجتہدین کا اختلاف جنت دوزخ اور ایمان و کفر اور حق و باطل کا اختلاف نہیں کہ ایک مجتہد کے قافلے کو جنت اور حق کا قافلہ کہا جائے اور دوسرے مجتہد کے قافلے کو دوزخ اور باطل کا قافلہ کہا جائے۔ کیونکہ دوزخ اور باطل کی طرف رہنمائی کرنے والے کو ہر گز اجر نہیں ملتا۔ جبکہ یہاں حدیث مبارک میں ہر صورت میں اجر کا وعدہ ہے۔

سوال :

حدیث میں حاکم کا ذکر ہے جس سے حکمران مراد ہیں اگر کسی نے اس سے مجتہد مراد لیا ہو تو ثبوت پیش کیا جائے۔

جواب :

حدیث میں حاکم سے مجتہد اور ایسا عالم جو حکم اور استنباط کی اہلیت رکھتا ہو، کو مراد لینے کا پوری امت مسلمہ کا اجماع ہے اور خود غیر مقلدین نے بھی اس حدیث کو دیکھ کر بادل ناخواستہ اجتہادی مسائل کا اقرار کیا ہے۔

(۱) اجماع مسلمین :

قال الامام النووي رحمه الله تعالى : قال العلماء : اجمع المسلمون ان هذا الحديث في احكامهم عن اهل للحكم فان اصاب فله اجران ، اجر باجتہاده و اجر باصابته ، و ان اخطأ فله اجر باجتہاده .... قالوا : فاما من ليس باهل للحكم فلا يحل له فان حكم فلا اجر له بل هو آثم لا يستقل حكمه سواء وافق الحق أم لا ، لأن اصابته اتفاقيه ليست صادرة عن أصل شرعي ، فهو عاص في جميع احكامه سواء وافق الصواب أم لا ، و هي مردودة كلها لا يعذر في شيء من ذلك (النووي شرح مسلم ۷۶۲، قدیمی مکتب خانہ)

یعنی حضرات علماء کرام رحمہم اللہ ناجی نے فرمایا ہے کہ سب مسلمانوں کا اس بات پر اجماع اور اتفاق ہے کہ اس حدیث میں حاکم سے مراد ایسا عالم ہے جس میں حکم، فیصلہ اور استنباط کی اہلیت و صلاحیت ہو، پس اگر یہ صحیح فیصلے تک پہنچ جائے تو اس کے لئے دو اجر ہیں، ایک اجتہاد کی وجہ سے اور ایک صحیح فیصلے کی وجہ سے۔ اور اگر اس سے خطا ہو جائے تو بھی اس کو اجتہاد کی وجہ سے ایک اجر ملتا۔ انہوں نے فرمایا کہ وہ شخص جس میں فیصلے اور استنباط کی اہلیت نہیں اس کے لیے اجتہاد و استنباط جائز نہیں، اگر باوجود نااہلی ہونے کے اس نے اجتہاد کر کے کوئی فیصلہ کیا اور مسئلہ بتایا تو اس کو اجر نہیں



علامہ وحید الزمان غیر مقلد فرماتے ہیں: اس حدیث سے معلوم ہوا کہ امت محمدی علی صاحبہا الصلوٰۃ والسلام میں جتنے علماء مجتہدین گزرے ہیں جیسے امام شافعی امام مالک امام ابو حنیفہ کوئی، امام اجل احمد بن حنبل، امام داؤد و ظاہری امام سفیان ثوری، امام ابو زاعی امام اسحاق بن راہویہ، امام بخاری، امام اہلب، امام سہون، امام ابن المبارک، امام ابن شبرمہ، امام ابن ابی لیلی، امام کعب، امام ابو یوسف، امام محمد، امام زفر، امام مزنی، امام طحاوی، امام ابو ثور، امام ابن منذر، امام لیث بن سعد، امام ابن تیمیہ، امام ابن جریر طبری، امام شوکانی، ان سب لوگوں کے لیے ہر ایک مسئلہ اختلافی میں اجر اور ثواب ہوا ہے گوان سے خطا اور غلطی ہوئی ہو اور اس وجہ سے ہر ایک مجتہد اور امام کا احسان ماننا چاہئے کہ انہوں نے خدا کے واسطے دین میں کوشش کی اور ان کی برائی اور بدگوئی سے باز رہنا چاہئے، راضی ہو اللہ ان سب بزرگوں سے آمین یا رب العالمین (اردو ترجمہ صحیح مسلم ص ۳۷۷)

الحاصل: اس حدیث میں آپ ﷺ نے ہر مجتہد کو ماحور فرمایا ہے اور اس پر سب کا تقریباً اتفاق ہے کہ اس حدیث میں حاکم سے جاہل اور ان پڑھ حاکم مراد نہیں جیسے فی زمانہ حکمران ہیں۔ بلکہ حاکم سے مراد وہ شخص ہے جو عالم ہو اور عام بھی نہیں بلکہ اس میں حکم اور فیصلے کی اہلیت ہو یعنی قرآن و احادیث مبارکہ میں غور و فکر کر کے مسائل نکال سکتا ہو۔

فروغی اور اجتہادی اختلاف کو گمراہی کہنا، گمراہی ہے!

اجتہادی اور فروغی مسائل میں اختلاف احادیث مبارکہ، آثار صحابہ و تابعین سے ثابت ہے لہذا اس اختلاف کو گمراہی کہنا احادیث و آثار کا انکار اور گمراہی ہے۔

اجتہادی اور فروغی مسائل میں اختلاف کو مذموم سمجھنے کے نقصانات:

اجتہادی اور فروغی مسائل میں اختلاف حدیث کی رو سے محمود ہیں ہے اس کو مذموم اور حق و باطل اور جنت و جہنم کا اختلاف سمجھنا درج ذیل نقصانات اور باطل نظریات کا پیش خیمہ ہے۔

(۱) افتراق امت کا نقصان:

مٹے گا بلکہ اس کی وجہ سے گناہ گار ہوگا اور اس کا یہ فیصلہ نافذ نہ ہوگا خواہ حق کے موافق ہو یا مخالف، اس لیے کہ اس کا صحیح بات کہنا ایک اتفاقی امر ہے کسی شرعی اصول پر مبنی نہیں لہذا یہ تاہل تمام فیصلوں اور مسکوں کے بتانے سے گناہ گار ہوگا خواہ وہ حق کے موافق ہو یا نہ ہو، اور اس کے یہ تمام فیصلے مردود ہوں گے اور اس کو کسی بھی بات میں معذور نہیں سمجھا جائے گا۔

اس کی بنیادی وجہ یہ ہے کہ اس نے اگر ایک مسئلہ صحیح بتا دیا ہے تو اس کے غلط بتائے گا، کیونکہ ہے تو یہ تاہل۔ اور جس طرح تاہل اکثر علما کے کرنے سے گناہ گار ہوتا ہے اگر چاہے اس کے علما کے کسی کو شفاء بھی ہو جائے۔ اسی طرح غیر مجتہد اور تاہل پر قرآن و حدیث سے مسائل نکالنے پر پابندی ہے، لہذا اختلاف و رزی کرے گا تو گناہ گار ہوگا اور اس کا کوئی عذر نہ سنا جائے گا۔ (حضرت مولانا مفتی احمد)

(۲) غیر مقلد مولانا عبد العزیز نورستانی کا فیصلہ:

مولانا نورستانی صاحب نے بندہ کے ایک خط کے جواب میں صاف اقرار کیا ہے کہ یہ حدیث اجتہادی مسائل سے متعلق ہے، اجتہادی مسائل کا انکار اس حدیث کا انکار ہے۔ جناب نورستانی صاحب کے اپنے الفاظ یہ ہیں:

”حاشا وکلا الحمد یثوں نے کبھی اجتہادی مسائل سے انکار نہیں کیا، رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”اذا حکم الحاكم فاجتهد فأصاب فله اجران و اذا حکم فاجتهد ثم أعطا فله اجر“

الحمد ریت اس حدیث کے ہوتے ہوئے اجتہادی مسائل سے کب انکار کر سکتے ہیں جبکہ ان کا دعویٰ ہی عمل بالحدیث ہے۔“

تنبیہ:

جناب نورستانی صاحب کا یہ لفظ اس کے اپنے لیٹر پیڑ پر لکھا ہوا بندہ کے پاس محفوظ ہے۔ یہ خط برادر مقرر الدین (پشاور والے) کے واسطے سے بندہ کو وصول ہوا ہے۔ جو صاحب تصدیق کرنا چاہیں وہ خود بندہ سے مل کر اپنی آنکھوں سے ملاحظہ کر سکتے ہیں۔

اس کے بعد امام ترمذی رحمہ اللہ نے جہر کا ذکر فرمایا ہے۔ فرماتے ہیں :

وقد قال بهذا ( بالجهر بالتسمية ) عدة من أصحاب النبي ﷺ منهم أبو هريرة و ابن عمر و ابن عباس و ابن الزبير و من بعدهم من التابعين رأوا الجهر بسم الله الرحمن الرحيم .

یعنی یہ چند صحابہ ابو ہریرہ، ابن عمر، ابن عباس، ابن زبیر اور ان کے بعد تابعین رحمہم جہری نمازوں میں بسم اللہ الرحمن الرحیم کو بلند آواز سے کہنے کے قائل تھے۔ (جامع الترمذی ۵۷۵)

تنبیہ :

راج قول آہستہ بسم اللہ الرحمن الرحیم پڑھنے کا ہے۔

دلیل :

اجماع اکثر اہل العلم من الصحابة و الخلفاء الراشدين رحمہم

(۲) سلام کے ایک اور دو ہونے میں اختلاف :

امام ترمذی رحمہ اللہ فرماتے ہیں :

وعليه (على التسليمين) أكثر أهل العلم من أصحاب النبي ﷺ والتابعين و من بعدهم .

یعنی صحابہ و تابعین اور تبع تابعین رحمہم میں سے اکثر اہل علم نماز کے آخر میں دو سلام کے قائل تھے۔ اور امام ترمذی رحمہ اللہ نے ایک سلام کے سلسلہ میں فرماتے ہیں :

و رأى قوم من أصحاب النبي ﷺ و التابعين وغيرهم تسليمية واحدة في المكتوبة .

یعنی آپ ﷺ کے صحابہ اور تابعین و من بعدہم میں سے ایک جماعت فرض نماز میں صرف ایک سلام کی قائل ہے (جامع الترمذی ۶۶)

تنبیہ :

جب تک امت اجتہادی اور فروعی اختلاف کو مذموم نہیں سمجھتی تھی تو اختلاف کے باوجود ان میں اتحاد اور محبت تھی، دیکھئے صحابہ کرام رحمہم اور تابعین و تبع تابعین اور ائمہ مجتہدین رحمہم اللہ کے درمیان درجنوں اور سینکڑوں فروعی اور اجتہادی مسائل میں اختلاف کے باوجود اتحاد اور محبت کا پایا جانا اس کی واضح دلیل ہے کہ وہ حضرات اجتہادی اختلاف کو محمود، اچھا اور موجب اجر سمجھتے تھے۔ اسے ہر گز ہرگز حق و باطل اور جنت و جہنم کا اختلاف نہیں گردانتے تھے۔

اس کے برخلاف جب سے یہ عالمی فرقہ غیر مقلدین پیدا ہوا ہے، جنہوں نے اس اجتہادی اور فروعی اختلاف کو کفر و اسلام، حق و باطل اور جنت و دوزخ کے اختلاف کا درجہ دیا ہے، اس وقت سے اہل اسلام میں افتراق، انتشار اور ایک دوسرے کے خلاف خطرناک فتویٰ سامنے آرہے ہیں۔ کمال غلطی (۲) ضلالت صحابہ رحمہم کا نظریہ :

جب اس اجتہادی اختلاف کو حق و باطل کا اختلاف کہا جائے گا تو اس کا لازم نتیجہ یہ ہوگا کہ صحابہ و تابعین و تبع تابعین اور ائمہ مجتہدین رحمہم میں سے بعض حق پر تھے اور بعض باطل پر، بعض جنتی تھے اور بعض (نعوذ باللہ) دوزخی تھے کیونکہ اجتہادی اختلاف ان حضرات میں بھی تھا۔ اس کی چند مثالیں ذیل میں ملاحظہ ہوں....

صحابہ و تابعین و من بعدہم میں اختلاف کی چند مثالیں۔

(۱) بسم اللہ الرحمن الرحیم کے جہر و سر میں اختلاف

امام ترمذی رحمہ اللہ فرماتے ہیں :

والعمل عليه (ترك الجهر بالتسمية) عند أكثر أهل العلم من أصحاب النبي ﷺ منهم أبو بكر و عثمان و علي و غيرهم من بعدهم من التابعين رحمہم

یعنی خلفاء راشدین وغیرہ صحابہ و تابعین رحمہم آہستہ بسم اللہ پڑھنے کے قائل تھے جہری نمازوں میں۔

راخ قول دو مسلمانوں کا ہے۔

دلیل :

صحابہ و تابعین و من بعدہم رحمہم اللہ کی اکثریت کا اجماع ہے۔

(۳) ضلالت اکابر علماء غیر مقلدین :

قارئین کرام ! نام نہاد اہل حدیث نے اجتہادی اختلاف کی بناء پر ائمہ مجتہدین پر امت میں پھوٹ ڈالنے کا مذہب ڈال دیا ہے۔ اب ذرا خود ان کے مابین چند عقلمن قسم کے اختلاف کی مثالیں ملاحظہ فرمائیں اور پھر ان سے پوچھیے کہ جناب ! آپ کے ان اکابر میں سے حق پر کون ہے اور باطل پر کون؟ اور کیا یہ حضرات امت میں پھوٹ ڈالنے کے مجرم نہیں؟ آخر کیا وجہ ہے کہ قرآن وحدیث پر عمل کرنے کے دعویدار اختلاف کا شکار ہو گئے؟

اوروں کی کیا پڑی ہے اپنی نیب تو

غیر مقلدین میں اختلاف کی مثالیں :

(۱) مردے سنتے ہیں یا نہیں :

غیر مقلدین کے شیخ اکمل سید نذیر حسین دہلوی اور مولانا ثناء اللہ امرتسری دونوں مردوں کے سامع کے منکر ہیں جبکہ علامہ وحید الزماں (غیر مقلدوں کے مترجم اعظم) اپنے تمام نام نہاد اہل حدیثوں کا مذہب یہی سامع کا بتا رہے ہیں۔

مولانا ثناء اللہ غیر مقلد فتاویٰ ثنائیہ ج ۲ ص ۴۵، پر سامع موتی سے متعلق ایک سوال کے جواب میں لکھتے ہیں، ”جواب صورت مذکورہ کا یہ ہے کہ مردہ کلام نہیں سنتا اور نہ اس میں لیاقت سننے کی ہے جیسا کہ اس پر قرآن مجید شاہد عدل ہے۔ اسی طرح کا جواب فتاویٰ نذیریہ ج ۱ ص ۳۹۹، پر بھی ہے۔“

علامہ وحید الزماں غیر مقلد نزول الابرار ج ۱ ص ۴، پر لکھتے ہیں، ”ولو نادى الاموات

عند قبورهم يمكن أن يسمعو لأن الاموات لهم سماع عند أصحابنا أهل الحديث،  
صرح به الشيخان،“

ترجمہ : اگر مردوں کو ان کی قبروں کے پاس پکارے تو ان کا سنا ممکن ہے کیونکہ ہمارے اصحاب کے ہاں ان کے لئے سماع ثابت ہے۔

(۲) مسلمان مردہ کی ہڈیاں قابل احترام ہیں یا نہیں؟ :

مولانا ثناء اللہ امرتسری غیر مقلد قبر سے ایک مردے کی ہڈیاں نکال کر اس کی جگہ دوسری میت دفن کرنے کے قائل ہیں، جبکہ ابوسعید شرف الدین دہلوی غیر مقلد اس کے منکر ہیں۔

مولانا ثناء اللہ امرتسری فتاویٰ ثنائیہ ج ۲ ص ۳۹، پر قبر میں مردہ کی ہڈی سے متعلق ایک سوال کے جواب میں لکھتے ہیں : ”ایسی جگہ دفن کرنا منع نہیں ہڈی نکال کر مردہ دفن کر دیں۔“

ابوسعید شرف الدین دہلوی حوالہ بالا پر تعاقب کرتے ہوئے لکھتے ہیں : ”مسلم مردہ کا احترام لازم ہے، لہذا مسلم کی ہڈیوں کو یونہی رہنے دیا جائے اور دوسری قبر بنا کر دوسرے مردے کو دفن کر دیں۔“

(۳) امام کو رکوع میں یا نے والا، رکعت یا نے والا ہے کہ نہیں؟ :

مفتی عبدالستار صاحب غیر مقلد رکوع میں ملنے والے مقتدی کو رکعت پانے والا شمار کرتے ہیں، جبکہ مولانا ثناء اللہ امرتسری غیر مقلد اس کو رکعت پانے والا نہیں سمجھتے۔

مفتی عبدالستار صاحب غیر مقلد فتاویٰ ستاریہ ج ۱ ص ۵۴، پر لکھے ہیں : ”ہاں مدرک رکوع، مدرک رکعت ہے..... فریق اول (جو مدرک رکعت نہیں مانتے) نے قیام و قاتحہ کو ایسا مضبوط پکڑا ہے کہ وہ ہر حالت میں ان کی فرضیت کے قائل ہوتے ہیں، مدرک رکوع کی رکعت کو شمار نہیں کرتے بلکہ جو احادیث اس بارے میں وارد ہوتی ہیں ان کو ضعیف اور کمزور کہہ کر ٹال دیتے ہیں۔ لیکن میں اس امر کا قائل نہیں اور میرا ایمان تو یہ تھا ضامن نہیں کرتا کہ میں نبی ﷺ کے اقوال کو متضاد قرار دے کر دوسرے کو



”صورت مرقومہ میں نکاح جائز ہے حمل کے ظاہر ہونے سے یا اس کے اسقاط سے نکاح صحیح نہیں ہوا“ (رد المحتار)

اسی جواب کے نیچے مولانا ابوسعید شرف الدین دہلوی تعاقب کرتے ہوئے فرماتے ہیں :

”تکلم و اولات الاحمال اجلھن ان یضعن حملھن الایۃ یہ عدت کے اندر نکاح کیا گیا جو ہرگز صحیح نہیں پس دوبارہ نکاح کرنا لازم ہے (فتاویٰ ثابۃ ۳۳۰)

(۶) بیمار پر بعد صحت روزہ رکھنا واجب ہے یا نہیں؟

مولانا ثناء اللہ امرتسری غیر مقلد کے نزدیک بیمار اگر فوت ہو گیا تو روزے معاف ہیں اور اگر صحت یاب ہوا تو روزہ کے علاوہ فدیہ بھی دے سکتا ہے جبکہ مولانا ابوسعید شرف الدین دہلوی غیر مقلد کے ہاں موت کی صورت میں بھی بیماری کی وجہ سے چھوڑے گئے روزہ معاف نہیں بلکہ میت کا ولی اس کی طرف سے روزے رکھے گا اور تندرست ہونے کی صورت میں فدیہ دینا جائز نہیں بلکہ بہر صورت روزہ نفل رکھے گا۔ ملاحظہ فرمائیں.....

مولانا ثناء اللہ صاحب فرماتے ہیں: ”اگر لڑکا بیماری ہی میں مر گیا تو روزے معاف ہیں اگر اچھا ہو کر اس نے روزے نہیں رکھے تو فی روزہ ایک مسکین کا کھانا کھلا دیں“

اور ان مسئلہ پر تعاقب کرتے ہوئے مولانا ابوسعید شرف الدین صاحب رقم طراز ہیں: ”یہ صحیح نہیں ہے۔ بعد صحت روزے ہی رکھنے ہوں گے اور اگر قبل صحت مر جائے تو اس کا ولی اس کی طرف سے روزہ رکھے“ (فتاویٰ ثابۃ ۵۸)

(۷) رخصتی سے پہلے شوہر فوت ہو جائے تو بیوی کو مہر آدھا ملے گا یا پورا؟

مولانا ثناء اللہ صاحب غیر مقلد کے نزدیک آدھا مہر ملے گا جبکہ مولانا ابوسعید شرف الدین دہلوی غیر مقلد کے نزدیک پورا مہر ملے گا۔ ملاحظہ فرمائیں.....

س: نزدیک شادی ہندہ سے ایک سال کا عرصہ ہوا ہوئی تھی لیکن رخصتی نہ ہوئی، زید کا انتقال ہو گیا آیا ہندہ مہر کی مستحق ہے یا نہیں؟

سرے سے انرا ہی دوں، چنانچہ جو احادیث نبی ﷺ سے اس بارے میں وارد ہوئی ہیں وہ مندرجہ ذیل ہیں.....“

مولانا ثناء اللہ غیر مقلد فتاویٰ ثابۃ ج ۱ ص ۵۳، پر لکھتے ہیں: ”چونکہ تکلم قوموا للہ قانتین (القرآن) اور تکلم لا صلوة الا بفاتحة الكتاب (الحديث) قرأت فاتحہ ضروری ہے اور رکوع کی حالت میں دونوں چیزیں میسر نہیں ہوتیں، قائل کے پاس کوئی آیت یا طے ثابۃ ایسی ہو جس سے استثناء جائز ہو سکے تو ہم بخوشی اسے سنے کو تیار ہیں۔“

(۴) ارکان میں کوتاہی کرنے والے امام کے پیچھے نماز درست ہے یا نہیں؟

مولانا ثناء اللہ غیر مقلد ارکان میں کوتاہی کرنے والے امام کے پیچھے نماز کے درست ہونے کے قائل ہیں، جبکہ ابوسعید شرف الدین دہلوی غیر مقلد اس پر شدت سے انکار کرتے ہیں۔ ملاحظہ فرمائیں...

مولانا ثناء اللہ غیر مقلد فتاویٰ ثابۃ ج ۱ ص ۴۳۲، پر ارکان میں کوتاہی کرنے والے امام کے متعلق ایک سوال کے جواب میں لکھتے ہیں، ”حدیث شریف میں آیا ہے کہ ایک وقت آئے گا امام نماز کو خراب کریں گے، فرمایا: مسلمانوں میں ملے رہنا ان کی خرابی ان کی گردن پر ہوگی، تم علیحدہ نہ ہونا۔ اس حدیث سے ثابت ہوتا ہے کہ حتی المقدور جماعت کے ساتھ مل کر ہی نماز پڑھنی چاہیئے۔“

ابوسعید شرف الدین دہلوی غیر مقلد حوالہ بالا پر تعاقب کرتے ہوئے لکھتے ہیں: ”نہیں... نہیں، ہرگز ایسے امام کے پیچھے نماز نہ پڑھنی چاہیئے۔“

(۵) عدت میں عورت کے ساتھ نکاح درست ہے یا نہیں؟

مولانا ثناء اللہ امرتسری غیر مقلد کے نزدیک معتدہ کے ساتھ نکاح جائز ہے جبکہ مولانا ابوسعید شرف الدین دہلوی غیر مقلد کے ہاں نکاح صحیح نہیں۔

مولانا ثناء اللہ صاحب معتدہ بالزنا کے ساتھ نکاح کرنے والے کے متعلق جواب دیتے ہیں:

سے ثابت ہے (ترمذی) شیخ ابن تیمیہ نے فتاویٰ میں مفصل لکھا ہے“ (فتاویٰ ثنائیہ ۳۳۱)

مولانا ابوسعید شرف الدین غیر مقلد لکھتے ہیں: ”جراہوں پر مسح کرنے کا مسئلہ معرکہ الآراء ہے مولانا نے جو لکھا ہے یہ بعض ائمہ امام شافعی وغیرہ کا مسلک ہے شیخ الاسلام ابن تیمیہ کا بھی یہی مسلک ہے مگر یہ صحیح نہیں اس لئے کہ دلیل صحیح نہیں ہے (اس کے بعد مولانا ابوسعید نے مولانا ثناء اللہ صاحب کے جواب پر تبصیر کیا ہے۔ مولانا ابوسعید کے جواب کے بعد جامع فتاویٰ ثنائیہ نے مولانا عبد الرحمن مبارک پوری کا جواب نقل کیا ہے جو اسی مسئلے میں انہوں نے دیا ہے۔ ملاحظہ فرمائیں۔)

الجواب : المسح على الحنورة ليس بجائز لانه لم يقم على حوزة دليل صحيح و كل ما تمسك به المجوزون فقيه خدشة ظاهرة الى آخره. كتبه عبد الرحمن المباركفوري عفا الله عنه

(دستخط) سید محمد نذیر حسین..... (فتاویٰ ثنائیہ ۳۳۲)

یعنی جواب پر مسح کرنا جائز نہیں کیونکہ اس کی دلیل صحیح نہیں ہے اور جائز کہنے والوں کی تمام دلیلوں میں واضح غلطی موجود ہے۔

(۱۰) جمعہ کے دن زوال کے وقت نفل پڑھنا جائز ہے یا نہیں؟ :

مولانا ثناء اللہ صاحب غیر مقلد کے نزدیک جمعہ کے دن زوال کے وقت نفل وغیرہ پڑھنا جائز ہے جبکہ مولانا ابوسعید شرف الدین دہلوی غیر مقلد کے ہاں جائز نہیں۔

مولانا ثناء اللہ صاحب فرماتے ہیں: ”مگر زوال کے وقت جمعہ کے روز نفل وغیرہ پڑھنی جائز ہے۔ اور مولانا ابوسعید شرف الدین دہلوی صاحب جواب مذکور پر باحوالہ رد کرتے ہوئے فرماتے ہیں: ”یہ ثابت ہوا کہ زوال کے وقت نماز پڑھنی منع ہے، خواہ یوم جمعہ ہو یا کوئی اور یوم۔ اس لئے کہ

منع کی حدیثیں صحیح ہیں اور جواز کی صحیح نہیں۔ صحیح کے مقابل غیر صحیح پر عمل باطل ہے۔“ (فتاویٰ ثنائیہ ۵۳۲)

(۴) صحابہ سے بدظنی و بدگمانی کا نقصان :

ج: (از مولانا ثناء اللہ) بندہ نصف مہر کی مستحق ہے حکم قرآن مجید ف نصف ما فرضتم۔ مولانا ابوسعید صاحب جواب مذکور پر گرفت کرتے ہوئے فرماتے ہیں: یہ کیسے صحیح ہو سکتا ہے؟ اس لئے کہ سوال میں متوفی عنہا کا ذکر ہے اور جواب میں مطلقہ کا۔ ملاحظہ ہو آیت محولہ بالا و ان طلقتموهن من قبل ان تمسوهن وقد فرضتم لهن فريضة فنصف ما فرضتم الآية (ب ۲ ع ۱۵) لہذا صورت مرقومہ میں پورا مہر ملے گا کما تقدم فی حدیث ابن مسعود علیہ السلام (فتاویٰ ثنائیہ ۳۳۱)

(۸) عورت ماہواری کے دنوں میں قرآن پڑھ سکتی ہے یا نہیں؟ :

علامہ وحید الزمان صاحب غیر مقلد کے نزدیک حائضہ کے لئے قرآن پڑھنا جائز نہیں جبکہ مولانا ثناء اللہ صاحب امرتسری غیر مقلد فرماتے ہیں کہ حائضہ قرآن کریم نہیں پڑھ سکتی۔

علامہ وحید الزمان فرماتے ہیں: ”يمنع صلوة و صوما..... و قراءة القرآن و مسه بلا غلاف (کثر الحقائق ص ۱۵، حکذا فی عرف الحادی ص ۸۵)

نیز نزل الابرار میں فرماتے ہیں: و يحرم على هؤلاء تلاوة القرآن بقصد التلاوة ولو دون آية و قال بعض أصحابنا لا يحرم كذلك من المصحف (۲۵/۱) یعنی حائضہ کے لئے مخصوص ایام میں قرآن کریم کو ہاتھ لگانا اور پڑھنا جائز نہیں۔

اس کے برخلاف مولانا ثناء اللہ امرتسری فرماتے ہیں: ”حائضہ عورت قرآن مجید کو ہاتھ نہیں لگا سکتی زبان سے پڑھ سکتی ہے (فتاویٰ ثنائیہ ۵۳۵)

(۹) جراب پر مسح کرنا جائز ہے یا نہیں؟ :

مولانا ثناء اللہ امرتسری غیر مقلد کے نزدیک جرابوں پر مسح کرنا جائز ہے جبکہ مولانا ابوسعید شرف الدین دہلوی غیر مقلد، مولانا عبد الرحمن مبارک پوری غیر مقلد اور میاں نذیر حسین غیر مقلد کے ہاں جائز نہیں۔ ملاحظہ فرمائیں۔

مولانا ثناء اللہ صاحب غیر مقلد فرماتے ہیں: ”پاکابہ (جراب) پر مسح کرنا آنحضرت ﷺ



جب عوام کو یہ بتایا جائے کہ ائمہ اربعہ نے دین کو چار ٹکڑے کر دیا ہے۔ حق کے چار حصے نہیں ہوتے ضروران میں ایک حق ہوگا اور باقی سب باطل، لہذا انکی تقلید چھوڑ دیے، تاکہ دین ٹکڑے ٹکڑے نہ رہے۔ رحمہ اللہ تعالیٰ

اس ذہنیت کے ملنے کے بعد جب ان کو حضرات صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے اجتہادی اختلاف کا پتہ چلتا ہے، تو وہ سوچتا ہے کہ ائمہ اربعہ تو ان کے دور میں نہیں تھے پھر انہوں نے سینکڑوں مسائل میں اختلاف کیا ہے، معلوم ہوا کہ جن حضرات صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو ہم عزت کی نگاہ سے دیکھتے تھے۔ انہوں نے بھی دین کے ٹکڑے کر دیے ہیں اور مختلف فرقوں میں بٹے ہیں، جس طرح ائمہ اربعہ میں بعض حق پر اور بعض باطل پر ہیں۔ صحابہ بھی ایسے ہونگے کہ بعض حق پر ہوں گے اور بعض باطل پر (نعوذ باللہ عن الذلک) الحاصل اس ذہنیت کے بعد ضرور بالضرور ایک دن آنے کا اور یہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے بدظن ہوگا۔ حضرت مولانا لدھیانوی شہید رحمہ اللہ تعالیٰ نے لکھا ہے کہ میں نے اپنے کانوں سے ایک غیر مقلد کو سنا وہ حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کی شان میں ناشائستہ الفاظ کہہ رہا تھا۔

## (۵) انکار حدیث کی نوبت :

جب صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے بدظنی پیدا ہوگئی تو اب اس کے لئے انکار حدیث کا راستہ ہموار ہو گیا۔ کیونکہ حدیث کا سب سے پہلا راوی اور سب سے مضبوط اور ثقہ راوی صحابی رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہیں، جب وہ اجتہادی اختلاف کی وجہ سے (نعوذ باللہ عن الذلک) مذموم باطل پرست اور دین کو ٹکڑے کرنے والا بن کر قابل اعتبار نہ رہے تو حدیث آگے کیسے چلے گی۔ نتیجہ یہ ہوگا کہ ایک دن احادیث کو بھی چھوڑ کر منکر حدیث بن جائے گا جس کے کفر اور گمراہی میں شک و شبہ نہیں۔

نیز جب حضرات صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اور تابعین و تبع تابعین اور ائمہ مجتہدین رحمہم اللہ کی رہنمائی سے آزاد ہو کر قرآن و حدیث کو براہ راست سمجھے گا تو تاج و منسوخ اور ان احادیث میں (جن میں بظاہر اختلاف اور تضاد معلوم ہوتا ہے) تطبیق و ترجیح کے اصول و ضوابط نہ جاننے کی وجہ سے بھی یہ

حیران و پریشان ہوگا اور تنبیہ گمراہی کے سوا کچھ نہ ہوگا۔

بعض احباب نے بتایا ہے کہ ہم نے کتنے غیر مقلدین کو یہ کہتے ہوئے دیکھا ہے کہ آپ رضی اللہ عنہ نے متضاد اور مختلف باتیں کر کے ہم کو انتشار میں مبتلا کیا ہے اور اختلاف اور فساد کا بڑا سبب خود آپ رضی اللہ عنہ کا مختلف اور متضاد باتیں کرنا ہے۔ نیز ان احباب نے بتایا کہ آپ خود آکر ان سے ملیں، آج وہ غیر مقلدیت سے منکر حدیث بن چکے ہیں۔

## (۶) آیات قرآنیہ میں معنوی تحریف کرنا :

اجتہادی اور فردی اختلاف کو ہوادے کر کفر و اسلام اور حق و باطل کا اختلاف بنانے کا ایک بہت بڑا نقصان یہ بھی ہے کہ یہ لوگ آیات قرآنیہ میں معنوی تحریف کرنے لگ جاتے ہیں، کیونکہ اس منکھوت نظریہ کا نہ تو قرآن کریم تائید کرتا ہے اور نہ ہی آپ رضی اللہ عنہ نے کبھی اس غلط نظریہ کی حمایت فرمائی ہے، بلکہ قرآن کریم نے تو "وَاتَّبِعْ سَبِيلَ مَنْ أَنَابَ إِلَيَّ" وغیرہ آیات کے ذریعے اس مسئلے کو کھول کر بیان کیا ہے کہ بڑوں کی دو قسمیں ہیں،

(۱) جو ہدایت یافتہ ہیں ان کی پیروی اور اتباع کا حکم ہے۔

(۲) جو گمراہ ہیں جن کی پیروی اور اتباع کو ممنوع قرار دیا ہے۔

مقلدین جو بڑوں کی پیروی اور تقلید کرتے ہیں ان کا ہدایت یافتہ ہونا اور ماہر قرآن و حدیث ہونا دلیل شرعی (اجماع) سے ثابت ہے نیز خود غیر مقلدین کے بیشتر حوالے پیش کئے جاسکتے ہیں، جنہوں نے ائمہ اربعہ رحمہم اللہ کی مدح و ثناء فرمائی ہے لہذا انکلم قرآن و حدیث یہ ائمہ رحمہم اللہ حق اور جنت کے راستے کے قافلوں کے سردار اور امیر ہیں ان میں سے کسی ایک کی رہنمائی میں جو بھی قرآن و حدیث پر چلے گا جنت پہنچ جائے گا (ان شاء اللہ تعالیٰ)

اجتہادی اور فردی اختلاف کو کفر اور اسلام کا اختلاف بنانے والے غیر مقلدین کے لئے قرآن و حدیث کا فیصلہ تسلیم کرنا زہر قاتل سے کم نہیں، کیونکہ اس فیصلے سے غیر مقلدیت کی جڑیں کٹ

جاننا ظاہر ہے اس لئے انہوں نے اپنے اس غلط نظریہ کو تحفظ فراہم کرنے کی خاطر قرآن کریم کی کئی آیتوں میں تحریف معنوی کر ڈالی، وہ تمام آیات جن میں مشرکین کو گمراہ، آباء و اجداد، سرداران قوم، علماء، سود اور پیٹ پرست پیروں کی پیروی اور اتباع پر وعیدیں سنائی گئی ہیں، یہ لوگ یہ تمام آیتیں آج ہدایت یافتہ ائمہ، رحمہ اللہ، اور ان کی پیروی کرنے والے مقلدین کے خلاف پڑھ کر کہتے ہیں کہ نعوذ باللہ یہ ائمہ، مشرکین کے آباء و اجداد کی طرح گمراہ تھے اور ان کی تقلید کرنے والے مشرکین کی طرح گمراہ ہیں۔ حالانکہ ان آیات کو ان کے خلاف پڑھنا صریح تحریف ہے، کیونکہ آج تک آپ ﷺ اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے لے کر جتنے متقی علیم مفسرین رحمہ اللہ، گزرے ہیں کسی ایک نے بھی ان آیات کا مصداق ہدایت یافتہ بڑوں اور ان کے پیروکاروں کو نہیں بتایا، ورنہ صرف ایک حوالہ پیش کریں اور منہ مانگا انعام وصول کریں۔ بطور نمونہ کچھ آیات پیش کی جاتی ہیں جن میں یہ لوگ بے باک دہل تحریف کرتے ہیں۔

### آیات :

(۱) اَتَّبِعُوا مَا اُنْزِلَ اِلَيْكُمْ مِنْ رَّبِّكُمْ وَلَا تَتَّبِعُوا مِنْ دُونِهِ اَوْلِيَاءَ طَفِيلًا مَّا تَذَكَّرُونَ (الاعراف، ۳۰)۔  
 ”لوگو! جو کچھ تمہارے رب کی طرف سے نازل کیا گیا ہے اس کی پیروی کرو اور اپنے رب کو چھوڑ کر دوسرے سرپرستوں کی پیروی نہ کرو مگر تم نصیحت کم ہی مانتے ہو۔“  
 غیر مقلد اس آیت کو ہمارے خلاف پڑھ کر ”لوگوں“ سے مقلدین اور ”من دونه اولیاء“ سے مجتہدین رحمہ اللہ مراد لیتے ہیں۔ اہل السنۃ والجماعۃ کے نزدیک ”من دونه اولیاء“ سے مراد شیاطین الانس والجن ہیں۔ (تفسیر نسفی)

قارئین کرام! ائمہ مجتہدین رحمہ اللہ شیاطین الانس والجن میں داخل نہیں اور یقیناً داخل نہیں تو پھر غیر مقلدین کی تحریف ہے۔

(۲) اَطِيعُوا اللَّهَ وَرَسُولَهُ وَلَا تَتَازَعُوا فَعْفَشَلُوا وَتَذْهَبَ رِيحُكُمْ (الاعراف، ۳۶)۔  
 ”اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول (ﷺ) کی اطاعت کرو آپس میں اختلاف نہ کرو ورنہ تم کمزور ہو جاؤ گے اور تمہاری ہوا اکھڑ جائے گی۔“  
 غیر مقلدین ”ولا تَتَازَعُوا“ آپس میں اختلاف نہ کرو، سے اجتہادی اختلاف مراد لیتے ہیں۔ اہل السنۃ والجماعۃ میں سے ایک مفسر سے بھی یہ بات منقول نہیں۔ یہ حضرات فرماتے ہیں کہ اس اختلاف سے وہ مراد ہے جس سے بزدلی پیدا ہو کر دشمن پر رعب نہیں رہتا اور جس سے مسلمانوں کی سلطنت ختم ہو جاتی ہے، یعنی امور جنگ اور اس سے متعلق احکام میں قرآن و سنت کی تعلیمات کے مطابق اپنے امیر کی بات مانو، اختلاف نہ کرو، ورنہ تم کمزور ہو جاؤ گے اور تمہاری ہوا اکھڑ جائے گی یعنی تمہاری سلطنت ختم ہو جائے گی۔ (تفسیر نسفی وغیرہ)

قارئین کرام! بنو قریظہ پر حملہ کے لئے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی جو جماعت تشکیل دی گئی تھی، جن سے فرمایا گیا تھا کہ عصر کی نماز بنو قریظہ ہی میں پڑھنا۔ اس جماعت میں راستے ہی میں اجتہادی اختلاف پیدا ہوا۔ جب نماز کا وقت راستے میں آیا تو بعض نے راستے ہی میں نماز پڑھی اور بعض نے ظہر اظہار کا ذکر کرنا نہیں پڑھی۔ اس کے باوجود آپ ﷺ نے نہ اُن کو ڈانٹا اور نہ ہی یہ فرمایا کہ تمہارے اس اختلاف کی وجہ سے تمہاری سلطنت ختم ہو جائے گی، تمہارا رعب دشمنوں پر نہیں رہے گا۔  
 الحاصل یہ بھی غیر مقلدین کی کھلی تحریف ہے۔

(۳) وَلَا تَكُونُوا مِنَ الْمُشْرِكِينَ مِنَ الَّذِينَ قَرَعُوا دِينَهُمْ وَخَانُوا شِعَابَهُمْ طَحُلُ حَرْبٍ بِمَا لَذِبُهُمْ فَرِحُوا

”اور نہ ہو جاؤ مشرکین میں سے جنہوں نے اپنا اپنا دین الگ بنالیا ہے اور گروہوں میں بٹ گئے ہیں۔ ہر ایک گروہ کے پاس جو کچھ ہے اسی میں وہ لگن ہے۔ (الروم ۳۱-۳۲)“

غیر مقلدین اس آیت کو بھی اجتہادی اختلاف کے خلاف پڑھ کر مجتہدین صحابہ و تابعین و سن



## اظہار حق و تنقید برائے اصلاح یا فتنہ و انتشار پھیلاتا

جناب محمد صدیق رضا اور ابو جابر دامانوی نے فتنہ بھڑکانے اور مسلمانوں میں انتشار پھیلانے کا نام ”اظہار حق“ اور ”تنقید برائے اصلاح“ رکھ کر اس کو آپ ﷺ کا حکم قرار دیا ہے۔ حالانکہ حکم کا مدار حقیقت پر ہوتا ہے نہ کہ نام پر، ”گدھے“ کا نام اگر کوئی ”بکرا“ رکھ دے تو کیا حلال ہو جائے گا؟ نہیں! کیونکہ نام سے حقیقت نہیں بدلتی، ہاں سادہ لوح مسلمانوں کو دھوکہ دیا جاسکتا ہے۔ لہذا فتنہ کا نام اظہار حق رکھنے سے بھی یہ فتنہ نہ تو جائز ہوگا اور نہ ہی حکم شرعی بنے گا؟

آپ ﷺ نے حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے فرمایا: لولا حدیثان قومک بالکفر لبقضت الکعبۃ (بخاری ج ۲، الحدیث ۲۵۸۲)

یعنی اگر آپ کی قوم ابھی ابھی تازہ کفر سے اسلام میں نہ آچکی ہوتی تو میں خانہ کعبہ کو گراتا اور دوبارہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کی قائم کردہ بنیادوں پر تعمیر کراتا۔

آپ ﷺ نے اس موقع پر یقینی حق کو کیوں چھوڑا؟ فتنے کے اندیشے کی وجہ سے تبدیلی نہیں فرمائی۔

اظہار حق کے مواقع الگ ہیں اور فتنہ برپا کرنے کے الگ۔ جہاں فتنہ کا اندیشہ ہو وہاں مندرجہ بالا حدیث کی تعلیم پر عمل ضروری ہے اور جہاں فتنہ کا خدشہ نہ ہو اور کسی وجہ سے اظہار ضروری ہو جائے مثلاً کسی نے سوال کیا تو اس کو جواب دیتے وقت تمہاری نقل کردہ حدیث کی تعلیم پر عمل ہوگا۔

چونکہ اس ٹولے کا مقصد ہی عمل بالحدیث نہیں اس وجہ سے اظہار حق کے موقع پر کبھی بھی اپنی نقل کردہ حدیث پر عمل کرتے ہوئے حق نہیں کہیں گے۔ قارئین کرام کو یقین دہانی کرانے کے لئے ذیل میں ان لوگوں سے چند سوالات کیے جاتے ہیں تاکہ ان کے اظہار حق کی قلبی سب کے سامنے کھل

بعد ہم ﷺ اور ان کے مقلدین کو مشرک اور دین کو ٹکڑے ٹکڑے کرنے والے تفرقہ باز قرار دیتے ہیں۔

اہل السنۃ والجماعۃ میں سے کسی ایک مفسر نے بھی اس کا مصداق اجتہادی اختلاف نہیں بتایا بلکہ یہ اختلاف فی الدین کے قبیل سے ہے جن کا مذہب موم ہونا سب کے ہاں مسلم ہے۔

قارئین کرام: یہ وہ بات ہے جس پر ہم تنبیہ کرنا ضروری سمجھتے ہیں کہ یہ لوگ اجتہادی اختلاف کو پہلے اور دوسرے درجے کے اختلاف کا درجہ دے کر اس کو حق و باطل، کفر و اسلام، اور تفرقہ کا اختلاف بنا کر عوام کو دھوکہ دیتے ہیں۔

جائے۔ مرجائیں گے، قیامت آجائے گی، لیکن یہ ان سوالات کے جواب میں ہرگز ہرگز اظہار حق نہ کریں گے۔

نہ خنجر اٹھے گا نہ تلوار ان سے یہ بازو میرے آرمائے ہوئے ہیں

سوال نمبر ۱: منی پاک ہے اور ایک قول کے مطابق حلال بھی ہے (ترجمہ صحیح مسلم شریف ج ۱ ص ۴۱۲) جناب صدیق رضا اور ابو جابر دمانوی دونوں قرآن کریم کی وہ آیت اور یہی کریم ﷺ کی وہ حدیث بتائیں جس میں صراحۃً یہ بتایا گیا ہو کہ منی پاک ہے جیسے پانی پاک ہے اور اس کا کھانا ایسے ہی حلال ہے جیسے ملائی، یا اس قول کے قائلین کے مصنف کے بارے میں اعلان کر دیں کہ وہ نام نہاد اہل حدیث تھے نہ کہ اصلی۔ اور اپنا نام اہل حدیث رکھا اور مسائل حدیث کے خلاف بتاتے گئے۔

سوال نمبر ۲: آب باران و چاہ و طاهر و مطہر است پلید نہ میگرد مگر بختاے کہ بویا مزہ یا رنگ را را بر گرداند (عرف الجادی ص ۹) ایک غیر مقلد صاحب دودھ کا کاروبار کرتے ہیں، دودھ نکالتے وقت بھینس نے دودھ کی بالٹی میں پیشاب کر دیا، پھر اس صاحب کو خود پیشاب آیا، ادھر ادھر جانے اور وقت ضائع ہونے سے بچانے کی خاطر اس نے بھی اسی بالٹی میں پیشاب کیا، لیکن ان دونوں کے پیشاب کی وجہ سے دودھ کے رنگ وغیرہ میں کچھ فرق نہیں آیا۔ اب پوچھنا یہ ہے کہ یہ دودھ پاک ہے یا نہیں؟ اور اس کا پینا حلال ہے یا نہیں؟ غیر مقلد صاحب کے فتویٰ کے مطابق پاک اور حلال ہے۔

جناب دمانوی اور رضا صاحبان سے آیت اور حدیث کا مطالبہ ہے، ورنہ اعلان کیجئے کہ یہ بھی نام نہاد اہل حدیث ہے نہ کہ اصلی، اور قرآن و حدیث کے خلاف لکھ کر کتاب تصنیف کی ہے۔

سوال نمبر ۳: وایں نص است بر حلت ذبیحہ کافر و عدم اشراط اسلام و رزاج خواہی باشد یا غیر او... الخ اور یہ دلیل اس پر صراحۃً دلالت کرتی ہے یہ کافر کا ذبیحہ حلال ہے اور رزاج کرنے والے کا مسلمان ہونا شرط نہیں، پھر کافر خواہ ذمی ہو یا غیر ذمی دونوں کا حکم ایک ہے الخ "عرف الجادی ص ۲۳۹" اس مسئلہ پر عمل کرتے ہوئے ایک غیر مقلد ہمیشہ کافر کا ذبیحہ کھاتا ہے پوچھنا یہ ہے کہ اس کتاب کی

انہی تہلیل جو اس غیر مقلد نے کی، یہ جائز ہے یا ناجائز؟ اور کافر کا ذبیحہ حلال ہے یا مردار؟ آیت و حدیث بتائیے ورنہ نام نہاد اہل حدیث کا فتویٰ لگائیے۔

سوال نمبر ۴: خنزیر اور کتے کے جھوٹے میں دو قول ہیں ایک قول میں پاک ہے بول ما یؤکل لحمہ طاهر و کذا سورہ و جمیع الآسار غیر سورہ الکلب ففیہ قولان و کذا فی ریق الکلب العرق کالسور (کنز الحقائق ص ۱۲)

دونوں ساتھی مل کر خنزیر کے جھوٹے کے پاک ہونے کی آیت اور حدیث دکھائیں ورنہ اس کے مصنف پر بھی نام نہاد اہل حدیث کا فتویٰ لگائیے۔

سوال نمبر ۵: قال غیر المقلد و کذا اذا اولج فی فوج البہیمۃ الخ کسی نے چوپائے کے ساتھ جماع کیا تو غسل واجب نہیں (نزل الابرار من فتاویٰ الابرار ص ۲۳۱) جناب! آیت اور حدیث سے یہ مسئلہ دکھائیں ورنہ اس پر بھی نام نہاد اہل حدیث کا فتویٰ لگائیے۔

سوال نمبر ۶: قال العلامة وحید الزمان غیر مقلد: یبطل النکاح..... نکاح المتعة والصوقت و مخالف بعض السابین و كذلك بعض اصحابنا فی نکاح المتعة فحوزوها... الخ (نزل الابرار ص ۲۳۱ تا ۲۵۵)

ترجمہ: نکاح متعہ باطل ہے اور بعض تابعین نے اختلاف کیا ہے اور اسی طرح ہمارے بعض غیر مقلدین نے بھی، پس انہوں نے نکاح متعہ کو جائز قرار دیا ہے۔

جناب ابو جابر دمانوی اور صدیق رضا! اس شیعوں والے کام کی آیت اور حدیث دکھائیں یا ان بعض غیر مقلدین کو بھی فتویٰ اہل حدیث کیجئے۔

سوال نمبر ۷: مثلاً ایک ضدی غیر مقلد دوست روزانہ بھینس کے پیشاب سے نہا کر نماز پڑھتا ہے اور بطور دوا ایک گلاس پیتا ہے اور ایک چھٹانک گوبر کھاتا ہے، منع کرنے پر بتاتا ہے کہ "فتاویٰ ستاریہ" میں پاک اور بطور دوا حلال لکھا ہے، اور ان کتابوں میں ہمارے اہل حدیث مولویوں



کو دور فرمائیں۔

مسئلہ نمبر ۱: فاتحہ کی جگہ پوری یا کچھ تشہد پڑھ کر یا د آنے پر فاتحہ پڑھی یا تشہد کی جگہ پوری یا کچھ فاتحہ پڑھ کر یا د آنے پر تشہد پڑھی، تو اس پر سجدہ سہو لازم ہے یا نہیں؟ نماز صحیح ہے یا فاسد یا مکروہ؟ پوری اور کچھ پڑھنے کے حکم میں، نیز بھول اور قصد کے حکم میں اگر کوئی فرق ہے تو اسے بھی واضح کیجئے۔

مسئلہ نمبر ۲: ایک شخص رکوع سے کھڑے ہوتے وقت بھی رفع الیدین کرتا ہے اور قومہ سے سجدہ کی طرف جاتے وقت جب تکبیر کہتا ہے تو اس وقت بھی، اور دو سجدوں کے درمیان بھی، اور کہتا ہے کہ میں جمع الزوائد اور متاخر الاسلام صحابی مالک بن نویر رحمہ اللہ کی حدیثوں پر عمل کرتا ہوں، اور یہ بھی کہتا ہے کہ جو اس ناخ حدیث اور قومہ سے سجدہ کی طرف جاتے وقت تکبیر کے ساتھ رفع کی غیر معارض حدیث پر عمل نہیں کرتا، اس کی نماز خلاف سنت اور ناقص ہے۔

جناب اس شخص کا یہ عمل اور قول و دلیل درست ہے یا غلط؟ آیات صریحہ اور احادیث صحیحہ مانعہ غیر منسوخہ سے اس کی غلطی ثابت کرنا ضروری ہے۔

سوال نمبر ۳: سہو یا قصد آئین بلند آواز سے نہ کہنے والے کی نماز کا کیا حکم ہے؟ سجدہ سہو لازم ہے یا نہیں؟ نیز سر یہ اور جہر یہ میں اور جہر یہ کی پہلی دو اور آخری رکعتوں میں جو سر اور جہر کا فرق ہے، یہ کس آیت اور حدیث کی بنا پر ہے؟ جماعت اور انفراد کا فرق کس آیت اور حدیث میں آیا ہے؟ عورت آہستہ اور مرد بلند آواز سے کہے، یہ تصریح کس آیت اور حدیث میں ہے؟

قارئین کرام! اس فرقہ اور ٹولے کے مولوی قرآن و حدیث کا نام لے کر مسئلہ ان کے خلاف بتاتے ہوں، اس ٹولے کی عوام کا کیا حال ہوگا؟

کیا اختصار کا سبب فقہ ہے؟

نہیں! یہ کہنا ابو جابر دمانوی صاحب کی نری کذب بیانی اور بغض کا نتیجہ ہے۔ ورنہ ان المذہبوں میں اختلاف نہ ہوتا۔ جبکہ بے شمار مسائل میں ان کے درمیان شدید اختلاف پایا جاتا ہے۔

نے سارے مسائل قرآن و حدیث کے لکھے ہیں۔ لہذا میرا یہ کھانا، پینا اور نہانا قرآن و حدیث سے ثابت ہے اور آپ کا منع کرنا غلط ہے۔

جناب ابو جابر دمانوی اور صدیق صاحب! اس پیشاب نوش و گوبر خور کا یہ معمول اور عادت جس آیت اور حدیث سے ثابت ہے وہ دکھائیں، نیز گوبر کھانے کی حدیث ضرور دکھائیں ورنہ مصنف کے خلاف فتویٰ دیجئے۔

بطور نمونہ یہ چند سوالات ذکر کر دیئے ہیں تاکہ ان کا حدیث پر عمل کرنا اور اظہار حق معلوم ہو جائے۔ قیامت آجائے گی، سارے نام نہاد اور نقلی اہل حدیث سر جائیں گے، مگر اس موقع پر اظہار حق کی توفیق نہ ہوگی۔ دیدہ باید

اجوبہ:

جن لوگوں نے تقلید ائمہ مجتہدین و صلوات اللہ علیہم اجمعین کو چھوڑ کر قرآن کریم اور احادیث مبارکہ پر عمل کے بہانے، آزادی اور آوارگی اختیار کی ہے، ان میں کوئی ایک عالم ایسا بتا دیا جائے جس نے اپنی کتابوں میں جو کچھ مسائل لکھے ہیں وہ صرف قرآن و حدیث ہی کے مسائل ہیں، یا وہ جو بھی مسئلہ بتاتا ہے وہ قرآن و حدیث ہی کا مسئلہ بتاتا ہے۔ اگر ابو جابر دمانوی اور صدیق صاحب کی نظر میں کوئی ایسی کتاب یا شخصیت ہیں تو بتادیں۔ جناب کا احسان ہوگا۔ اور اگر کوئی ایسا عالم زندہ ہیں تو ہم خود جا کر ان سے پوچھنے کے لئے تیار ہیں۔

جناب ابو جابر دمانوی اور صدیق رضا صاحب کا اگر خود دعویٰ ہو یا ان کے متعلق کسی اور کا یہ دعویٰ ہو کہ یہ دونوں حضرات ہر مسئلہ قرآن کریم کی صریح آیت اور صحیح، صریح اور غیر معارض حدیث سے بتاتے ہیں، تو سردست تحریر اصراف تین مسئلے ان سے پوچھے جاتے ہیں، اور زبانی پوچھنے کے لئے ان کی مسجد میں جانے کو تیار ہیں۔ ہم تو ایک عرصے سے ایسے غیر مقلد مولوی کی تلاش میں ہیں جو قرآن و حدیث کے مسائل جانتا اور بتاتا ہو، لیکن آج تک کوئی نہیں ملا، شائد شیخ ابو جابر دمانوی ہماری اس انتہائی

علامہ حنفی رحمہ اللہ فرماتے ہیں :

اختلف في التدوي بالمحرم و ظاهر المذهب المنع (الشامية ۲۱۰/۱)

”حرام چیزوں سے علاج کرنے میں اختلاف ہے اور ظاہر مذہب عدم جواز ہی کا ہے۔“

علامہ ابن نجیم رحمہ اللہ فرماتے ہیں :

ولا يخفى أن التدوي بالمحرم لا يجوز في ظاهر المذهب (البحر الرائق ۳۸۹/۳)

”یہ پوشیدہ نہ رہے کہ حرام چیزوں سے علاج کرنا ظاہر مذہب میں جائز نہیں۔“

### مشائخ کے اختلاف کی وجہ

ان حضرات کے اختلاف کی وجہ ”یقین شفاء“ کے مصداق میں اختلاف ہے۔ جن حضرات

نے اس کا مصداق ظاہرین کو قرار دیا ہے انہوں نے اطباء کے کہنے اور تجربہ کی بنیاد پر جواز کا فتویٰ دیا

اور جن حضرات نے اس کا مصداق حقیقت یقین ٹھہرایا ہے انہوں نے حرام کا فتویٰ دیا ہے

قال ابن نجيم رحمه الله تعالى : قال في فتح القدير : و أهل الطب يفتون للبن البنت

ألى الذي نزل بسبب بنت مرضعة نفعا لوجع العين . و اختلف المشايخ فيه قيل لا يجوز و

قيل يجوز اذا علم أنه يزول به الرمد ولا يخفى أن حقيقة العلم متعذر فالمراد اذا غلب

على الظن و الا فهو معنى المنع ولا يخفى أن التدوي بالمحرم لا يجوز في ظاهر

المذهب أصلا بول ما يؤكل لحمه فانه لا يشرب أصلا (البحر الرائق ۳۸۹/۳ ، كتاب

الرضاعة ، المحكية الرشيدة ، كوفته)

فرماتے ہیں ”فتح القدير میں ہے کہ اہل طب حضرات بیٹی کی پیدائش کے بعد اترنے والے

دودھ کو آنکھ کے درد میں مفید قرار دیتے ہیں۔ اور مشائخ کا اس میں اختلاف ہے، بعض عدم جواز اور

بعض جواز کے قائل ہیں بشرطیکہ تکلیف کے ختم ہونے کا ظن غالب ہو اور یہ بات مخفی نہیں کہ حقیقت علم کا

ادراک مشکل ہے لہذا اگر اس سے شفاء کا ظن غالب ہو تو جائز ورنہ ممنوع اگر ظن غالب مراد نہ ہو بلکہ

چند مثالیں ملاحظہ فرمائیں..... حافظ علی زئی صاحب لکھتے ہیں : آپ (حاجی اللہ رحمہ اللہ صاحب) رکوع

کے بعد ہاتھ چھوڑ کر نماز پڑھتے تھے اور اسی کے قائل تھے اس مسئلہ میں آپ کا اور شیخنا ابو القاسم محبت اللہ

شاہ الراشدی رحمہ اللہ کا ایک ہی موقف تھا (ماہنامہ الحدیث صفحہ ۳۱/۱)

(۱) قومہ میں ہاتھ باندھنا سنت یا نہ باندھنا سنت؟ علامہ محبت اللہ الراشدی اور بدیع

الزمان الراشدی کے ٹولوں میں اختلاف ہے۔

(۲) رفع الیدین فرض یا سنت؟ ترک سے نماز فاسد ہوگی یا صرف خلاف افضل یا خلاف

سنت ہوگی؟ اس میں ان کا شدید اختلاف ہے۔

(۳) جوتے پہن کر نماز سنت اور ضروری ہے یا اتار کر؟ سنا ہے ڈالیا میں دو جماعتیں ہوتی

ہیں، ایک بغیر جوتوں کے اور ایک جوتوں سمیت۔ اور لاندھی کراچی میں ایک مسجد کا نام ہی جوتوں والی

مسجد رکھا گیا ہے۔

(۴) رمضان کے آخری عشرہ میں وتر تالا ہے یا نہیں؟ کراچی اور پنجاب کے فتوے مختلف ہیں۔

(۵) مجلس واحد کی تین طلاقیں تین ہیں یا ایک؟ اس میں ان کا شدید اختلاف ہے۔

(۶) نماز جنازہ میں بلند آواز سے قراءۃ سنت یا خلاف سنت؟ علامہ محبت اللہ الراشدی

خلاف سنت فرماتے ہیں جبکہ ان کے چھوٹے بھائی بدیع الزمان اور ان کی جماعت سنیت کے قائل ہیں۔

### معترض مفسد کے اعتراض کا حاصل دو باتیں ہیں

(۱) فقہ حنفی میں اصل مسئلہ جواز کا ہے۔

(۲) حضرت مولانا مفتی محمد تقی عثمانی زید معین اور بنوری ٹاؤن کے مفتیان کرام رحمہم نے

دلیل، فریب اور جھوٹ سے کام لیا ہے۔

### نمبر (۱) کا جواب

حنفی کا ظاہر مذہب عدم جواز کا ہی ہے جیسے ان مفتیان کرام زید مجدہم نے فرمایا ہے۔



ان کے نزدیک بول مایہ کل محمد پاک ہے۔ امام اعظم رحمہ اللہ حدیث عربین کے جواب میں فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ کو تو ان لوگوں کی یقینی شفاء، اس پیشاب میں بذریعہ وحی معلوم ہو گئی تھی اور ان کے علاوہ کسی اور کی شفاء کا یقینی علم نہیں۔ کیونکہ اس علاج معالجہ کے سلسلے میں مرجع اطباء حضرات ہیں اور شرعاً ان کا قول حجت نہیں، (کیونکہ ان کے قول سے یقین حاصل نہیں ہوتا) البتہ اگر یقینی طور پر معلوم ہو جائے کہ فلاں حرام چیز کے استعمال میں شفاء ہے اور ہلاکت سے بچاؤ ہے تو اس صورت میں استعمال جائز ہے جیسے مرد اور شراب (بھوک و پیاس کی) ضرورت کیوقت حلال اور جائز ہے۔

ہمارے حضرات حضرت مولانا مفتی تقی عثمانی صاحب زید مجدہم اور جامعہ بنوری ناوان کے مفتیان کرام زید مجدہم نے جو اصل مذہب کو سامنے رکھتے ہوئے عدم جواز کو رائج فرمایا ہے بالکل درست فرمایا ہے ذیل میں بعض فقہاء کرام رحمہم کی عبارتیں ذکر کی جاتی ہیں تاکہ ہمارے اکابر زید مجدہم کے ارشاد کی مزید توثیق ہو۔

قال العلامة العینی رحمہ اللہ: قوله (م) و تناویل ما روى أنه عليه السلام عرف شفاءهم فيه و حيا (ش) .... ای أن النبی ﷺ عرف شفاءهم ای شفاء العربین فیہ ای فی بول الأبل و حیا ای من حیث الوحی و هو نصب علی التمییز فاذا کان من حیث الحکم یکون حکماً و لا یوجد مثله فی زماننا فلا یحل شربه لأنه لا یتیقن بالشفاء فیہ فلا یعرض من الحرمة (النبأ) (م)

یعنی آپ ﷺ کو بذرِ یحییٰ یہ بتادیا گیا تھا کہ ان (عربین) کی شفاء انہی اونٹوں کے پیشاب نما میں ہے سو جب آپ ﷺ کا یہ ارشاد بطور حکم تھا تو اب اس کی تعمیل ان پر واجب ہوئی، اور اب ایسا ہمارے زمانے میں ممکن نہ رہا کہ شفاء کا یقین حاصل ہو جائے، لہذا اب اس کی حرمت ہمیشہ رہے گی۔

وقال رحمہ اللہ ابضا: قوله (م) لا یتیقن بالشفاء فیہ (ش) ای فی شربه للنداوی (م) فلا یعرض عن الحرمة (ش) ای فاذا کان كذلك فلا یعرض عن کون شربه حراماً الا

حقیقت یقین مراد ہو پھر جائز نہیں اور یہ ہی منع کرنے والے بھی فرماتے ہیں اور یہ بھی مخفی نہیں کہ ظاہر مذہب کے مطابق تدوی بالحرم جائز نہیں اصل اختلاف جو بیان ہوا ہے وہ ان جانوروں کے پیشاب کے بارے میں ہے جن کا گوشت کھایا جاتا ہے پس اس کو بالکل نہیں پیا جائے گا، یعنی نہ تو علاج کی غرض سے نہ ہی کسی اور غرض سے۔

قال العلامة الحصکفی رحمہ اللہ: (ولا یشرّب) بولہ (أصلاً) لا للنداوی ولا لغيره عند أبي حنيفة.

وقال العلامة ابن عابدین رحمہ اللہ: (قوله عند أبي حنيفة) (ولا یشرّب) بولہ عند أبي يوسف فانه و ان وافقه علی أنه نجس لحديث "استرھوا من البول" الا أنه أجاز شربه للنداوی لحديث العربیین . و عند محمد یجوز مطلقاً . و اجاب الامام عن حديث العربیین فانه علیه الصلوة و السلام عرف شفاءهم به و حیا و لم ییقن شفاء غیرهم . لأن المرجع فیہ الأطباء و قولهم ليس بحجة ، حتى لو تعین الحرام مدفعاً للهلاك یحل كالمیئة و الخمر عند الضرورة و تمامه فی البحر (الشامیہ ۲۱۰۰، ایچ ایم سعید کمپنی، کراچی)

علامہ حصکفی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: "اور اس کا (حلال جانوروں کا) پیشاب مطلقاً نہیں پیا جائے گا نہ علاج معالجہ کے لئے اور نہ کسی دوسری غرض کے لئے امام اعظم ابوحنیفہ رحمہ اللہ کا یہی مذہب ہے"

علامہ شامی رحمہ اللہ اس کی تشریح کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ یہ جو انہوں نے فرمایا کہ امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کے نزدیک جائز نہیں، تو بہر حال امام ابو یوسف رحمہ اللہ حلال جانوروں کے پیشاب کے شرب ہونے میں اگرچہ امام اعظم رحمہ اللہ کی موافقت فرماتے ہیں "استرھوا من البول" یعنی پیشاب سے بچو، والی حدیث کی وجہ سے مگر وہ بغرض علاج پینے کی اجازت دیتے ہیں حدیث عربین کی بناء پر۔ اور امام محمد رحمہ اللہ مطلقاً جواز کے قائل ہیں یعنی علاج معالجہ وغیرہ سب میں کیونکہ

ما نقله الحموی مبنی علی قول الامام من عدم جواز التدای بالمحرم لا علی مقابله من الجواز ولا يظهر الفرق بين الخنزير وغيره والله اعلم (تقریرات الرافعی ۲۶۱/۱)  
علامہ رافعی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ ان کی یہ نقل حضرت امام اعظم ابو حنیفہ رحمہ اللہ کے قول کے مطابق ہے کیونکہ آپ کے نزدیک مطلقاً تدای بالحریم ناجائز ہے لہذا ان کے ہاں اب خنزیر اور دوسرے محرمات میں فرق بھی نہ ہوگا۔

فائدہ: علامہ حموی رحمہ اللہ نے بھی عدم جواز ہی کو اختیار کیا ہے

قال العلامة ابن مازة البخاری رحمہ اللہ: ولو ان مريضاً اشار اليه الطبيب بشرب الخمر روى عن جماعة من ائمة بلخ أنه ينظر ان كان يعلم يقيناً أنه يصح حل له تناول وقال الفقيه عبد الملك حاكياً عن استاذة أنه لا يحل له تناول الخمر (البيان ۱۰۰/۱)  
یعنی ڈاکٹر اگر کسی کو علاجاً شراب پینے کا مشورہ دے تو بلخ کی ایک جماعت کی رائے یہ ہے کہ یقیناً پر فیصلہ ہوگا، اگر شفاء کا یقین ہے تو جائز نہ نہیں۔ لیکن فقیہ عبد الملک نے اپنے استاذ سے مطلقاً عدم جواز ہی نقل فرمایا ہے۔

فائدہ: فقیہ عبد الملک اور ان کے استاذ بھی مطلقاً عدم جواز کے قائل ہیں۔

قال الشيخ وهيد الزحيلي رحمہ اللہ: لكن قال الحنفية يجوز التدای بالمحرم ان علم يقيناً ان فيه شفاء ولا يقوم غيره اما بالظن فلا يجوز وقول الطيب لا يحصل به اليقين ولا يرخص التدای بلحم الخنزير وان تعين (الفقه الاسلامي وادلته ۳/۲۶۱۰)  
وقال رحمہ اللہ: ولا يجوز الانتفاع بها للتداوى وغيره لأن الله تعالى لم يجعل شفاءً ما حرم عليهما قال رحمہ اللہ: لم يجعل شفاءً كم فيما حرم عليكم فانه دل على تحريم التدای بما حرم تعالى وأنه لم يجعل الشفاء فيه ولما كانت الخمر محرمة دل على التدای بها (الفقه الاسلامي وادلته ۳/۵۳۹۳)

يتيقن الشفاء فلا يوجد والمرجع الى ذلك بقول الاطباء وقولهم ليس بحجة قطعية فيجوز أن يكون شفاء لقوم دون قوم لاختلاف الامزجة (النباية ۲۳۸/۱)

یعنی علاج معالجہ کی غرض سے پیشاب پینے میں شفاء یقینی نہیں کیونکہ اس سے متعلق اطباء کے اقوال سے ایسا یقین حاصل نہیں ہوتا جس سے جواز ثابت ہو جائے، اس لئے کہ ہو سکتا ہے کہ اختلاف مزاج کی وجہ سے بعض کے لئے شفاء بنے اور بعض کے لئے نہیں لہذا اس کی حرمت برقرار رہے گی۔

قال العلامة الزيلعي رحمہ اللہ: قوله (ولا يجوز بالنجس الخمر) وكذا كل تداء لا يجوز الا بالطاهر لما روى ابن مسعود أنه عليه الصلوة والسلام قال ان الله لم يجعل شفاءً كم فيما حرم عليكم ذكره البخاری وعن ابی الدرداء أنه عليه الصلوة والسلام قال أنزل الداء والدواء وجعل لكل داء دواء فتداؤوا ولا تداؤوا بحرام رواه ابی داود (تبيين الحقائق ۷۳/۷)

یعنی علاج معالجہ پاکیزہ چیزوں کے سوا نجس چیزوں سے جائز نہیں، کیونکہ حضرت ابن مسعود رحمہ اللہ نے فرمایا: آپ ﷺ نے فرمایا: بے شک اللہ تعالیٰ نے ان چیزوں میں تمہاری شفاء نہیں رکھی جن کو تم پر حرام کیا (بخاری) اور حضرت ابو درداء رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: اللہ تعالیٰ نے تکلیف اور اس کی دوا دونوں چیزیں نازل فرمائی ہیں اور ہر تکلیف کے لئے کسی نہ کسی چیز کو دوا بنایا ہے پس تم علاج کیا کرو البتہ حرام چیزوں کو بطور دوا استعمال مت کرو (ابوداؤد)

قال العلامة ابن عابدين رحمہ اللہ: تحت (قوله ولم يعلم دواء آخر) قال ونقل الحموی ان لحم الخنزير لا يجوز للتداوى به وان تعين والله تعالى اعلم (الشامية ۲۱۰/۱)  
یعنی امام حموی رحمہ اللہ نے نقل فرمایا ہے کہ خنزیر کے گوشت کو بطور دوا استعمال کرنا جائز نہیں اگرچہ اس کے علاوہ علاج کی کوئی اور دوا نہ بھی ہو۔

قال العلامة الرافعي رحمہ اللہ: قوله (ونقل الحموی ان لحم الخنزير الخ) يظهر ان



اشنان حرام ہے۔“

قال العلامة الكاساني رحمه الله: وكذا لا يجوز الانتفاع بها للمداواة وغيرها لأن الله تعالى لم يجعل شفاء نافي ما حرم علينا ويحرم على الرجل أن يسقي الصغير الخمر فإذا سقاه فالإثم عليه دون الصغير لأن خطاب التحريم يتناول (بدائع الصانع ۱/۱۳۵، المكنة الرشيدة، الكوئنة)

”اور اسی طرح بطور علاج وغیرہ بھی اس کا استعمال جائز نہیں کیونکہ اللہ تعالیٰ نے حرام چیزوں میں ہماری شفاء نہیں رکھی اور آدمی پر حرام ہے کہ وہ چھوٹے بچے کو شراب پلائے اگر پلائی تو گناہ اس پر ہوگا نہ کہ صغیر پر۔ کیونکہ حکم حرمت کا مخاطب مکلف ہے۔“

### علاج اور بھوک و پیاس کا فرق

چونکہ وحی کے بغیر یہ ممکن نہیں کہ ہم کسی بھی دواء سے متعلق یہ جان سکیں کہ اس سے شفاء یقینی ہوگی یا نہیں اس وجہ سے اگر کوئی علاج نہ کرے اور مر جائے تو کوئی گناہ نہیں بلکہ طیب اور ڈاکٹر کے کسی خاص دواء کے بارے میں مشورہ دینے کے باوجود کوئی علاج نہ کرے اور مر جائے تو کوئی گناہ نہیں جبکہ بھوک اور پیاس کا مسئلہ اس کے بالکل خلاف ہے کیونکہ ہم یقینی طور پر جانتے ہیں کہ اس ماکول و مشروب سے بھوک و پیاس ختم ہو جائے گی لہذا بھوک و پیاس کے ازالہ کے لیے اگر حرام ماکول و مشروب کی ضرورت پڑ جائے تو استعمال واجب ہے ورنہ مرے گا تو گناہ گار ہوگا۔

قال العلامة ابن ماجة البخاری رحمه الله: وفي النوازل اذا طهر به داء فقال له الطبيب قد غلبك الدم فاخرج فلم يخرج حتى مات لا يكون مأخوذاً لأنه لا يعلم يقيناً ان الشفاء فيه وفيه ايضاً استطلق بطنه أو رمدت عينه فلم يعالج حتى اضغفه ومات بسببه لا اثم عليه فرق بين هذا وبينما اذا جاع ولم يأكل مع القدرة على الأكل حتى مات فإنه يائس والفرق أن الأكل قدر قوته فيه شفاء يتعين فاذا تركه صار مهلكاً نفسه ولا كذا لك

”اليت حنيفة کے نزدیک اگر یقیناً شفاء کا علم ہو اور اس محرم کے سوا کوئی اور دواء موجود بھی نہ ہو تو تداوی بالحریم جائز ہے۔ اور صرف ظن غالب ہو تو جائز نہیں۔ چونکہ طیب اور ڈاکٹر کے قول سے یقین حاصل نہیں ہوتا (اور یقین کی اور کوئی صورت ہے ہی نہیں لہذا اب ہمیشہ حرام اشیاء سے علاج کرنا ناجائز ہے گا) اور خنزیر کے گوشت سے علاج کرنا (بھی) ناجائز ہے اگرچہ کوئی اور دواء مثل ربی ہو۔“

قال العلامة السرخسي رحمه الله: وكذا لا يحل أن يسقي الصغير الخمر للدواء وغير ذلك والاثم على من يسقيهم، لأن الاثم على الخطاب والصبي غير مخاطب ولكن من يسقيه مخاطب فهو الاثم.

والأصل فيه حديث ابن مسعود رضي الله عنه قال: ان أولادكم ولدوا على الفطرة فلا تداؤوهم بالخمر ولا تغذواهم بها فان الله تعالى لم يجعل في رجس شفاء والتم الاثم على من سقاهم ويكره للرجل أن يداوى بها جرحاً في يده أو يداوى بها دأبه لأنه نوع انتفاع بالخمر والانتفاع بالخمر محرم شرعاً من كل وجه (المسوط ۸/۲۳، ۲۴، دار احیاء التراث العربی، بیروت)

”اور اسی طرح جائز نہیں کہ دواء وغیرہ کی غرض سے بچوں کو شراب پلائی جائے، اگر پلائی تو گناہ پلانے والے پر ہوگا۔ کیونکہ گناہ کا مدار خطاب یعنی تکلیف پر ہے اور بچہ غیر مخاطب یعنی غیر مکلف ہے لہذا پلانے والا مکلف ہی گناہ گار ہوگا۔ اس مسئلے میں اصل اور دلیل حدیث ابن مسعود رضی اللہ عنہ ہے جس میں آتا ہے: بے شک تمہارے بچے فطرت پر پیدا ہوئے ہیں پس نہ تو شراب سے ان کا علاج کرو اور نہ ہی بطور غذا ان کو پلاؤ کیونکہ اللہ تعالیٰ نے کسی ناپاک چیز میں شفاء نہیں رکھی۔ بہر حال گناہ پلانے والے ہی کو ہوگا۔

اور کسی کے لئے جائز نہیں کہ اپنے بدن کا علاج شراب سے کرے یا جانور کے زخم کا علاج کرائے کیونکہ یہ بھی شراب سے نفع اٹھانے کی ایک صورت ہے اور شرعاً ہر اعتبار سے شراب سے نفع

اور نوازل میں ہے کہ ایک شخص بیمار ہوا طیب نے اس سے کہا کہ آپ پر خون کا غلبہ ہے اس کو نکال لیں، اس نے نہیں نکالا اور مر گیا، تو گناہ گار نہ ہوگا اس لئے کہ اس بات کا یقین نہیں کیا جاسکتا کہ شفاء اسی میں ہے اور نوازل میں یہ بھی ہے کہ کسی کا پیٹ جاری ہوا یا آنکھوں میں تکلیف ہوئی پھر اس نے علاج نہیں کیا یہاں تک کہ اس بیماری کی وجہ سے کمزور ہو کر مر گیا تو اس پر کوئی گناہ نہیں۔ (بہر حال اس علاج کے مسئلے میں اور بھوک اور پیاس کے مسئلے میں) فرق ہے اگر بھوک نے باوجود قدرت کے نہ کھایا اور مر گیا تو گناہ گار ہوگا۔ ایک فرق یہ بھی ہے کہ بقدر قوت کھانے میں شفاء یقینی ہے اور علاج میں شفاء یقینی نہیں لہذا کھانا چھوڑ کر مر گیا تو خودکشی کرنے والا سمجھا جائے گا۔

### نمبر ۲ کا جواب :

جب یہ بات ثابت ہوگئی کہ ان حضرات مفتیان کرام زید مجدہم نے جو کچھ لکھا ہے صحیح لکھا ہے اور حنفیہ کا اصل اور ظاہر مذہب یہی ہے تو دوسری بات کا جواب خود بخود ہو گیا کہ آپ نے ان پر الزام لگایا ہے کہ ان حضرات نے اپنے بزرگوں کے خلاف لکھا ہے نیز جامعہ بنوری ٹاؤن کے مفتیان کرام نے جس عبارت سے استدلال کیا ہے اہل علم اسے صحیح سمجھتے ہیں۔ اگرچہ گزشتہ دو دن میں نظر نہیں آتا تو اس میں سورج کا کیا گناہ ہے۔ حضرات فقہاء کرام رحمہم اللہ علیہ کے مابین کسی اختلافی مسئلہ کی وجہ اور اہل اختلاف کا علمی مقام اور ان کے مختلف اقوال میں تطبیق و ترجیح ایسے امور ہیں جن کو مضبوط علمی استعداد رکھنے والے حضرات ہی سمجھ سکتے ہیں۔ ہر کس ناکس کا یہ کام نہیں

### قابل توجہ مشورہ

آپ غیر مقلدین ہمارے اکابر کو کبھی بھی ہدف تنقید نہ بنائیں، کیونکہ جب آپ ان پر بے جا تنقید کریں گے تو ان کے سچے خدام جواب تنقید کے طور پر آپ کے منگھڑت مذہب، جس پر تم نے قرآن وحدیث کا خوشنما لیبل لگایا ہے، کے پردے کو چاک کر کے اصلی صورت عامۃ الناس کے سامنے

آشکارہ کریں گے۔ جس کے بعد دجل و فریب کا دروازہ بند ہو جائے گا اور آپ کا کام شطب ہو جائے گا۔ مثلاً زیر نظر مسئلہ اور اس کے متعلقات سے متعلق شاید آپ کو اپنا مذہب معلوم ہوگا کہ کتنا مہذب اور پاکدامن ہے۔ بطور نمونہ چند حوالے پیش خدمت ہیں۔

### اتقابی جائزہ

مسئلہ زیر نظر اور اس کے متعلقات کا حکم کیا ہے۔ احناف کیا فرماتے ہیں اور غیر مقلدین کا مسلک کیا ہے؟

(۱) بے وضو قرآن کریم کو ہاتھ لگانا جائز ہے یا نہیں؟

لاحناف: نہیں..... **ظہیر مقلدین**: جائز ہے (فتاویٰ ثنائیہ، بحوالہ تجلیات)

(۲۰۴۰۵)

(۲) حالت جنابت میں یعنی ناپاک مرد اور عورت کو تلاوت قرآن کریم کی اجازت ہے یا نہیں؟

لاحناف: نہیں..... **ظہیر مقلدین**: اجازت ہے (فتاویٰ ثنائیہ، بحوالہ ہلال)

(۳) جس عورت کے حیض (ماہواری) کے دن ہوں، وہ اس حالت حیض میں قرآن کریم کی تلاوت کر سکتی ہے یا نہیں؟

لاحناف: نہیں..... **ظہیر مقلدین**: کر سکتی ہے (فتاویٰ ثنائیہ، بحوالہ ہلال)

(۴) قرآن کریم کو پاؤں کے نیچے رکھ کر اس پر کھڑا ہونا جائز ہے یا نہیں؟

لاحناف: نہیں..... **ظہیر مقلدین**: اگر کھانے کی چیز بلندی پر ہو تو

قرآن کریم پر پاؤں رکھ کر چیز اتار کر کھالینا جائز ہے (اوراق، بحوالہ ہلال)

(۵) خون پاک ہے یا ناپاک؟

لاحناف: ناپاک..... **ظہیر مقلدین**: حیض کے خون کے سوا سب

خون پاک ہیں (کنز العمال، بزل الارواح عرف الجادی، بدور الاعراف، تیسیر الہاری، بحوالہ ہلال)



# آٹھ مسائل

﴿ متعلق غیر مقلدیت ﴾



مرتبے

حضرت مولانا مفتی محمد ممتاز صاحب



تلمیذ رشید

حضرت اقدس رشتہ لکھنؤ لدھیانوی صاحب



خلیفہ محاز

مفتی شمس الدین محمد اختر صاحب



مکتبۃ البیہاری

نزد مسابری پارک، گلستان کالونی، کراچی

(۶) حلال جانوروں کا پیشاب، پاخانہ پاک ہے یا ناپاک؟

اجتہاد: ناپاک ..... غیر مقلدین: پاک ہے، جس کپڑے پر لگا ہو

اس میں نماز پڑھنا درست ہے نیز بطور ادویات استعمال کرنا بھی درست ہے (فتاویٰ سہریہ، بحوالہ بالا)

(۷) منی پاک ہے یا ناپاک؟

اجتہاد: ناپاک ..... غیر مقلدین: پاک ہے (اور ایک قول کے

مطابق اس کا کھانا بھی جائز اور حلال ہے) (عرف الجاوی، کنز المقائق، بدور الاحوال، تیسرے الباری، بحوالہ بالا)

قارئین کرام! جس مذہب میں بے وضو قرآن مجید کو ہاتھ لگانا جائز نہیں، حالت جنابت اور

حالت حیض میں پڑھنا جائز نہیں اور اس کی طرف پاؤں پھیلا نا درست نہیں، بھلا ایسے لوگ شرعی مسائل

کے بغیر قرآن کریم کو نجاست سے لکھنے کی اجازت دے سکتے ہیں۔ جناب ابو جابر و مانوی اور صدیق

رضا صاحب تمہارے مذہب کے یہ مسائل اتفاقی ہیں یا اختلافی؟ اتفاقی ہیں تو کس آیت اور حدیث

سے؟ اختلافی ہیں تو بتائیں قرآن و حدیث کس کے ساتھ ہیں؟

جناب! اپنے گھر کی خبر لیجئے، اسے قرآن و حدیث کی روشنی سے روشن اور مزین کیجئے۔

حضرت مفتی تقی عثمانی صاحب وغیرہ مفتیان کرام زید مجدہم کی اصلاح کی ہرگز آپ کو ضرورت نہیں۔

اللہ تعالیٰ اہل حق کی دشمنی اور بغض سے محفوظ فرمائے کیونکہ ان کی دشمنی پر اللہ تعالیٰ کی طرف

سے اعلان جنگ ہے، آپ ﷺ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں من عادی لی ولیا فقد اذنتہ

بالحرب (بخاری ص ۹۶۳ ج ۲) ترجمہ: جو میرے کسی دوست سے دشمنی کرے تو میری طرف سے

اس کے ساتھ اعلان جنگ ہے۔

”آخر دعوانا انہ (الحمد لله رب العالمین)“

## فہرست رسالہ آٹھ مسائل

نمبر شمار	عنوان	صفحہ
۱	تکبیر تحریم کے وقت ہاتھ کہاں تک اٹھائے جائیں	۱
۲	ہاتھ باندھنے کی کیفیت	۳
۳	ہاتھ ناف کے نیچے رکھنا چاہیے	۶
۴	عمل و آثار صحابہ و تابعین	۹
۵	اشکالات و جوابات	۱۰
۶	حضرات فقہاء کرام رحمہم اللہ تعالیٰ کے ارشادات	۱۵
۷	مسئلہ رفع الیدین (ترک رفع کے دلائل)	۱۹
۸	احادیث مبارکہ (حدیث ابی حمید الساعدی ص)	۲۰
۹	حدیث جابر بن سمرہ ص	۲۳
۱۰	حدیث عبداللہ بن عمر ص	۲۶
۱۱	حدیث عبداللہ بن مسعود ص	۲۸

جملہ حقوق بحق مکتبۃ البخاری محفوظ ہیں

واحد تقسیم کنندہ

عبدالواحد قادری

مکتبۃ البخاری گلستان کالونی نزد سائبر مسجد کراچی  
موبائل: 2520385-2140865 فون: 0300

ملنے کے پتے

- جامعہ خلفائے راشدین علیہ السلام، گریکس ماڑی پور روڈ، کراچی
- مکتبہ عمر فاروق، شاہ فیصل کالونی، کراچی
- اسلامی کتب خانہ بنوری ٹاؤن، کراچی
- نور محمد کتب خانہ، آرام باغ، کراچی
- مکتبہ علی و معاویہ، سعید آباد، کراچی
- علمی کتاب گھر اردو بازار کراچی
- کتب خانہ مظہری گلشن اقبال کراچی
- مکتبہ انفال توحیدی مسجد چاکوڑہ کراچی
- ادارۃ الحرم 17 اردو بازار لاہور
- مکتبہ شہید الاسلام، ادارہ عمر فاروق مرکزی جامع مسجد اسلام آباد

۱۲	حدیث براء بن عازب ص	۳۳
۱۳	حدیث عبداللہ بن عباس ص	۳۷
۱۴	حدیث ابی مالک الاشعری ص	۴۰
۱۵	حدیث ابی ہریرہ ص	۴۱
۱۶	حدیث وائل بن حجر ص	۴۲
۱۷	حدیث عیاد بن الزبیر رحمہ اللہ تعالیٰ	۴۳
۱۸	آثار صحابہ (اخر خلیفہ اول و دوم رحمہما اللہ تعالیٰ)	۴۴
۱۹	عمل خلیفہ سوم حضرت عثمان ص	۴۶
۲۰	عمل خلیفہ چہارم حضرت علی ص	۴۷
۲۱	عمل عشرہ مبشرہ، اجماع اکثر صحابہ	۴۸
۲۲	عمل عبداللہ بن عمر ص	۴۹
۲۳	عمل حضرت عبداللہ بن مسعود ص	۵۰
۲۴	عمل حضرت ابو ہریرہ ص	۵۱
۲۵	آثار تابعین وغیرہم رحمہم اللہ (ابراہیم نخعی رحمہ اللہ کا مذہب)	۵۲
۲۶	حضرت عبدالرحمن بن ابی لیلیٰ رحمہ اللہ تعالیٰ کا مذہب	۵۲
۲۷	حضرت امام شعبی تابعی رحمہ اللہ تعالیٰ کا مذہب	۵۳

۲۸	حضرت قیس بن ابی حازم التابعی رحمہ اللہ تعالیٰ کا مذہب	۵۴
۲۹	حضرت اسود بن یزید اور حضرت علقمہ رحمہما اللہ تعالیٰ کا مذہب	۵۵
۳۰	حضرت خثیمہ التابعی رحمہ اللہ تعالیٰ کا مذہب	۵۶
۳۱	حضرت ابواسحاق السبئی التابعی رحمہ اللہ تعالیٰ کا مذہب	۵۶
۳۲	اصحاب علی وابن مسعود کا مذہب	۵۷
۳۳	حضرت امام مالک رحمہ اللہ تعالیٰ کا مذہب	۵۷
۳۴	اہم سوالات و جوابات (سلام کے وقت رفع یدین)	۵۹
۳۵	ثبوت رفع رکوع کا جواب	۶۰
۳۶	امام نووی رحمہ اللہ کی شرح کا جواب	۶۲
۳۷	”رفع دائمی عمل تھا“ اس کا جواب	۶۲
۳۸	ماضی استمراری کا جواب	۶۳
۳۹	فرشتوں کی رفع الیدین والی روایت کا جواب	۶۴
۴۰	پچاس صحابہ والی روایت	۶۵
۴۱	چودہ سو صحابہ والی روایت	۶۶
۴۲	دس بیکیوں والی روایت کا جواب	۶۷
۴۳	عشرہ مبشرہ والی روایت کا جواب	۶۸



۸۷	سوال نمبر ۶ اور اس کا جواب	۶۰
۸۸	سوالات اور مطالبات	۶۱
۹۰	اشتہار ”اظہار حق“ کا خلاصہ	۶۲
۹۱	غیر مقلد نصیب شاہ صاحب کے جھوٹ اور دھوکے (نمبر ۱)	۶۳
۹۲	جھوٹ اور دھوکہ نمبر ۲	۶۴
۹۲	جھوٹ اور دھوکہ نمبر ۳	۶۵
۹۳	جھوٹ اور دھوکہ نمبر ۴	۶۶
۹۳	جھوٹ اور دھوکہ نمبر ۵	۶۷
۹۴	جھوٹ اور دھوکہ نمبر ۶	۶۸
۹۵	جھوٹ اور دھوکہ نمبر ۷	۶۹
۹۵	جھوٹ اور دھوکہ نمبر ۸	۷۰
۹۷	غیر مقلد دوست کے معیار علم کے چند نمونے (نمونہ ۱)	۷۱

۶۹	حضرت امام اعظم ابو حنیفہ اور ابن مبارک رحمہ اللہ کا مکالمہ	۳۴
۷۰	حضرت شاہ اسماعیل شہید رحمہ اللہ خالی کار جوع	۳۵
۷۲	ناقلین نسخ رفع الیدین عند الركوع	۳۶
۷۲	محدث کبیر، نقاد عظیم امام طحاوی رحمہ اللہ	۳۷
۷۳	شارح بخاری حضرت علامہ بدر الدین عینی رحمہ اللہ	۳۸
۷۴	شارح مشکوٰۃ حضرت علامہ ملا علی قاری رحمہ اللہ	۳۹
۷۵	فقیر الامت حضرت علامہ خلیل احمد سہارنپوری رحمہ اللہ	۵۰
۷۷	اشتہار رفع الیدین کا عمل منسوخ ہے	۵۱
۷۷	نسخ کی دلیل نمبر ۱	۵۲
۸۰	نسخ کی دلیل نمبر ۲	۵۳
۸۲	کچھ سوالات مجاہدہ	۵۴
۸۲	سوال نمبر ۱ اور اس کا جواب	۵۵
۸۳	سوال نمبر ۲ اور اس کا جواب	۵۶
۸۳	سوال نمبر ۳ اور اس کا جواب	۵۷
۸۴	سوال نمبر ۴ اور اس کا جواب	۵۸
۸۶	سوال نمبر ۵ اور اس کا جواب	۵۹

دانشگاه اسلامی

## تکبیر تحریم کے وقت ہاتھ کہاں تک اٹھائے جائیں

ہمارے احناف کے نزدیک سب سے بہتر طریقہ یہ ہے کہ ہاتھ اس طرح اٹھائے جائیں کہ انگوٹھے کانوں کی نو اور انگلیوں کے سرے کانوں کے بالائی حصے اور پتیلیاں کندھوں کے برابر ہو جائیں۔

بہتر ہونے کی دلیل: تکبیر اول کے وقت ہاتھ اٹھانے سے متعلق تین قسم کی احادیث آئی ہیں۔

(۱) حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کی حدیث میں کندھوں تک ہاتھ اٹھانے کا ذکر ہے۔ (مسلم ۷۱۶۸)

(۲) حضرت مالک بن حویرث رضی اللہ عنہ کی حدیث میں دونوں کانوں کے بالائی حصے تک اٹھانے کا بیان ہے۔ (مسلم ۷۱۶۸)

(۳) حضرت وائل بن حجر رضی اللہ عنہ کی حدیث میں کانوں کی نو کے قریب تک انگوٹھے اٹھانے کا بیان ہے۔ (نسائی ۷۱۸۱)

تنبیہ: احناف نے جس طریقے کو اپنایا ہے اس سے تینوں

”کہاں تک ہاتھ اٹھائے جائیں“ کے عنوان کے تحت لکھا ہے: ”جمہور علماء کا عمل اور بیان ہے کہ دونوں ہاتھوں کو دونوں مونڈھوں تک اس طرح اٹھایا جائے کہ انگلیوں کے سرے کانوں کے اوپر تک پہنچ جائیں اور انگوٹھے کانوں کی ٹوٹک رہیں۔“ (ترجمہ مسلم ج ۲، ص ۱۸)

### ☆ ☆ کچھ سوالات ☆ ☆

- (۱) صحیح مسلم کی دوسری حدیث جس میں کانوں کے بالائی حصے تک اٹھانے کا ذکر ہے کے خلاف کرتے ہوئے صرف کندھوں تک اٹھانے والے کی نماز صحیح ہے یا فاسد؟ جو غیر مقلد احناف کی ضد میں اس پر عمل نہیں کرتا اس کے اسلام پر کچھ اثر پڑتا ہے یا نہیں؟ نیز جو غفلت سے اس حدیث پر عمل نہیں کرتا اس کا کیا حکم ہے؟
- (۲) تکبیر اول کے وقت ہاتھ اٹھانا فرض ہے یا واجب یا سنت؟ نہ اٹھانے کی صورت میں سجدہ سہو واجب ہے یا نماز فاسد ہے؟
- (۳) حضرت وائل رضی اللہ عنہ جو متاخر الاسلام ہیں کی حدیث سے کندھوں تک اٹھانے کی حدیث منسوخ کیوں نہیں؟ نیز نسخ کا قاعدہ قرآنی آیات و احادیث صحیحہ سے بیان کریں۔

☆ ☆ ☆ ☆

حدیثوں پر عمل ہو جاتا ہے، کسی صحیح حدیث کا ترک لازم نہیں آتا، کیونکہ احناف کے ہاں حدیث نمبر (۱) کا مطلب یہ ہے کہ آپ ﷺ نے ہتھیلیاں کندھوں تک اٹھالیں اور حدیث نمبر (۲) سے مراد یہ ہے کہ انگلیوں کے سرے کانوں کے بالائی حصے کے برابر کر دیئے اور حدیث نمبر (۳) میں تو انگوٹھے اور ٹو کی صراحت ہے۔

الحاصل: احناف کہتے ہیں کہ عمل ایک تھا جو ہم نے اختیار کیا، فرق صرف تعبیر کا ہے، اور اس فرق تعبیر کی وجہ یہ ہے کہ کسی راوی نے انگلیوں کے سروں کو اہمیت دے کر اس نے کانوں کے بالائی حصہ کا ذکر کیا اور کسی نے ہتھیلیوں کو اصل اور اہم سمجھ کر کندھوں تک اٹھانے کو ذکر کر دیا اور کسی نے انگوٹھوں کا اعتبار کرتے ہوئے کانوں کی ٹو کا ذکر کیا۔

روایات میں تطبیق کی دلیل: ہم نے اوپر روایات میں جو تطبیق بیان کی ہے اور احادیث کا مطلب اس انداز پر ذکر کیا ہے جس سے تینوں حدیثوں میں اتحاد اور جوڑ پیدا ہو گیا اور اختلاف ختم ہوا، اسکی دلیل سنن نسائی کی حدیث ہے، کیونکہ جب انگوٹھے ٹو کے برابر ہوں گے تو ہتھیلیاں خود بخود کندھوں کی سیدھ میں آ جائیں گی اور انگلیوں کے سرے کانوں کے بالائی حصے کے برابر ہو جائیں گے۔

غیر مقلدین کا اعتراف: غیر مقلد علامہ وحید الزمان صاحب نے



فائدہ : ہمارے بتلائے ہوئے طریقہ پر تینوں قسم کی صحیح حدیثوں پر عمل ہو جاتا ہے، کیونکہ جب دائیں ہتھیلی کو بائیں ہاتھ کی پشت پر رکھا تو "حدیث نمبر ۱" پر عمل ہوا، جب انگوٹھے اور چھنگلی سے گئے کو پکڑا تو "حدیث نمبر ۲" پر عمل ہوا اور جب تین انگلیوں کو بائیں کلائی پر رکھا تو "حدیث نمبر ۳" پر عمل ہوا۔

تطبیق کی دلیل : ہم نے احادیث میں اتحاد، جوڑ اور تطبیق کی جو صورت پیش کی ہے اس کی دلیل امام نسائی رحمہ اللہ نے حدیث وائلؓ کے ذریعہ پیش فرمائی ہے۔

حضرت وائلؓ فرماتے ہیں کہ میں نے آپ ﷺ کی نماز کو دیکھا "فَقَامَ فَكَبَّرَ وَرَفَعَ يَدَيْهِ حَتَّى حَاذَا تَابُادُنِيَهُ ثُمَّ وَضَعَ يَدَهُ الْيُمْنَى عَلَى كَفِّهِ الْيُسْرَى وَالْوُسْعَ وَالسَّاعِدَ" (سنن النسائي ص ۱۴۱) یعنی پھر دائیں ہاتھ کو بائیں ہاتھ کی پشت، گئے اور کلائی پر رکھا۔

نسائی کی اس حدیث سے ثابت ہوا کہ بائیں ہاتھ کی پشت اور گئے کو چھوڑ کر کہنی کی طرف ہاتھ کو پکڑنا حدیث کے خلاف ہے۔

ہم الزام ان کو دیتے تھے قصور اپنا نکل آیا



دلیل احادیث

ہاتھ باندھنے کی کیفیت

ہمارے احناف کے نزدیک ہاتھ باندھنے کا سب سے افضل طریقہ یہ ہے کہ دائیں ہاتھ کی ہتھیلی بائیں ہاتھ کی پشت پر رکھیں اور انگوٹھے اور چھنگلی سے بائیں ہاتھ کے گئے کو پکڑیں اور درمیان کی تین انگلیوں کو کلائی پر رکھیں۔  
دلیل : اس مسئلہ میں احادیث تین قسم کی ہیں۔

(۱) حضرت وائل بن حجرؓ کی روایت میں ہے۔ وَضَعَ يَدَهُ الْيُمْنَى عَلَى الْيُسْرَى کہ دائیں ہاتھ کو بائیں ہاتھ پر رکھا۔ (مسلم ص ۷۳ ج ۱)  
(۲) حضرت ہلبؓ کی روایت میں ہے يَأْخُذُ بِسَمَالَةِ يَمِينِهِ کہ دائیں سے بائیں کو پکڑتے تھے۔ (ترمذی ص ۵۹ ج ۱)

(۳) حضرت ہبلؓ فرماتے ہیں: كَانَ النَّاسُ يُؤْمَرُونَ أَنْ يَضَعَ الرَّجُلُ يَدَهُ الْيُمْنَى عَلَى ذِرَاعِهِ الْيُسْرَى فِي الصَّلَاةِ، قَالَ أَبُو حَازِمٍ: لَا أَغْلَمُهُ إِلَّا يَمْسِي ذَلِكَ إِلَى النَّبِيِّ ﷺ وَقَالَ إِسْمَاعِيلُ: يَمْسِي ذَلِكَ وَلَمْ يَقُلْ يَمْسِي (صحیح البخاری باب وضع الیمنی علی الیسری) کہ لوگوں کو کہا جاتا تھا کہ آدمی نماز میں دائیں ہاتھ کو بائیں ہاتھ پر رکھے۔

(۱) عَنْ عَلْقَمَةَ عَنْ أَبِيهِ ۞ قَالَ : رَأَيْتُ النَّبِيَّ ۞ وَضَعَ يَمِينَهُ عَلَى شِمَالِهِ فِي الصَّلَاةِ تَحْتَ السُّرَّةِ. (مصنف ابن ابی شیبہ ۱/۳۲۷)  
 ”حضرت وائل بن حجر ۞ فرماتے ہیں: میں نے آپ ۞ کو دیکھا آپ ۞ نے نماز میں اپنے دائیں ہاتھ کو اپنے بائیں ہاتھ پر ناف کے نیچے رکھا (باندھا)۔“

- فائدہ : تحت السرة کے الفاظ تین نسخوں میں ہیں
- ۱۔ جس سے مصر کے محدث قاسم نے نقل کیا ہے۔
  - ۲۔ محمد اکرم نصر پوری کا نسخہ
  - ۳۔ مفتی مکملہ المکرمة شیخ عبدالقادر کا نسخہ

### توثیق حدیث

- ۱۔ محدث قاسم بن قطلوبغا رحمہ اللہ فرماتے ہیں: ”هذا سند جيد“ کہ اس کی سند جید ہے (بذل المجہد ص ۲۳۲)
- ۲۔ محدث ابوالطیب رحمہ اللہ فرماتے ہیں: ”هذا حديث قوي من حيث السند“ یہ حدیث سند کے لحاظ سے مضبوط ہے (حوالہ بالا)
- ۳۔ علامہ سندھی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: ”رجاله ثقات“ اس کے راوی ثقہ ہیں۔

کلام علی سند الحدیث : (۱) وکیع رحمہ اللہ : امام

### دلیل صحیح

### ہاتھ ناف کے نیچے رکھنا چاہئے

ہم اہل السنۃ والجماعۃ احناف کے نزدیک ہاتھوں کو ناف کے نیچے رکھنا احسن اور بہتر طریقہ ہے، اگر کسی نے ناف پر ہاتھ باندھے تو بھی درست ہے البتہ سینہ پر ہاتھ باندھنا مردوں کے لئے درست نہیں۔

نوٹ : خواتین کے لئے سینہ پر ہاتھ باندھنا اجماع سے ثابت ہے۔

حضرت مولانا عبدالحی لکھنوی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: وَأَمَّا فِي حَقِّ النِّسَاءِ فَاتَّفَقُوا عَلَى أَنَّ السُّنَّةَ لَهُنَّ وَضَعُ الْيَدَيْنِ عَلَى الصُّدْرِ (السَّعَابِي ۱۵۶/۲) ”عورتوں کے متعلق سب کا اتفاق ہے کہ ان کے لئے سنت سینے پر ہاتھ رکھنا ہے۔“

دلائل : صحیح حدیث اور آثار صحابہ و تابعین ۞ سے ناف کے

نیچے ہاتھ باندھنا ثابت ہے جبکہ سینے پر ہاتھ باندھنے کی ایک بھی صحیح حدیث نہیں، نیز صحاح ستہ میں کسی ایک صحابی یا تابعی ۞ کا قول یا عمل بھی سینے پر باندھنے کا نہیں۔

احمد رحمہ اللہ فرماتے ہیں: مَا رَأَيْتُ أَوْعَى لِلْعِلْمِ مِنْ وَكَيْعٍ وَلَا أَحْفَظَ مِنْهُ (تہذیب التہذیب ص ۹۷ ج ۲) میں نے وکیع سے زیادہ کسی کو علم کو محفوظ کرنے والا اور یاد کرنے والا نہیں دیکھا۔

ابن معین رحمہ اللہ فرماتے ہیں: مَا رَأَيْتُ أَفْضَلَ مِنْ وَكَيْعٍ (تہذیب التہذیب ص ۸۰ ج ۲) میں نے وکیع سے کسی کو افضل نہیں دیکھا۔

(۲) مُوسَى بْنُ عَمِيْرٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ: قَالَ ابْنُ مَعِيْنٍ وَأَبُو حَاتِمٍ: مُوسَى بْنُ عَمِيْرٍ ثِقَةٌ (مِيزَانُ الْإِعْتِدَالِ ص ۹۷ ج ۳) فرماتے ہیں: موسی بن عمیر ثقہ ہیں۔

قَالَ الْخَافِضُ: وَقَالَ ابْنُ مَعِيْنٍ وَأَبُو حَاتِمٍ وَمُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ نُمَيْرٍ وَالْحَاطِبُ وَالْعَجَلِيُّ وَالذَّوْلَابِيُّ: إِنَّ مُوسَى بْنَ عَمِيْرٍ ثِقَةٌ (تہذیب ص ۵۵۸ ج ۵)

حافظ رحمہ اللہ نے نقل کیا ہے کہ یہ چھ حضرات فرماتے ہیں کہ موسی بن عمیر ثقہ ہیں۔

(۳) عَلْقَمَةُ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ: قَالَ الذَّهَبِيُّ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ فِي مِيزَانِهِ: عَلْقَمَةُ بْنُ وَائِلٍ بْنُ حَجَرٍ صَدُوقٌ (مِيزَانُ الْإِعْتِدَالِ ص ۱۰۷ ج ۳) فرماتے ہیں: کہ علقمہ سچے ہیں۔

وَقَالَ الْخَافِضُ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ: ذَكَرَهُ ابْنُ حَبَّانٍ فِي الثَّقَاتِ وَذَكَرَهُ ابْنُ سَعْدٍ فِي الطَّبَقَةِ الثَّالِثَةِ مِنْ أَهْلِ الْكُوفَةِ وَقَالَ: كَانَ ثِقَةً قَلِيلَ الْحَدِيثِ (تہذیب ص ۷۰ ج ۳)

فرماتے ہیں کہ علقمہ رحمہ اللہ کو ابن حبان رحمہ اللہ نے ثقہ اور قابل اعتماد لوگوں میں سے شمار کیا ہے اور ابن سعد نے اہل کوفہ میں طبقہ ثالثہ میں ذکر کیا ہے اور کہا ہے کہ وہ ثقہ تھے اور کم حدیث بیان کرتے۔

### ﴿عمل و آثار صحابہ و تابعین﴾

(۱) قَالَ أَبُو عِيْسَى: حَدِيثُ هَلْبٍ حَدِيثٌ حَسَنٌ وَالْعَمَلُ عَلَى هَذَا عِنْدَ أَهْلِ الْعِلْمِ مِنْ أَصْحَابِ النَّبِيِّ ﷺ وَالْتَّابِعِينَ وَمَنْ بَعْدَهُمْ يَرَوْنَ أَنْ يَضَعَ الرَّجُلُ يَمِينَهُ عَلَى شِمَالِهِ فِي الصَّلَاةِ وَرَأَى بَعْضُهُمْ أَنْ يَضَعَهُمَا فَوْقَ السُّرَّةِ وَرَأَى بَعْضُهُمْ أَنْ يَضَعَهُمَا تَحْتَ السُّرَّةِ وَكُلُّ ذَلِكَ وَاسِعٌ عِنْدَهُمْ (ترمذی ص ۵۹ ج ۱)

ترجمہ از علامہ بدیع الزماں غیر مقلد: (امام بخاری کے شاگرد امام ترمذی) ابوعیسیٰ نے کہا: حدیث ہلب کی حسن ہے اور اسی پر عمل ہے اہل علم کا صحابہ اور تابعین سے اور جو بعد ان کے تھے، کہتے تھے کہ رکھے ہاتھ دایمہ اپنا بائیں پر شمال میں، اور کہا بعضوں نے کہ رکھے ان دونوں کو ناف کے اوپر، اور کہا بعضوں نے کہ رکھے ناف کے نیچے، یہ سب جائز ہے ان کے نزدیک (جائز الشوزی ج ۱)

نوٹ: یہاں خود غیر مقلد مولوی صاحب نے بھی ”فوق السرة“ کا ترجمہ ”ناف کے اوپر“ سے کیا ہے ”ناف سے اوپر“ کا ترجمہ نہیں کیا، اور



”سے“، اور ”کے“ کا فرق ظاہر ہے۔

نوٹ: حضرت امام ترمذی رحمہ اللہ بخاری کی نظر میں سینے پر ہاتھ باندھنے کا عمل کسی ایک صحابی، تابعی یا تبع تابعی کا نہ تھا ورنہ اس موقع پر ضرور نقل فرماتے۔

(۲) امام بخاری کے استاذ حضرت امام ابوبکر بن ابی شیبہ رحمہ اللہ بخاری نے سند صحیح سے حضرت ابوجہل تابعی رحمہ اللہ کا عمل یوں نقل فرمایا ہے: ”وَجَعَلَهُمَا أَسْفَلَ مِنَ الشَّرَةِ“ کہ دونوں ہاتھوں کو ناف کے نیچے باندھتے تھے (مصنف ابن ابی شیبہ ص ۴۲۷ ج ۱)

### اشکالات و جوابات

اشکال نمبر ۱: غیر مقلدین کہتے ہیں کہ تحت السرة کے الفاظ بعض نسخوں میں نہیں لہذا یہ احناف کا منگھڑت اضافہ ہے جو حجت نہیں۔

جواب: (۱) یہ ان کا خالص جھوٹ ہے ورنہ شہادت شرعیہ سے ثابت کریں کہ فلاں حنفی نے فلاں سن میں فلاں مہینے میں فلاں تاریخ کو فلاں نسخہ میں یہ اضافہ کیا۔

(۲) علامہ قاسم بن قطلوبغا رحمہ اللہ (متوفی ۷۰۹ھ) نے نویں صدی میں مصنف ابن ابی شیبہ کے ایک نسخہ سے ”تحت السرة“ کا اضافہ نقل کر کے فرمایا: ”إِنَّ هَذَا سَنَدٌ جَيِّدٌ“ کہ اس کی سند جید اور قابل حجت ہے۔ لیکن ان پر

اس وقت کسی محدث نے یہ اعتراض نہیں کیا کہ یہ اضافہ احناف کا منگھڑت اضافہ ہے۔ ورنہ پوری دنیا کے غیر مقلد اس محدث کا نام بتائیں جنہوں نے انکار کر کے اس نسخہ کو غلط کہا ہو۔

اشکال نمبر ۲: غیر مقلدین کہتے ہیں کہ سینے پر ہاتھ باندھنے کی حدیثیں زیادہ ہیں، لہذا ناف کے نیچے ہاتھ باندھنے والی حدیثوں پر سینہ پر ہاتھ رکھنے والی حدیثوں کو ترجیح ہوگی۔

جواب: (۱) جھوٹ بولتے ہیں ایک صحیح حدیث بھی ان کے پاس نہیں (مدلل نماز)

(۲) ان کے پاس سب سے مضبوط اور صریح دلیل حدیث ابن خزیمہ ہے اور وہ سند کے اعتبار سے ضعیف ہے۔

### جرح علی سندہ:

(۱) مؤمل بن اسماعیل: یہ ضعیف ہے۔ علامہ البانی غیر مقلد فرماتے ہیں: إسناده ضعیف لأن مؤملاً و هو ابنُ إسماعیل بن الحنفیة (صحیح ابن خزیمہ ۱/۲۴۳) کہ اس کی سند کمزور ہے کیونکہ مؤمل جو اسماعیل کے بیٹے ہیں، کا حافظ صحیح نہیں۔

اعتراض: مؤمل بن اسماعیل کو ضعیف کہنا درست نہیں کیونکہ وہ صحیح بخاری کا راوی ہے۔

جواب : یہ اعتراض درج ذیل وجوہ کی بناء پر مدفوع اور باطل ہے  
(۱) مؤمل بن اسماعیل کو خود آپ غیر مقلدین کے سرخیل علامہ ناصر  
الدین البانی صاحب نے ہی الحفظ کہہ کر اس کی وجہ سے سند کو ضعیف کہا ہے  
(ابن خزیمہ ۲/۴۳۳) لہذا آپ کا یہ اشکال پہلے البانی صاحب پر وارد ہے وہ جو  
جواب دیں وہی ہمارا جواب بھی تصور کیا جائے۔

(۲) حضرت امام بخاری رحمہ اللہ نے اس کا ذکر اصالت میں فرمایا  
بلکہ تعلیقاً اس کو ذکر کیا ہے نیز امام بخاری رحمہ اللہ سے اس کی ملاقات بھی نہیں  
ہوئی لہذا اس ذکر سے ان کا ثقہ ہونا ثابت کرنا درست نہیں۔ اسی وجہ سے  
حافظ رحمہ اللہ نے بھی اس پر جرح کرتے ہوئے اسے کثیر الخطأ فرمایا ہے۔

قَالَ الْحَافِظُ ابْنُ حَجَرٍ رَحِمَهُ اللَّهُ قَوْلُهُ : (وَقَالَ مُؤْمِلٌ) بِوَأَدِّ  
مَهْمُوزَةٍ وَزَنْ مُحَمَّدٍ وَهُوَ ابْنُ إِسْمَاعِيلَ ابْنُ عَبْدِ الرَّحْمَنِ الْبَصْرِيُّ نَزِيلُ  
(مَكَّةَ) ، أَذْرَكَ الْبُخَارِيُّ وَلَمْ يَلْقَهُ لِأَنَّهُ مَاتَ مَسْنَةً سِتٍّ وَ مَائَتَيْنِ وَ ذَلِكَ  
قَبْلَ أَنْ يَرْحَلَ الْبُخَارِيُّ وَلَمْ يَخْرُجْ عَنْهُ إِلَّا تَعْلِيْقًا وَهُوَ ضَعُوفٌ كَثِيرُ  
الْخَطَا قَالَهُ أَبُو حَاتِمٍ الرَّازِيُّ (فتح الباری ۱۳/۴۱)

ترجمہ: فرماتے ہیں: مؤمل سے ابن اسماعیل ابو عبد الرحمن البصری  
مراد ہیں جو کہ مکہ کا باشندہ تھا۔ امام بخاری رحمہ اللہ نے ان کا زمانہ پایا لیکن  
ان سے ملاقات نہیں ہو سکی، کیونکہ مؤمل ۲۰۶ ہجری میں، امام بخاری رحمہ اللہ  
کے (مکہ) کوچ کرنے سے پہلے ہی وفات پا گئے تھے۔ اسی بناء پر امام بخاری

رحمہ اللہ نے ان سے تعلیقاً روایت نقل کی ہے اور ابو حاتم رازی رحمہ اللہ نے  
فرمایا ہے کہ مؤمل صدوق ہیں لیکن حافظ کی خرابی کی وجہ سے کثیر الخطأ ہیں۔

(۳) علامہ کرمانی اور حافظ عینی رحمہ اللہ دونوں حضرات اس پر متفق  
ہیں کہ یہاں مؤمل سے ابن ہشام مراد ہیں نہ کہ ابن اسماعیل۔ جس سے معلوم  
ہوا کہ مختصر کا مؤمل صحیح بخاری میں ہیں ہی نہیں۔ لہذا ”ذو العدل منکم“  
آیت کے پیش نظر جب دو عادل مردوں کی شہادت آگئی تو اسے بلا چون و چرا  
قبول کر لینا چاہیے۔

قَالَ الْعَلَامَةُ الْكَرْمَانِيُّ رَحِمَهُ اللَّهُ : (مُؤْمِلٌ) بِمُفْعُولِ التَّامِيلِ ابْنِ  
هَشَامٍ . (الکرمانی ۲۴۹/۱۶۰)

قَالَ الْحَافِظُ الْعَيْنِيُّ رَحِمَهُ اللَّهُ : وَقَالَ مُؤْمِلٌ ، يَعْنِي ابْنَ هَشَامٍ أَخَذَ  
مَشَائِخَ الْبُخَارِيِّ عَنْ عُلُقَمَةَ (عمدة القاری ۱۶/۳۴۹)

الحاصل علامہ کرمانی اور حافظ عینی رحمہ اللہ ان دو حضرات کے  
نزدیک تو یہ مؤمل سرے سے وہ نہیں جو سینے پر ہاتھ باندھنے کی روایت میں  
ہے کیونکہ وہ اسماعیل کا بیٹا ہے اور یہ ہشام کا بیٹا۔ اور حافظ ابن حجر رحمہ اللہ نے  
اگرچہ اسے اسماعیل کا بیٹا تسلیم کیا ہے لیکن ساتھ ساتھ اس پر جرح بھی نقل  
فرمائی ہے۔

(۲) سفیان (۳) عاصم بن کلیب : ان حضرات کو خود  
غیر مقلدین نے ”ترک رفع“ کی بحث میں ضعیف اور ناقابل استدلال قرار

دیا ہے۔

اشکال نمبر ۳: سینے پر ہاتھ باندھنے کی حدیث ابن خزیمہ میں ہے۔ اور ابن خزیمہ کی تمام احادیث صحیح ہیں، لہذا یہ حدیث بھی صحیح ہوگی اور اس کو ضعیف کہنا غلط ہوگا۔

جواب: قَالَ ابْنُ حَجَرٍ الْمَكِّيُّ: قَالَ عَمَادُ الدِّينِ: وَكَمْ حَكَمَ ابْنُ خُزَيْمَةَ بِالصَّحَّةِ لِمَا لَا يَرْتَقِي رُتْبَةَ الْحَسَنِ الْخ (ہامش درم الصرة ص ۸۱)

ابن حجر کی رمہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ ابن خزیمہ نے ایسی کتنی حدیثوں کو صحیح کہا ہے جو "حسن" کے درجہ تک بھی نہیں پہنچتیں۔ لہذا بلا تحقیق ابن خزیمہ کی حدیث معتبر نہیں۔

اشکال نمبر ۴: حضرت علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: فَضَّلَ لِرَبِّكَ وَانْحَرُ (الابہ) کہ دائیں ہاتھ کو بائیں پر رکھ کر سینہ پر باندھ دیا۔ (البیہقی ص ۲۳۰)

جواب: علامہ کرمانی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: "فِي مَسْنَدِهِ وَ مَتْنِهِ اضْطَرَابٌ" (الجوہر النقی ص ۲۳۰) کہ اس روایت کی سند اور متن دونوں میں اضطراب ہے (لہذا قابل استدلال نہیں)۔

اشکال نمبر ۵: حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے سورہ کوثر کی

آیت "فَضَّلَ لِرَبِّكَ وَانْحَرُ" سے متعلق فرمایا کہ دائیں ہاتھ کو بائیں ہاتھ پر رکھ کر سینہ پر باندھ کر نماز کے اند (بیہقی ص ۲۳۰ ج ۲)

جواب: یہ روایت بھی ضعیف ہے۔ کیونکہ اس کی سند میں ایک راوی "رُوْحُ بْنُ الْمُسَيَّبِ" ہے، جو ضعیف ہے۔

ابن عدی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: "يُرْوَى عَنْ ثَابِتٍ وَبُزَيْنَةَ الرِّقَاشِيِّ أَحَادِيثٌ غَيْرُ مَحْفُوظَةٍ" کہ یہ روایت ثابت اور بزید سے غیر محفوظ حدیثیں روایت کرتے ہیں۔ (الجوہر النقی ص ۲۳۰ ج ۲، میزان الاعتدال ص ۵۰ ج ۲)

ابن حبان رحمہ اللہ فرماتے ہیں: "يُرْوَى الْمُسَوِّدُ عَنْ ثَابِتٍ وَبُزَيْنَةَ الرِّقَاشِيِّ عَنْهُ" کہ وہ گھڑی ہوئی روایات روایت کرتا ہے لہذا اس سے روایت لینا حلال اور جائز نہیں۔ اسی طرح اس کی سند کا دوسرا راوی عمرو الکندی بھی ضعیف ہے۔

قَالَ ابْنُ عَدِيٍّ رَحِمَهُ اللَّهُ: "عَمْرُو الْكِنْدِيُّ مُنْكَرُ الْحَدِيثِ عَنِ الثَّقَاتِ يَنْتَرِيقُ الْحَدِيثُ" (الجوہر النقی ص ۲۳۰ ج ۲) ابن عدی فرماتے ہیں کہ عمرو الکندی منکر الحدیث ہے، ثقہ لوگوں سے حدیث چراتا ہے۔ ضعیفہ (الکندی) ابو یعلیٰ الموصلی ذکرہ ابن الجوزی، یعنی ابو یعلیٰ موصلی نے عمرو کندی کو ضعیف قرار دیا ہے۔ (الجوہر النقی ص ۲۳۰ ج ۲)

﴿جبال العلم حضرات فقہاء کرام رحمہم اللہ کے ارشادات﴾  
(۱) ملک العلماء امام کاسانی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: "وَأَمَّا مَحْلُ"



(۸) ملا علی القاری رحمہ اللہ نے بھی "تَحْتَ الشُّرَّةِ" ہی کو رائج

فرمایا ہے۔ (المعقات ۲/۵۰۹)

(۹) مفتی شام امام طحاوی رحمہ اللہ رقمطراز ہیں: "فَالْوَضْعُ

مُطْلَقًا سُنَّةٌ وَ كَوْنُهُ تَحْتَ الشُّرَّةِ سُنَّةٌ أُخْرَى أَبُو السُّعُودِ " کہ ہاتھ باندھ کر رکھنا جدا سنت ہے اور ناف کے نیچے رکھنا الگ سنت ہے۔ (حاشیہ الطحاوی

على الدر المختار ۱/۲۱۳)

(۱۰) عالم باعمل مفتی شام علامہ علاؤ الدین رحمہ اللہ فرماتے

ہیں: "وَ كَوْنُهُ تَحْتَ الشُّرَّةِ لِلرِّجَالِ" یعنی مردوں کے لئے یہ ہے کہ ہاتھ باندھ کر ناف کے نیچے رکھے (رد المحتار ۲/۴۷۷)

### ☆ ☆ سوالات ☆ ☆

(۱) صحیح مسلم کی حدیث میں دائیں ہاتھ کا بائیں ہاتھ پر رکھنے کا ذکر

ہے، اور اس کا ظاہری معنی وہی ہے جو مصنفہ میں "ید" کے لفظ کا کیا جاتا ہے، جس طرح وہاں "ید" سے مراد پٹے اور گئے تک ہاتھ ہے اسی طرح یہاں بھی یہی مراد ہوگی، لہذا اس حدیث کے خلاف کرنا جائز ہے یا نہیں؟

(۲) ان احادیث میں جب تطبیق اور جوڑ کی صورت موجود ہے، تو

اسے چھوڑ کر بعض احادیث پر عمل کرنا اور بعض کو بیکار چھوڑنا، کیا (نام نہاد) احمدیہ کا کام یہی ہے؟

(۳) حدیث مسلم اور حدیث نسائی کی مخالفت کر کے کہنی پکڑنے

الْوَضْعُ فَمَا تَحْتَ الشُّرَّةِ فِي حَقِّ الرِّجَالِ " کہ مردوں کے لئے ہاتھ (باندھ کر) رکھنے کی جگہ ناف کے نیچے ہے۔ (بدائع الصنائع ۱/۲۰۱)

(۲) شمس الائمہ امام سرحدی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: "وَ أَمَّا مَوْضِعُ الْوَضْعِ فَأَلَّا فَضْلٌ عِنْدَنَا تَحْتَ الشُّرَّةِ " کہ ہاتھ (باندھ کر) رکھنے کی افضل جگہ ہمارے نزدیک ناف کے نیچے ہے۔ (المسوطہ ۱/۲۹۹)

(۳) امام برہان الدین مرغینانی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: "وَيُعْتَمَدُ بِيَدِهِ الْيَمْنَى عَلَى الْيُسْرَى تَحْتَ الشُّرَّةِ " کہ دائیں ہاتھ کو بائیں پر رکھ کر ناف کے نیچے رکھے۔ (الہدایہ ۱/۱۰۶)

(۴) محقق ابن الہمام رحمہ اللہ نے بھی "تَحْتَ الشُّرَّةِ" ہی کو رائج قرار دیا ہے۔ (فتح القدیر ۱/۲۴۹)

(۵) محقق زمان امام قاضی خان رحمہ اللہ تحریر فرماتے ہیں: "يَضَعُ بِيَدِهِ الْيَمْنَى عَلَى الْيُسْرَى تَحْتَ الشُّرَّةِ " کہ دائیں ہاتھ کو بائیں پر رکھ کر ناف کے نیچے رکھے گا۔ (الحاشیہ علی هامش الہدایہ ۱/۸۷)

(۶) حافظ عینی رحمہ اللہ نے بھی "تَحْتَ الشُّرَّةِ" ہی کو ترجیح دی ہے۔ (البیہ ۱/۶۰۹، عمدة القاری ۴/۳۸۹)

(۷) علامہ ابن نجیم رحمہ اللہ نے بھی "تَحْتَ الشُّرَّةِ" ہی کو رائج فرمایا ہے۔ (البحر الرائق ۱/۵۳۸)

سے نماز ہوگی یا نہیں؟

(۴) ہاتھ باندھنا فرض ہے یا واجب یا سنت اور مستحب؟ نہ

باندھنے والوں کی نماز ہوتی ہے یا نہیں؟ اور بھولے سے نہ باندھنے سے مجتہد

سہو واجب ہوتا ہے یا نہیں؟

(۵) جو لوگ نماز میں کہنی نہیں پکڑتے بلکہ صحیح مسلم اور سنن نسائی کی

حدیث کے مطابق ہتھیلی کی ہتھیلی کی پشت پر رکھتے ہیں ان کی

نماز ہوتی ہے یا نہیں؟

جواب آیات و احادیث صحیحہ غیر متعارضہ سے دینا ضروری ہے۔ ورنہ

غیر مقلدیت سے تو یہ کا اعلان۔

☆☆☆☆

## مسئلہ رفع الیدین

ہمارے احناف کے نزدیک عام نمازوں میں تکبیر تحریم کے وقت ہاتھ

اٹھانا سنت ہے، اس کے علاوہ کہیں بھی سنت نہیں۔

## ☆☆ ترک رفع کے دلائل ☆☆

(۱) آیہ کریمہ: ﴿قَالَ اللَّهُ تَبَارَكَ وَتَعَالَى: الَّذِينَ هُمْ فِي

صَلَاتِهِمْ خَاشِعُونَ﴾ (المومنون آیت ۲)

اس کا معنی تاج المفسرین حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے یہ

کیا ہے: مُخْبِتُونَ مُتَوَاضِعُونَ لَا يَلْتَفِتُونَ يَمِينًا وَلَا شِمَالًا وَلَا يَرْفَعُونَ

أَيْدِيَهُمْ فِي الصَّلَاةِ (تفسیر ابن عباس ۳۵۹) خشوع کے لئے ضروری ہے کہ رفع

یدین بھی نماز میں نہ کرے۔

تنبیہ: تکبیر اول کی رفع "فی الصلوة" نہیں بلکہ خارج الصلوة ہے کیونکہ حنفیہ کے ہاں تکبیر اول شرط ہے رکن نہیں کما لا یخفی، اور عیدین و وتر جدا نمازیں ہیں ان کو عام نمازوں پر قیاس کرنا درست نہیں، اور عبد اللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی طرف جو رفع کا عمل منسوب کیا گیا ہے وہ ضعیف ہے اور ان کے قول کے خلاف ہے۔

## احادیث مبارکہ

(۱) حدیث ابی حمید الساعدی رحمہ اللہ

عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ عَمْرٍو بْنِ عَطَاءٍ أَنَّهُ كَانَ جَالِسًا مَعَ نَفَرٍ مِّنْ أَصْحَابِ النَّبِيِّ ﷺ فَذَكَرْنَا صَلَاةَ النَّبِيِّ ﷺ فَقَالَ أَبُو حَمِيدٍ السَّاعِدِيُّ أَنَا كُنْتُ أَحْفِظُكُمْ لَصَلَاةِ رَسُولِ اللَّهِ ﷺ رَأَيْتُهُ إِذَا كَبَّرَ جَعَلَ يَدَيْهِ حَذْوَ مَنْكَبَيْهِ وَإِذَا رَكَعَ أَمَكَّنَ يَدَيْهِ مِنْ رُكْبَتَيْهِ ثُمَّ حَصَرَ ظَهْرَهُ فَإِذَا رَفَعَ رَأْسَهُ اسْتَوَى حَتَّى يَغُودَ كُلُّ فَقَارٍ مَكَانَهُ وَإِذَا سَجَدَ وَضَعَ يَدَيْهِ غَيْرَ مُفْتَرِشٍ وَلَا قَابِضَتُهُمَا وَاسْتَقْبَلَ بِأَطْرَافِ أَصَابِعِ رِجْلَيْهِ الْقِبْلَةَ فَإِذَا جَلَسَ فِي الرَّكْعَتَيْنِ جَلَسَ عَلَى رِجْلِهِ الْيُسْرَى وَنَصَبَ الْيُمْنَى فَإِذَا جَلَسَ فِي الرَّكْعَةِ الْآخِرَةِ قَدَّمَ رِجْلَهُ الْيُسْرَى وَنَصَبَ الْآخَرَى وَقَعَدَ عَلَى مَقْعَدَتِهِ

(صحیح بخاری صفحہ ۱۱۳ جلد ۱)

ترجمہ: محمد بن عمرو بن عطاء رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ وہ حضرت نبی

اکرم ﷺ کے صحابہ کی ایک جماعت کے ساتھ بیٹھے ہوئے تھے، ہم نے حضرت نبی اکرم ﷺ کی نماز کا ذکر کیا تو ابو حمید الساعدی رحمہ اللہ نے فرمایا: "رسول اللہ ﷺ کی نماز تم سب سے مجھے خوب یاد ہے میں نے دیکھا کہ جب آپ ﷺ نے تکبیر کہی تو دونوں ہاتھوں کو کندھوں کے برابر لے گئے اور جب رکوع کیا تو مضبوطی سے گھٹنوں کو پکڑ لیا پھر کمر کو برابر کیا پھر جب سر اٹھایا تو سیدھے کھڑے ہوئے یہاں تک کہ ہر مورہ اپنی جگہ واپس آ گیا اور جب سجدہ کیا تو ہاتھوں کو اس طرح رکھا کہ نہ تو زمین پر بچھائے ہوئے تھے اور نہ ہی بند تھے اور پاؤں کی انگلیوں کے کنارے قبلہ کی طرف کئے ہوئے تھے پھر جب دو رکعتوں کے بعد بیٹھ گئے تو بائیں پیر پر بیٹھ گئے اور دائیں کو کھڑا کیا پھر جب آخری رکعت پر بیٹھ گئے تو بائیں پیر کو آگے نکال دیا اور دوسرے کو کھڑا کیا اور سرین پر بیٹھ گئے۔"

طرز اختلاف : اس موقع پر حضرت ابو حمید الساعدی رحمہ اللہ کا مقصود نماز کے افعال بتانا ہے نہ کہ اقوال و اذکار۔ حنفیہ جس طرح پوری نماز میں صرف ایک مرتبہ رفع یدین کرتے ہیں اس حدیث صحیح میں بھی صرف ایک ہی مرتبہ رفع یدین کا ذکر ہے اور بس۔

اعتراض نمبر ۱ : اس حدیث میں جس طرح رکوع کی رفع کا ذکر نہیں اسی طرح ہاتھ باندھنے کا ذکر بھی نہیں تو جس طرح اسکے عدم ذکر سے نفی نہیں ہوتی، رفع کے عدم ذکر سے بھی رفع کی نفی نہ ہوگی؟



جواب : ہاتھ باندھنے کے فعل پر رکوع کی رفع کو قیاس کرنا درست نہیں کیونکہ یہ کہا جاسکتا ہے کہ حضرت ابو حنیفہؒ کی نظر میں ہاتھ باندھنے کی زیادہ اہمیت نہ تھی یا ذہول ہو گیا جبکہ رفع یدین میں اس قسم کی بات نہیں کہی جاسکتی کیونکہ شروع میں ذکر کرنا اس کی اہمیت اور عدم ذہول کی واضح دلیل ہے لہذا سیدھی اور صاف بات جو انصاف پر مبنی ہے وہ یہی ہے کہ رکوع کے وقت رفع نہیں تھی اس وجہ سے ذکر نہیں فرمایا۔

اعتراض نمبر ۲ : ترمذی، ابوداؤد وغیرہا میں یہی حدیث ابو حنیفہؒ کی موجود ہے اس میں رکوع کی رفع کا ذکر بھی ہے اس سے معلوم ہوتا ہے کہ یہاں عدم ذکر نفی کے لئے نہیں؟

جواب : اولاً رات دن بخاری، مسلم کی رٹ لگا کر یہ دعویٰ کرنے والے کہ ہماری دلیل بخاری و مسلم میں ہے، کو یہ زیب نہیں دیتا کہ وہ بخاری شریف کی حدیث کے مقابلہ میں کسی دوسری کتاب کی حدیث پیش کر کے کہے کہ بخاری کی حدیث ناقص ہے۔

ثانیاً ترمذی، ابوداؤد کی روایت پر کلام موجود ہے، محدثین نے اس کے بعض روایات پر جرح کی ہے جس کا تفصیلی ذکر آگے ہم ان شاء اللہ تعالیٰ اپنے مقام پر کریں گے۔

اعتراض نمبر ۳ : اس حدیث میں ”تورک“ کا بھی ذکر ہے جس پر حنفیہ کا عمل نہیں، تو یہ آدھا تیز آدھا شیر کا معاملہ کیوں؟

جواب : حنفیہ کے نزدیک دونوں قعدوں میں افضل اور بہتر صورت بیٹھنے کی، افتراش کی ہے اور یہ حدیث صحیح سے ثابت ہے، اس حدیث میں جس صورت کا بیان ہے وہ بیان جواز یا عذر پر محمول ہے لہذا ہم اس حدیث کے تارک نہیں جس کا بدن بخاری ہو یا معذور ہو اس کا حکم ہمارے احناف کے ہاں بھی یہی ہے۔

سوال نمبر ۱ : وہ صحیح حدیث جس میں افتراش کی صورت کا ذکر ہے کس کتاب میں ہے؟ مع صفحہ تحریر کیجئے۔

جواب : وہ حدیث صحیح، صحیح مسلم صفحہ ۱۹۴-۱۹۵ جلد ۱ پر ہے نیز امام نووی رحمہ اللہ نے بھی تسلیم کیا ہے کہ یہ حنفیہ کی صریح دلیل ہے۔

سوال نمبر ۲ : اگر کوئی کہے کہ یہ صورت عذر اور بیان جواز پر محمول ہے اور تورک کی صورت اصل سنت ہے تو؟

جواب : یہ دو (۲) وجہ سے درست نہیں۔

(۱) معذور کے لئے تورک آسان ہے افتراش مشکل ہے۔

(۲) افتراش میں چونکہ اعضاء چست رہتے ہیں اور تورک کی نسبت

اس میں تعب اور تھکاؤ بھی زیادہ ہے اس لئے اصل و افضل صورت افتراش

ہی کی ہونی چاہیئے دیکھئے نماز کے دوسرے افعال میں بھی چستی کا لحاظ رکھا گیا

ہے جیسے سجدہ میں ہاتھ زمین سے دور، بازو پہلو سے دور اور پیٹ ران سے دور

ہونے کے حکم میں چستی ظاہر ہے۔

(۲) اُس میں سلام کے وقت رفع کی تصریح ہے جب کہ اس میں اس بات کی طرف اشارہ بھی نہیں۔

(۳) اس میں ”اَسْكُنُوا فِي الصَّلَاةِ“ کہ نماز میں سکون سے رہو، کی تصریح ہے کہ پوری نماز میں سکون کا حکم ہے جب کہ اُس حدیث میں اس طرح عام حکم نہیں بلکہ اس میں خاص سلام کے وقت کا حکم بتایا گیا ہے۔  
اعتراض نمبر ۲: امام نووی رحمہ اللہ نے اس کو سلام کے وقت رفع پر محمول کیا ہے۔

جواب: وہ امام شافعی رحمہ اللہ کے مقلد ہیں ان کی تاویل ہم احناف پر حجت نہیں اور غیر مقلدین (جو ائمہ مجتہدین رحمہم اللہ سے آزاد ہیں) کے لئے مفید نہیں۔

اعتراض نمبر ۳: یہ حدیث تکبیر اول کے وقت رفع یدین کے بھی تو خلاف ہے پھر وہ کیوں کرتے ہو؟

جواب: دو وجہ سے: (۱) ہمارے احناف رحمہم اللہ کے نزدیک تکبیر اول اور رفع یدین خارج الصلوٰۃ ہیں، فی الصلوٰۃ نہیں۔ (۲) اس پر اجماع ہے اور اجماع ہمارے ہاں مستقل دلیل ہے۔

اعتراض نمبر ۴: اس حدیث میں رفع یدین سے رکوع وغیرہ کی رفع مراد نہیں بلکہ مطلب یہ ہے کہ نماز میں ادھر ادھر ہاتھ نہ ہلاؤ۔

جواب: یہ اعتراض تو اس پر مبنی ہے کہ صحابہ رضی اللہ عنہم کی نماز خشوع و خضوع کے

(۲) حدیث جابر بن سمرہ رضی اللہ عنہ

عَنْ جَابِرِ بْنِ سَمُرَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ: خَرَجَ عَلَيْنَا رَسُولُ اللَّهِ ﷺ فَقَالَ مَالِي أَرَاكُمْ رَافِعِي أَيْدِيَكُمْ كَأَنَّهَا أَذْنَابُ خَيْلٍ شُمْسٍ اُسْكُنُوا فِي الصَّلَاةِ. (مسلم صفحہ ۱۸۱ جلد ۱)

ترجمہ: حضرت جابر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ہمارے پاس (اس حال میں کہ ہم نوافل وغیرہ میں مصروف تھے) حضرت رسول اللہ ﷺ باہر تشریف لے آئے پھر فرمایا مجھے کیا ہوا کہ میں تم کو دیکھ رہا ہوں کہ تم مست شریگھوڑوں کی دموں کی طرح ہاتھ اٹھاتے ہو، نماز میں سکون سے رہو۔

طرز استدلال: اس حدیث میں ”اَسْكُنُوا فِي الصَّلَاةِ“ کے جملے نے تکبیر اول اور سلام کے درمیان پوری نماز میں سکون کا حکم دے کر بتا دیا کہ اس درمیان میں رفع یدین نہیں، اور ”مَالِي أَرَاكُمْ رَافِعِي أَيْدِيَكُمْ كَأَنَّهَا أَذْنَابُ خَيْلٍ شُمْسٍ“ کے جملے نے اس رفع کو جو پہلے ہی منسوخ کر دیا۔

فانصر اللہ تعالیٰ کہ حنفیہ کا پورا مسئلہ ثابت ہو گیا۔

اعتراض نمبر ۱: یہ حدیث سلام کے وقت رفع یدین کے نسخ سے متعلق ہے جیسا کہ اس سے قبل حضرت جابر رضی اللہ عنہ کی حدیث سلام سے متعلق ہے۔

جواب: اس حدیث کو اس حدیث کے تابع کرنا تین وجہ سے درست نہیں۔

(۱) اُس میں جماعت کی نماز کا قصہ ہے جب کہ یہاں تنہا نفل نماز وغیرہ کا ذکر ہے۔

بغیر ہو رہی تھی "خاشا و کثلا" حالانکہ احادیث سے ثابت ہے کہ وہ تنے کی طرح بے جان و بے حرکت کھڑے ہوتے تھے معلوم ہوا کہ یہ وہی رفع ہے جس کی شروع میں اجازت تھی یعنی رکوع سے قبل و بعد وغیرہ۔

سوال : کیا کسی حنفی نے اس حدیث سے ترک رفع پر استدلال کیا ہے؟

جواب : جی ہاں! املا علی القاری رحمہ اللہ فرماتے ہیں : وليس في غير الشَّحْرِ نَمَّةٌ رَفَعَ يَدَ عِنْدَ أَبِي حَنِيفَةَ لِيُخْبِرَ مُسْلِمًا ، عَنْ جَابِرِ بْنِ سَمُرَةَ قَالَ : خَرَجَ عَلَيْنَا رَسُولُ اللَّهِ ﷺ الخ (مرقاۃ صفحہ ۵۰۴ جلد ۲)

ترجمہ : حدیث مسلم عن جابر بن سمرة رحمہ اللہ کی وجہ سے امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ کے نزدیک تکبیر تحریم کے سوا کہیں بھی رفع نہیں۔

(۳) حدیث عبد اللہ بن عمر رحمہ اللہ تعالیٰ عنہما

عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا قَالَ : رَأَيْتُ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ إِذَا افْتَتَحَ الصَّلَاةَ رَفَعَ يَدَيْهِ حَذْوَ مَنْكِبَيْهِ وَإِذَا أَرَادَ أَنْ يُرْكَعَ وَبَعْدَ مَا يُرْفَعُ رَأْسُهُ مِنَ الرُّكُوعِ فَلَا يُرْفَعُ وَلَا بَيْنَ السَّجْدَتَيْنِ . (مسند حمیدی صفحہ ۲۷۷ جلد ۲، مسند ابی حاتم صفحہ ۲۴۴ جلد ۱)

ترجمہ : حضرت عبد اللہ بن عمر رحمہ اللہ تعالیٰ عنہما فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو دیکھا جب نماز شروع کی تو اپنے دونوں ہاتھ کندھوں تک اٹھائے اور جب رکوع کرنے کا ارادہ کیا اور رکوع سے سر اٹھایا تو ہاتھ نہیں اٹھائے اور نہ سجدوں کے درمیان اٹھائے۔

طرز استدلال : اس حدیث میں تصریح ہے کہ شروع میں ہاتھ اٹھاتے (یہی حنفیہ کا مسئلہ ہے) اور اس کی بھی تصریح ہے کہ رکوع سے قبل و بعد ہاتھ نہیں اٹھاتے (حنفیہ بھی یہی کہتے ہیں) یہ حدیث صحیح حنفیہ کی صریح دلیل ہے

اس سے مثبت و منفی دونوں دعوے ثابت ہو گئے۔ فالعبد للہ تعالیٰ اعلیٰ و اعلى

اشکال : اس حدیث میں "فَلَا يُرْفَعُ" کہ آپ ﷺ رفع یدین نہیں کرتے تھے، شاذ ہے۔

جواب : مولوی ارشاد الحق اثری غیر مقلد نے بھی اپنے ایک رسالہ میں اس بات پر زور لگایا کہ "فَلَا يُرْفَعُ" شاذ ہے لیکن اس کو شاذ ثابت نہ کر سکے کیونکہ شاذ کو ثابت کرنے کے لئے یہ ضروری تھا کہ اس حدیث کے مقابلہ میں ایسی صحیح حدیث دکھاتے جو محفوظ بھی ہو اور اس میں یہ جملہ بھی ہو کہ رسول اللہ ﷺ ہمیشہ رکوع کو جاتے اور رکوع سے سر اٹھاتے رفع یدین کرتے رہے (کیونکہ سائبہ جزیہ کی نفیض موجب کلیہ آتی ہے مہملہ اور جزیہ اس کی نفیض نہیں بنتی) مگر وہ قضیہ مہملہ ہی دکھاتے ہیں چونکہ مولوی ارشاد الحق کا یہ جواب ان کی جماعت کو بھی پسند نہ آیا اس لئے ان کا یہ رسالہ چند دنوں میں مرحوم ہو گیا۔

اشکال : دمشق کے مکتبہ ظاہریہ میں جو مسند حمیدی کا قلمی نسخہ ہے اس میں اگرچہ "یرفع یدہ" کا جملہ رکوع کے ساتھ نہیں تو "فَلَا يُرْفَعُ" بھی نہیں لہذا یہ حدیث اگر رفع کی دلیل نہیں تو ترک رفع کی دلیل بھی نہیں۔

جواب : مسند حمیدی کے قلمی نسخے کئی ہیں، اگر اس ایک قلمی نسخے میں



”لا یرفع“ نہیں، تو درج ذیل قلمی نسخوں میں ”لا یرفع“ کا جملہ موجود ہے۔

- ۱۔ نسخہ سعیدیہ ۲۔ نسخہ دیوبندیہ ۳۔ نسخہ عثمانیہ ۴۔ نسخہ کنڈیاں شریف، لہذا اس کے ثبوت میں کوئی شک نہیں، اس جملہ کا انکار صراحۃً نبی اکرم ﷺ کی صحیح حدیث کا انکار ہے۔

تبصرہ: مزید مزید ارباب یہ ہے کہ مسند حمیدی کا نسخہ دیوبندیہ میاں نذیر حسین غیر مقلد کے دوشاگردوں نذیر حسین عرف زین العابدین اور محی الدین زینی کا لکھا ہوا ہے جو دونوں غیر مقلد ہیں۔

مدونہ صفحہ ۱۶۶ جلد ۱ پر صحیح سند سے حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی یہ حدیث ان الفاظ میں موجود ہے۔ اَنْ رَسُولَ اللّٰهِ ﷺ كَانَ يَرْفَعُ يَدَيْهِ حَذْوُ مَنْكِبَيْهِ اِذَا افْتَتَحَ الْكُبَيْرَ لِلصَّلَاةِ۔ یہ حدیث بھی دو وجہ سے ترک رفع کی دلیل ہے:

(۱) اس میں جزاء شرط پر مقدم ہے جو کہ مفید حصر اور تخصیص ہے۔

(۲) مدونہ میں اس حدیث سے ترک رفع پر استدلال کیا ہے۔

(۴) حدیث عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ

عَنْ عَلْقَمَةَ قَالَ قَالَ عَبْدُ اللَّهِ بْنُ مَسْعُودٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ: أَلَا أُصَلِّي بِكُمْ صَلَاةَ رَسُولِ اللَّهِ ﷺ فَصَلَّيْ فَلَمْ يَرْفَعْ يَدَيْهِ إِلَّا فِي أَوَّلِ مَرَّةٍ۔ (ترمذی صفحہ ۵۹ جلد ۱)

ترجمہ: علقمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ

نے فرمایا، کیا میں تمہیں رسول اللہ ﷺ والی نماز نہ پڑھاؤں پھر نماز پڑھی اور صرف پہلی بار رفع یدین کیا اور بس۔

توثیق حدیث:

(۱) امام ترمذی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: حَدَّثَنَا ابْنُ مَسْعُودٍ حَسَنٌ۔

(ترمذی صفحہ ۵۹ جلد ۱)

(۲) اس کو تلقی بالقبول حاصل ہے اور تلقی بالقبول صحت حدیث کی

بہت بڑی علامت اور دلیل ہے۔ (شرح نخبہ الفکر صفحہ ۲۵)

امام ترمذی رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں: حَدَّثَنَا ابْنُ مَسْعُودٍ حَسَنٌ وَبِهِ يَقُولُ غَيْرُ وَاحِدٍ مِّنْ أَهْلِ الْعِلْمِ مِنْ أَصْحَابِ النَّبِيِّ ﷺ وَالْتَّابِعِينَ وَهُوَ قَوْلُ سُفْيَانَ وَاهْلِ الْكُوفَةِ۔ (ترمذی صفحہ ۵۹ جلد ۱)

ترجمہ: حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ کی حدیث حسن ہے اور صحابہ و تابعین میں سے بے شمار اہل علم بھی کہتے ہیں اور یہی قول سفیان اور اہل کوفہ کا ہے۔

(۳) علامہ ابن حزم رحمہ اللہ تعالیٰ نے بھی اس کو صحیح کہا ہے، قَالَ صَاحِبُ الْجَوْهَرِ: فَإِنَّ ابْنَ حَزْمٍ صَحَّحَهُ فِي الْمَحَلِّ: (الْجَوْهَرُ النُّقَى عَلَى هَامِشِ الْبَيْهَقِيِّ ص ۷۷ ج ۲)

(۴) علامہ ماردینی رحمہ اللہ تعالیٰ نے بھی اس کی توثیق فرمائی ہے، فرماتے ہیں: ”وَالْحَاصِلُ أَنَّ رِجَالَ هَذَا الْحَدِيثِ عَلَى شَرْطِ مُسْلِمٍ“ (الْجَوْهَرُ

النُّقَى ۲/۷۸)

(۵) علامہ ابن دقیق العید رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں: اس حدیث کا دارودار عاصم بن کلیب پر ہے اور وہ ثقہ ہیں۔ امام ابن معین رحمہ اللہ تعالیٰ نے ان کو ثقہ قرار دیا ہے۔ (نصب الرأیہ صفحہ نمبر ۱۰۳ ج ۱)

(۶) امام ابن قنطار رحمہ اللہ تعالیٰ نے اس حدیث کو صحیح قرار دیا ہے۔ (حوالہ بالا)

(۷) امام دارقطنی رحمہ اللہ تعالیٰ نے بھی اس حدیث کی تصحیح فرمائی ہے۔ (حوالہ بالا)

(۸) امام ابن عدی رحمہ اللہ تعالیٰ نے ”کامل“ میں اسے صحیح فرمایا ہے۔ (الکوکب الدرری صفحہ ۱۳۲، بحوالہ نور الصباح)

(۹) محمد ظلیل براس غیر مقلد فرماتے ہیں: وَهُوَ حَدِيثٌ صَحِيحٌ وَحَسَنَةُ التَّرْوِيقِ۔ یعنی یہ حدیث صحیح ہے اور ترمذی نے اس کو حسن کہا ہے۔

(حاشیہ نمبر ۲۹۲، جلد ۲، بحوالہ نور الصباح)

(۱۰) علامہ احمد محمد شاہ غیر مقلد فرماتے ہیں: وَهُوَ حَدِيثٌ صَحِيحٌ وَمَا قَالُوهُ فِي تَعْلِيلِهِ لَيْسَ بِعِلَّةٍ۔ (شرح ترمذی صفحہ ۴۱، جلد ۲، بحوالہ نور الصباح)

”یہ حدیث صحیح ہے اور جن لوگوں نے اس میں علتیں بیان کی ہیں وہ (صحیح نہیں کیونکہ) اس میں کوئی علت نہیں۔“

(۱۱) مولانا عطاء اللہ غیر مقلد فرماتے ہیں: لَمْ يَعُدَّ كَ جَمْلَةٍ كَ

متعلق بعض لوگوں نے گفتگو کی ہے لیکن قوی اور مضبوط بات یہ ہے کہ یہ جملہ حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ کی حدیث سے ثابت ہے۔ (الی قولہ) اور بلاشبہ یہ حدیث صحیح ہے۔ (تعلیقات سلفیہ علی سنن الترمذی صفحہ ۱۲۳، جلد ۱، بحوالہ نور الصباح)

اعتراض: امام ترمذی رحمہ اللہ تعالیٰ نے عبد اللہ بن مبارک رحمہ اللہ تعالیٰ کا قول ”لَمْ يَبُثْ حَدِيثُ ابْنِ مَسْعُودٍ الْخ“ نقل کر کے اس حدیث پر اعتراض کیا ہے۔

جواب نمبر ۱: حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے دو حدیثیں مروی ہیں۔

(۱) قولی (۲) عملی یعنی جس میں خود عمل کر کے بتا دیا، اعتراض کا تعلق قولی روایت سے ہے، عملی روایت پر کوئی اعتراض نہیں، دو وجہ سے۔ (۱) عملی روایت کو خود عبد اللہ بن مبارک رحمہ اللہ تعالیٰ روایت کر رہے ہیں دیکھو۔ (نسائی جلد ۱۱)

(۲) عملی روایت کو امام ترمذی رحمہ اللہ تعالیٰ نے حسن قرار دیا ہے دیکھو۔ (ترمذی صفحہ ۵۹ جلد ۱)

جواب نمبر ۲: بالفرض اگر عبد اللہ بن مبارک رحمہ اللہ تعالیٰ کے قول ”لَمْ يَبُثْ“ کا تعلق اس عملی روایت سے ہوتا جس سے ہم استدلال کرتے ہیں تو جواب یہ ہے کہ اگر ان کے ہاں ثابت نہیں ان کے سوا بہت سے جلیل القدر محدثین کے ہاں ثابت ہے۔

علامہ مارونی رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں: إِنَّ عَدَمَ بُسُوْتِهِ عِنْدَ ابْنِ

الْمُبَارَكِ مُعَارِضُ ثُبُوتِهِ عِنْدَ غَيْرِهِ فَإِنَّ ابْنَ حَزْمٍ صَحَّحَهُ فِي الْمُحَلَّى وَ  
حَسَنَهُ التِّرْمِذِيُّ وَقَالَ بِهِ يَقُولُ غَيْرُ وَاحِدٍ مِّنْ أَهْلِ الْعِلْمِ مِنَ الصَّحَابَةِ  
وَالْتَّابِعِينَ وَهُوَ قَوْلُ سُفْيَانَ وَآخِلِ الْكُوفَةِ، وَقَالَ الطَّحَاوِيُّ وَهَذَا مِمَّا لَا  
اِخْتِلَافَ عَنِ ابْنِ مَسْعُودٍ فِيهِ، وَقَالَ صَاحِبُ الْإِمَامِ مُلْحِظُهُ عَدَمَ ثُبُوتِهِ  
عِنْدَ ابْنِ الْمُبَارَكِ لَا يَمْنَعُ مِنْ اِعْتِبَارِ حَالِ رِجَالِهِ الْخ. (المعجم للنسائي على  
هامش البيهقي الصفحة ۷۷ المجلد ۲)

اعترض ارض : یہ عبداللہ بن مسعودؓ کی خطا اور نسیان کا نتیجہ ہے جیسے معوذتین  
و فاتحہ کو قرآن تسلیم نہ کرنے اور تطبیق کرنے وغیرہ وغیرہ امور میں ان سے خطا  
ہو چکی ہے۔

جواب نمبر ۱ : بھول اور نسیان سے اللہ تعالیٰ ہی کی ذات محفوظ ہے انسان  
سے نسیان صادر ہو سکتا ہے خود آپ ﷺ سے نسیان کا صدور ثابت ہے  
(بخاری) کیا چند مرتبہ نسیان کے تحقق سے بدوں دلیل یہ فیصلہ کرنا درست ہے  
کہ یہاں بھی نسیان اور خطا ہے؟ ہرگز نہیں جبکہ زیر نظر مسئلہ ترک رفع میں تو  
آپ ﷺ کے ساتھ صحابہ و تابعینؓ کی جم غفیر بھی ہے۔

جواب نمبر ۲ : علامہ ابن حزم غیر مقلد لکھتے ہیں کہ معوذتین و فاتحہ کو قرآن  
تسلیم نہ کرنے کی روایت جھوٹی اور موضوع ہے (مخفی ۱۳) والنفیضیل المرید فی  
”نور الصباح“، اور ”وما خلق الذکر والانی“ کی جگہ ”والذکر والانی“ پڑھنا  
اختلاف قراءت پر مبنی ہے، حضرت ابو ذر واءؓ کی قراءت بھی یہی تھی، دیکھیے

صحیح بخاری ص ۵۲۹ و ۵۳۰ ۱۵۔

تطبیق کا جواب یہ ہے کہ ہو سکتا کہ ان کی رائے میں دونوں برابر ہوں  
جیسے حضرت علیؓ تطبیق اور گھٹنوں پر ہاتھ رکھنے کو برابر سمجھتے تھے۔ (ابن ابی شیبہ  
۲۵۴، ۱، فتح الباری ۲۸۷، ۲، بحوالہ النور)

دو مقتدیوں کے درمیان میں کھڑے ہونے کا جواب یہ ہے کہ یہ عمل  
بقول حافظ ابن القیم رحمہ اللہ عالی اس لئے کیا کہ شاید ان میں سے ایک نابالغ  
تھا۔ (بدائع الفوائد ۹۱، ۴، بحوالہ النور)

عرفات کے موقع پر جمع بین الصلوٰتین کے علم نہ ہونے کا اعتراض  
نسائی کی اس روایت کے خلاف ہے عن ابن مسعود قال کان رسول  
اللہ ﷺ یصلی الصلوٰۃ لوقفتها الا بجمع و عرفات، اس روایت میں  
نہا عرفات کی تصریح ہے۔

(۵) حدیث براء بن عازبؓ

عن البراء بن عازبؓ: أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ كَانَ إِذَا افْتَتَحَ رَفَعَ  
يَدَيْهِ إِلَىٰ قَرِيبٍ مِّنْ أَذُنَيْهِ ثُمَّ لَا يَغُودُ. (سنن ابی داود الصفحة ۹۹ المجلد ۱)

”حضرت براء بن عازبؓ سے روایت ہے کہ بے شک رسول  
اللہ ﷺ جب نماز شروع کرتے تو ہاتھوں کو کانوں کے قریب تک اٹھاتے پھر  
(پوری نماز میں یہ رفع کامل) دوبارہ نہ کرتے۔“

اعترض نمبر ۱ : امام ابو داود رحمہ اللہ عالی نے اس حدیث کو ضعیف قرار دیا ہے؟



جواب : امام ابو داود رحمہ اللہ نے اس حدیث کو تین طرق سے ذکر کیا ہے جن میں سے تیسرے طریق میں ایک راوی محمد بن عبد الرحمن بن ابی لیلیٰ ہیں جو ضعیف ہیں، اس کی وجہ سے امام ابو داود نے "هَذَا الْحَدِيثُ لَيْسَ بِصَحِيحٍ" کہہ کر اسی خاص طریق کی تضعیف کی ہے اور شروع کے دونوں طریق پر انہوں نے کوئی کلام نہیں کیا بلکہ سکوت اختیار کیا ہے اور ان کا سکوت ان دونوں طریق کی صحت کی دلیل ہے۔

اعتراض نمبر ۲ : "ثُمَّ لَا يَعُودُ" کی زیادتی صرف "شریک" کا تفرقہ ہے چنانچہ امام ابو داود رحمہ اللہ فرماتے ہیں: رَوَى هَذَا الْحَدِيثُ هُشَيْمٌ وَ خَالِدٌ وَ ابْنُ اَدْرِيسَ عَنْ يَزِيدَ وَ لَمْ يَذْكُرُوا "ثُمَّ لَا يَعُودُ"۔

جواب : "شریک" کا تفرقہ مسلم نہیں، کیونکہ ان کے بہت سے متابعات موجود ہیں۔ حافظ ماروینی رحمہ اللہ نے اسمعیل بن زکریا، ہشیم اور اسرائیل بن یونس وغیرہ سے بھی یہ زیادتی نقل فرمائی ہے، فرماتے ہیں "قُلْتُ، يُعَارِضُ هَذَا قَوْلُ ابْنِ عَدِيٍّ فِي الْكَامِلِ رَوَاهُ هُشَيْمٌ وَ شَرِيكَ وَ جَمَاعَةٌ مَعَهُمَا عَنْ يَزِيدَ بِإِسْنَادٍ قَالُوا فِيهِ ثُمَّ لَمْ يَعُدْ وَ أَخْرَجَهُ الدَّارُ قُطَيْبِيُّ كَذَلِكَ مِنْ رَوَايَةِ إِسْمَاعِيلَ بْنِ زَكْرِيَّا عَنْ يَزِيدَ وَ أَخْرَجَهُ الْبَيْهَقِيُّ فِي الْخَلَائِفَاتِ مِنْ طَرِيقِ النَّضْرِ بْنِ شُمَيْلٍ عَنْ إِسْرَائِيلَ هُوَ ابْنُ يُونُسَ بْنِ أَبِي إِسْحَاقَ عَنْ يَزِيدَ. (الجوهر النقي على هامش البيهقي الصفحة ۷۶ المجلد ۲)

نیز خود سنن ابی داود میں یہی روایت "لَا يَعُودُ" کی زیادتی کے ساتھ

شریک کے علاوہ سفیان کے طریق سے بھی مروی ہے۔ (سنن ابی داود صفحہ ۱۰۹ جلد ۱)

اعتراض نمبر ۳ : سفیان بن عیینہ کا قول ہے کہ یزید بن ابی زیاد جب تک مکہ مکرمہ میں تھے اس وقت تک "ثُمَّ لَا يَعُودُ" کی زیادتی کے بغیر روایت کرتے جب کوفہ آئے تو "ثُمَّ لَا يَعُودُ" کا جملہ روایت کرنا شروع کر دیا گویا اہل کوفہ نے اس جملہ کی ایسی تلقین کی، کہ وہ اس زیادتی کے روایت کرنے پر مجبور ہوئے، اس اعتراض کی طرف امام ابو داود رحمہ اللہ نے ان الفاظ سے اشارہ کیا ہے "قَالَ سُفْيَانُ قَالَ لَنَا بِالْكُوفَةِ بَعْدُ "ثُمَّ لَا يَعُودُ"۔

جواب : سفیان بن عیینہ کی طرف اس قول کی نسبت دو وجہ سے درست نہیں۔ (۱) امام بیہقی رحمہ اللہ نے سفیان کا یہ قول محمد بن حسین البر بھاری اور براہیم الرمادی کے واسطے سے نقل کیا ہے اور یہ دونوں راوی انتہائی ضعیف ہیں۔ بر بھاری کے بارے میں حافظ ذہبی رحمہ اللہ نے برقانی کا قول نقل کیا ہے کہ وہ کذاب ہے اور الرمادی کے بارے میں خود حافظ ذہبی رحمہ اللہ نے "مِيزَانُ الْإِعْتِدَالِ" میں لکھا ہے کہ وہ سفیان بن عیینہ کی طرف ایسے اقوال منسوب کرتا تھا جو انہوں نے نہیں کہے۔ (درس ترمذی صفحہ ۳۳ جلد ۲)

نیز حافظ ماروینی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: لَمْ يَسْرِ هَذَا الْمَشْنُ بِهِذِهِ الزِّيَادَةُ إِبْرَاهِيمُ بْنُ بَشَّارٍ كَذَا حَكَاهُ صَاحِبُ الْإِمَامِ عَنِ الْحَاكِمِ وَ ابْنُ بَشَّارٍ قَالَ فِيهِ النَّسَائِيُّ لَيْسَ بِالْقَوِيٍّ وَ ذَمَّهُ أَحْمَدُ ذَمًّا شَدِيدًا وَقَالَ ابْنُ مَعِينٍ لَيْسَ

بَسِيءٌ لَّمْ يَكُنْ يَكْتُبُ عِنْدَ سُفْيَانَ وَمَا رَأَيْتُ فِي يَدِهِ قَلَمًا قَطُّ وَكَانَ يُمْلِئُ  
عَلَى النَّاسِ مَا لَمْ يَقُلْهُ سُفْيَانُ. (الجوهر النقي الصفحة ۷۷ المجلد ۲)

الحاصل ان مجروحین کی روایت چنداں قابل اعتبار نہیں۔

(۲) تاریخی اعتبار سے بھی سفیان کی طرف اس قول کی نسبت بالکل غلط  
ہے کیونکہ اس قول سے معلوم ہوتا ہے کہ یزید پہلے مکہ مکرمہ میں مقیم تھے اور بعد  
میں کوفہ آئے حالانکہ واقعہ یہ ہے کہ یزید کی ولادت ہی کوفہ میں ہوئی تھی اور وہ  
ساری عمر کوفہ ہی میں رہے لہذا اہل کوفہ کی تلقین سے روایت کو بدلنے کا کوئی  
مطلب نہیں بنتا، مزید یہ کہ یزید کی وفات ۱۳۶ھ میں ہوئی، اور سفیان کی  
ولادت ۱۰۷ھ میں ہوئی، گویا یزید کی وفات کے وقت سفیان کی عمر اسیس،  
تیس سال کے لگ بھگ تھی، اور خود سفیان بن عیینہ بھی کوئی ہیں اور ان کے  
بارے میں یہ بات طے شدہ ہے کہ وہ مکہ مکرمہ ۱۶۳ھ میں گئے تھے معلوم ہوا  
کہ سفیان جب مکہ گئے ہیں اس وقت یزید بن ابی زیاد کی وفات کو تقریباً  
ستائیس سال گزر چکے تھے پھر یہ کیسے ممکن ہے کہ سفیان یہ حدیث یزید سے مکہ  
میں بھی سن لیں اور اس کے بعد کوفہ میں بھی؟ لہذا سفیان بن عیینہ کی طرف اس  
مقولہ کی نسبت درست نہیں۔ (درس ترمذی صفحہ ۳۳ جلد ۲)

تنبیہ: یاد رکھئے! امام ابو داؤد رحمہ اللہ نے سفیان بن عیینہ کا جو قول نقل  
کیا ہے اس میں اہل کوفہ کی تلقین کی کوئی صراحت نہیں بلکہ یہ ممکن ہے کہ یہ روایت  
دونوں طرح مروی ہو، اختصاراً، یعنی ”لا یعوذ“ کی زیادتی کے بغیر اور تفصیلاً، یعنی ”

لا یعوذ“ کی زیادتی کے ساتھ اور ایسا بکثرت ہوتا ہے کہ ایک راوی کسی حدیث کو  
بعض اوقات تفصیلاً روایت کرتا ہے جیسا کہ سنن دارقطنی ۱/۱۱۱ میں عدی بن  
ثابت اس کو دونوں طرح روایت کرتے ہیں اور یہ اس طرح ہو سکتا ہے کہ یہ ممکن  
ہے کہ کسی حج کے موقع پر یہ دونوں حضرات اکٹھے ہو گئے ہوں، وہاں سفیان نے یہ  
حدیث یزید سے بغیر اس زیادتی کے سنی ہو اور پھر دوبارہ کوفہ میں ”لا یعوذ“ کی  
زیادتی کے ساتھ سنی ہو، الحاصل اُنہ لیس ذالک اضطراباً وَلَا تَلْقَانَا وَانَّمَا هُوَ  
اِخْتِصَارٌ مُّرَّةٌ وَتَفْصِيلٌ أُخْرَى (درس ترمذی صفحہ ۳۳، ۳۴ جلد ۲)

(۶) حدیث عبد اللہ بن عباس رحمہ اللہ

عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُمَا: عَنِ النَّبِيِّ ﷺ: تَرْفَعُ الْإِيْدِي  
فِي سَبْعِ مَوَاطِنَ الْفَتَاحِ الصَّلَوةَ وَاسْتِغْفَالَ الْبَيْتِ وَالصَّفَا وَالْمَرْوَةَ  
وَالْمَوْقِفَيْنِ وَعِنْدَ الْحَجَرِ وَوَادِ الطُّبَرَانِيِّ وَالْبَزَارِ. (مجمع الزوائد ۲۷۲/۲)  
”حضرت عبد اللہ بن عباس رحمہ اللہ نے نبی اکرم ﷺ سے  
روایت کرتے ہیں کہ سات مقامات پر رفع یدین کیا جائے شروع نماز میں اور  
استقبال بیت کے وقت، اور صفا اور مروہ کے قیام کے وقت اور موقفین کے پاس  
اور حجر اسود کے پاس۔“

علامہ مرغینانی رحمہ اللہ نے ”ہدایہ“ میں اسی حدیث سے استدلال کیا  
ہے کہ ان سات مقامات میں تکبیر افتتاح کا تو ذکر ہے لیکن رکوع سے قبل و بعد  
کی رفع کا کوئی ذکر نہیں۔



حضرت انور شاہ کاشمیری رحمہ اللہ نے ”نیل الفرقدین“ میں ثابت کیا

ہے کہ یہ حدیث قابل استدلال ہے۔ (درس ترمذی)

اعتراض نمبر ۱: یہ حدیث ”الحکم عن المقسم“ کے طریق سے مروی ہے اور حکم نے مقسم سے صرف چار حدیثیں سنی ہیں اور یہ حدیث ان میں سے نہیں ہے۔

جواب: حکم نے مقسم سے ان چار کے علاوہ دوسری احادیث بھی سنی ہیں اور چار احادیث سننے کی بات استقرائی ہے تحقیقی نہیں، چنانچہ امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ نے ایسی احادیث کی تعداد پانچ بتلائی ہے جب کہ امام ترمذی رحمہ اللہ نے اپنی جامع میں متعدد ایسی احادیث نقل کی ہیں جو ان پانچوں کے علاوہ ہیں اور حافظ زیلعی رحمہ اللہ نے (نصب الراية ۱۹/۱ وما بعدها) میں کچھ دوسری احادیث بھی شمار کرائی ہیں، اس تفصیل سے معلوم ہوا کہ حکم کا مقسم سے سماع صرف انہی روایات پر منحصر نہیں لہذا محض اس استقراء کی بنیاد پر اس حدیث کو رد نہیں کیا جاسکتا۔ (اعلاء السنن صفحہ ۸۲ جلد ۳، درس ترمذی صفحہ ۳۴ جلد ۲)

اعتراض نمبر ۲: یہ حدیث رفعاً ووقفاً مضطرب ہے۔

جواب: یہ اضطراب نہیں، بلکہ حدیث دونوں طرح مروی ہے اور ایسا بکثرت ہوتا ہے کہ ایک صحابی بعض اوقات کسی حدیث کو آنحضرت ﷺ کی طرف منسوب کر دیتا ہے اور بعض اوقات نہیں کرتا، اور طبرانی نے مرفوع حدیث امام نسائی رحمہ اللہ کے طریق سے روایت کی ہے، لہذا یہ مرفوع اور

موقوف دونوں طرح مروی ہے اور قابل استدلال ہے (درس ترمذی، اعلاء السنن)

اعتراض نمبر ۳: اس میں ابن ابی لیلیٰ متفرد ہے۔

جواب نمبر ۱: یہ متفرد نہیں، کیونکہ معجم طبرانی میں یہی حدیث دوسری سند سے موجود ہے جس میں ابن ابی لیلیٰ نہیں، اور اس دوسری سند کے تمام راوی ثقہ اور صدوق ہیں، علامہ عثمانی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: قُلْتُ: وَرِجَالُهُ كُلُّهُمْ ثِقَاتٌ إِلَّا سَيْفُ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ فَضُذُوهُ كَمَا فِي التَّقْرِيبِ صفحہ ۸۳۔ (اعلاء السنن صفحہ ۸۱ جلد ۳)

اسی طرح امام بیہقی رحمہ اللہ نے امام شافعی رحمہ اللہ کے طریق سے

ایک اور سند سے اس حدیث کو ذکر کیا ہے قَالَ الْعَلَامَةُ الْعُثْمَانِيُّ رَحِمَهُ اللَّهُ: وَأَخْرَجَ الْبَيْهَقِيُّ مِنْ طَرِيقِ الشَّافِعِيِّ... وَرَأَى "وَعَلَى الْمَيْتِ" (اعلاء السنن صفحہ ۸۱ جلد ۳)

جواب نمبر ۲: اگر اس کا تفرؤ تسلیم کر لیا جائے تو بھی چنداں مضرت نہیں کیونکہ امام عینی رحمہ اللہ نے ان کی توثیق فرمائی ہے اور امام ترمذی رحمہ اللہ نے ان کی کئی احادیث کو صحیح قرار دیا ہے۔

قَالَ الْعَلَامَةُ الْعُثْمَانِيُّ رَحِمَهُ اللَّهُ: عَلِيُّ بْنُ أَبِي لَيْلَى وَثَّقَهُ الْعَجَلِيُّ وَصَحَّحَ لَهُ التِّرْمِذِيُّ أَحَادِيثَ، مِنْهَا حَدِيثُهُ فِي بَابِ مَا جَاءَ مِنْ يَقْطَعُ التَّلْبِيَةَ فِي الْعُمْرَةِ۔ (ترمذی ۱۱۱/۱، اعلاء السنن ۸۱/۳)

اعتراض نمبر ۴: سات جگہوں میں رفع کا انحصار ناممکن اور محال ہے کیونکہ روایات کثیرہ صحیحہ سے ان کے علاوہ بھی رفع ثابت ہے جیسے استقواء کے موقع



پر اور دعائیں اور قنوت و ترغیرہ میں رفع یدین ثابت ہے۔

جواب : صاحب البحر رحمہ اللہ نے اس کا جواب دیا ہے کہ یہاں اس رفع کا انحصار ہے جو سنت موکدہ ہے لہذا اس سے مطلق رفع یدین کی نفی لازم نہیں آتی۔

قَالَ الْعُثْمَانِيُّ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ فِي الْبَحْرِ الرَّائِقِ: أَنَّ الْمُرَادَ لَا يَرْفَعُ يَدَيْهِ عَلَى وَجْهِ السُّنَّةِ الْمَوْءُودَةِ إِلَّا فِي هَذِهِ الْمَوَاضِعِ، وَلَيْسَ مُرَادُهُ النَّفْيُ مُطْلَقًا، لِأَنَّ رَفْعَ الْأَيْدِي وَقْتُ الدُّعَاءِ وَالْقَنُوتِ وَغَيْرِهِمَا مُسْتَحَبٌّ، كَمَا عَلَيْهِ الْمُسْلِمُونَ فِي سَائِرِ الْبِلَادِ وَهَكَذَا ذَكَرَ الْعَيْنِيُّ فِي شَرْحِ الْهَدَايَةِ اهـ مِنْ بَدَلِ الْمَجْهُودِ ۲/۸ (اعلاء السنن صفحہ ۸۳ جلد ۳)

### (۷) حدیث ابی مالک الاشعری رحمہ اللہ

حضرت عبد الرحمن بن غنم رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ حضرت ابو مالک اشعری رحمہ اللہ نے اپنی قوم کو جمع کر کے فرمایا:

”يَا مَعْشَرَ الْأَشْعَرِيِّينَ اجْتَمِعُوا وَأَجْمِعُوا بَيْنَكُمْ وَأَبْنَانَكُمْ أَعْلَمُكُمْ صَلَاةَ النَّبِيِّ ﷺ صَلَّيْنَا بِالْمَدِينَةِ“....

”اے اشعری قوم! جمع ہو جاؤ اور اپنی عورتوں اور بچوں کو بھی جمع کرو تا کہ تمہیں میں جناب نبی کریم ﷺ کی نماز کی تعلیم دوں جو آپ ﷺ مدینہ منورہ میں ہمیں پڑھایا کرتے تھے (پھر جمع ہو جانے کے بعد بالترتیب مردوں، بچوں اور عورتوں کی صفیں بنائی گئیں اور حضرت اشعری رحمہ اللہ نے آگے ہو کر نماز پڑھانا شروع کیا) ”ثُمَّ أَقَامَ فَتَقَدَّمَ فَرَفَعَ يَدَيْهِ فَكَبَّرَ الْح“ اور ابتداء نماز میں رفع یدین کر

کے تکبیر کہی، پھر فاتحہ اور سورۃ دونوں کو خاموشی سے پڑھا اور پھر تکبیر کہی اور رکوع کیا اور سبحان اللہ و بحمدہ تین بار کہا اور پھر سمیع اللہ لمن حمدہ کہہ کر سیدھے کھڑے ہو گئے پھر تکبیر کہہ کر سجود میں گئے پھر تکبیر کہہ کر سجود سے سر اٹھایا پھر تکبیر کہہ کر دوبارہ سجود کیا، پھر تکبیر کہہ کر سیدھے کھڑے ہوئے، پس آپ ﷺ کی تکبیریں پہلی رکعت میں چھ ہو گئیں جب دوسری رکعت کے لئے کھڑے ہوئے تو تکبیر کہی پس جس وقت نماز پڑھائی تو قوم کی طرف منہ کر کے فرمایا کہ میری تکبیروں کو یاد کر لو اور میرے رکوع و سجود کو سیکھ لو، کیونکہ یہ آپ ﷺ کی وہ نماز ہے جو ہمیں دن کے اس حصہ میں پڑھایا کرتے تھے۔ رواہ احمد فی

مسندہ ۳۴۱/۵ والطبرانی فی الکبیر (مجمع الزوائد ۲/۳۱۷)

نوٹ : یہ حدیث سند کے اعتبار سے صحیح ہے۔

نوٹ : قارئین کرام! اس حدیث میں تکبیر تو ہر اونچ اور نیچ میں تھی مگر ساری نماز میں رفع الیدین صرف پہلی تکبیر کے ساتھ تھا، اور حضرت ابو مالک اشعری رحمہ اللہ نے فرمایا کہ آپ ﷺ کی مدینہ والی نماز یہی ہے۔ (جس میں انہوں نے صرف پہلی مرتبہ رفع یدین کیا اور بس۔) اب غیر مقلدین حضرات کی مرضی ہے کہ وہ آپ ﷺ کی مدینہ منورہ والی نماز کے مطابق عمل کریں یا اس کی مخالفت کریں۔

### (۸) حدیث ابی ہریرہ رحمہ اللہ

عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ: كَانَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ إِذَا دَخَلَ فِي الصَّلَاةِ رَفَعَ

ہے کیونکہ اس حدیث پر انہوں نے کسی قسم کا کلام نہیں فرمایا بلکہ سکوت فرمایا ہے اور ان کا سکوت اس بات کی دلیل ہے کہ یہ حدیث صالح للماحتاج ہے۔

نوٹ: حضرت وائلؓ آپؐ کی خدمت میں دو مرتبہ حاضر ہوئے ہیں۔ جب یہ دوسری مرتبہ تشریف لائے تو سردی کا زمانہ تھا، صحابہؓ جے اور کھیل اوڑھے ہوئے نماز پڑھ رہے تھے۔ اس موقع پر حضرت وائلؓ فرماتے ہیں کہ میں نے نماز کے شروع میں ان کو ہاتھ اٹھاتے ہوئے دیکھا۔

قاریین کرام! دوبارہ آنے کے موقع کی سنن ابی داود میں جتنی روایتیں ہیں کسی ایک میں بھی رکوع کے وقت رفع کا ذکر نہیں جبکہ ہم نے صحیح سند سے ابتداء نماز میں رفع کا باحوالہ ثبوت پیش کیا ہے۔

نوٹ: اس دوسری مرتبہ آنے کی روایت کی وجہ سے ان کی پہلی مرتبہ والی روایات منسوخ بھی جائیں گی۔

(۱۰) حدیث عباد بن الزبیر رحمہ اللہ

عَنْ عِبَادِ بْنِ الزُّبَيْرِ: أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ كَانَ إِذَا افْتَسَحَ الصَّلَاةَ رَفَعَ يَدَيْهِ فِي أَوَّلِ الصَّلَاةِ ثُمَّ لَمْ يَرْفَعْهُمَا فِي شَيْءٍ حَتَّى يَقْرَأَ (نسب الراي صفحہ ۱۰۴، ۱۰۵ بحوالہ غزالیات نامی)

”حضرت عباد رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ آپؐ ابتداء نماز میں رفع یدین کرتے تھے پھر ساری نماز میں کہیں بھی رفع یدین نہ کرتے تھے حتیٰ کہ نماز

يَذِيهِ مَذًا (سنن ابی داود ۱۱۰۱) یعنی جب آپؐ نماز شروع فرماتے تو خوب رفع یدین کرتے۔

طرز استدلال: یہ حدیث اس بات پر دلالت کرتی ہے کہ رفع یدین صرف ابتداء میں ہے اس کے بعد رکوع وغیرہ کے وقت نہیں ہے۔ اس وجہ سے امام ابوداؤد رحمہ اللہ نے اس حدیث کو ”بَابُ مَنْ لَمْ يَذْكُرِ الرَّفْعَ عِنْدَ السُّكُوعِ“ میں ذکر کیا ہے جس سے معلوم ہوا کہ امام ابوداؤد رحمہ اللہ کے نزدیک یہ حدیث ترک رفع یدین میں صریح اور نص ہے۔

(۹) حدیث وائل بن حجرؓ

عَنْ وَائِلِ بْنِ حُجْرٍ ﷺ قَالَ: رَأَيْتُ النَّبِيَّ ﷺ حِينَ افْتَسَحَ الصَّلَاةَ رَفَعَ يَدَيْهِ حِيَالِ أَذُنَيْهِ قَالَ ثُمَّ أَتَيْتُهُمْ فَرَأَيْتُهُمْ يَرْفَعُونَ أَيْدِيَهُمْ إِلَى صُدُورِهِمْ فِي افْتِتَاحِ الصَّلَاةِ وَعَلَيْهِمْ بَرَأئْسُ وَأُكْسِيَّةُ (سنن ابی داود ۱۰۵۱)

حضرت وائلؓ فرماتے ہیں: میں نے حضرت نبیؐ کو نماز شروع کرتے دیکھا آپؐ نے اپنے کانوں کے برابر دونوں ہاتھ اٹھائے (حضرت وائلؓ فرماتے ہیں کہ پھر میں (دوبارہ سردی کے موسم میں) آیا تو میں نے ان (صحابہؓ) کو دیکھا وہ شروع نماز میں سینوں تک ہاتھ اٹھاتے اور ان پر جے اور کھیل تھے۔

نوٹ: یہ حدیث امام ابوداؤد رحمہ اللہ کے نزدیک صحیح اور قابل حجت

عَنْ عَبْدِ اللَّهِ (يَعْنِي ابْنَ مَسْعُودٍ) قَالَ: صَلَّيْتُ مَعَ رَسُولِ اللَّهِ ﷺ وَ  
أَبِي بَكْرٍ وَ عُمَرُ فَلَمْ يَرْفَعُوا أَيْدِيَهُمْ إِلَّا عِنْدَ الْفِتَاحِ الصَّلَاةِ وَقَدْ قَالَ مَرَّةً:  
فَلَمْ يَرْفَعُوا أَيْدِيَهُمْ بَعْدَ التَّكْبِيرَةِ الْأُولَى.

و فی مسند ابی یعلیٰ رقم الحدیث ۵۰۳۹ (مجمع الزوائد مع النخبۃ ۲/۲۹۹)  
”حضرت عبداللہ ابن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: میں نے آپ ﷺ اور  
ابوبکر و عمر رضی اللہ عنہما کے پیچھے نماز پڑھی، ان سب نے شروع نماز کے علاوہ  
پوری نماز میں کہیں بھی رفع یدین نہیں کیا۔

توشیح: قَالَ الْعَلَمَةُ الْمَارُ دُنَيْي (رحمہ اللہ تعالیٰ): قَالَ الْقَلَّاسُ (مُحَمَّدُ بْنُ جَابِرٍ)  
صُدُوقٌ، أَدْخَلَهُ ابْنُ خَبَّانٍ فِي الثَّقَاتِ، وَ ثَقَّهُ يَحْيَى الْقَطَّانُ وَ أَحْمَدُ بْنُ  
عَبْدِ اللَّهِ الْعَجَلِيُّ، وَ قَالَ شُعْبَةُ كَانَ صُدُوقٌ الْبَلَّاسَ. (الجوهر النقي ۲/۷۸)

علامہ ماروینی رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں: قلاس نے کہا ہے وہ صدوق ہے۔  
ابن خبان نے اس کو ثقافت میں داخل کیا ہے، یحیی القطان اور احمد بن عبداللہ العجلی  
نے اس کی توثیق کی ہے، اور شعبہ میں کہا ہے وہ صدوق اللسان تھا۔

عَنِ الْأَسْوَدِ قَالَ: رَأَيْتُ عُمَرَ بْنَ الْخَطَّابِ ﷺ يَرْفَعُ يَدَيْهِ فِي أَوَّلِ  
تَكْبِيرَةٍ ثُمَّ لَا يَعُودُ. قَالَ وَ رَأَيْتُ ابْنِ رَاهِمٍ وَ الشَّعْبِيَّ يَفْعَلَانِ ذَلِكَ

(الحجاوی ۱/۱۶۴ و اللفظ لرحمہ اللہ ابن ابی شیبہ ۱/۲۶۸)

”حضرت اسود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: میں نے حضرت عمر بن  
خطاب رضی اللہ عنہ کو دیکھا کہ وہ (نماز میں) پہلی تکبیر کے ساتھ رفع یدین کرتے پھر

سے فارغ ہو جاتے۔“

علامہ انور شاہ کشمیری رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں: کہ اس کی سند صحیح ہے  
(العرف الشدی فی الترمذی ج ۱ ص ۲۷)

علامہ جلال الدین سیوطی رحمہ اللہ تعالیٰ اس جیسی ایک مسئلہ کے بارے میں  
فرماتے ہیں: رِجَالُهُ ثِقَاتٌ کہ اس کے رجال ثقہ ہیں۔ (انوار العیاض ص ۱۸)  
مولانا مبارکپوری غیر مقلد اس قسم کی ایک سند کے بارے میں لکھتے ہیں  
”وَأَنَّهُ ثِقَاتٌ“ اس کے راوی ثقہ ہیں۔ (تختہ الاحوذی ۱/۲۶۳ بحوالہ انوار العیاض)  
اعتراض: حضرت عبادتالیبی ہیں لہذا یہ حدیث مرسل ہے۔

جواب: علامہ نووی رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں: وَمَذْهَبُ مَالِكٍ وَأَبْنِي  
حَبِيبَةَ وَأَحْمَدَ وَأَكْثَرِ الْفُقَهَاءِ أَنَّهُ يُحْتَجُّ بِهِ وَمَذْهَبُ الشَّافِعِيِّ أَنَّهُ إِذَا  
انْتَضَمَ إِلَى الْمُرْسَلِ مَا يَعْضُدُهُ اخْتِجُّ بِهِ (نوی شرح مقدمہ سلم ۱/۱۷)، یعنی امام  
مالک و امام ابو حنیفہ و امام احمد اور اکثر فقہاء رحمہم اللہ تعالیٰ مرسل حدیث کو قابل  
حجت سمجھتے ہیں اور امام شافعی رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ اگر مرسل حدیث کی کسی  
اور حدیث سے تائید ہو جائے تو پھر وہ قابل حجت ہے۔

﴿آثار صحابہ﴾

(۲-۱) اثر خلیفہ اول حضرت ابوبکر صدیق

و خلیفہ ثانی حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہما



پوری نماز میں دوبارہ نہ کرتے۔

توشیح : قَالَ النُّمَيْرِيُّ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ : وَهُوَ أَثَرُ صَحِيحٍ . (آثار السنن ۱۳۶)  
فرماتے ہیں کہ یہ اثر صحیح ہے۔

قَالَ الْإِمَامُ الطَّحَاوِيُّ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ : هُوَ حَدِيثٌ صَحِيحٌ . (الطحاوی ۱۶۴)  
فرماتے ہیں کہ یہ صحیح حدیث ہے۔

قَالَ الْعَلَامَةُ التُّرْكْمَانِيُّ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ : وَهَذَا السَّنَدُ أَيْضًا صَحِيحٌ  
عَلَى شَرْطِ مُسْلِمٍ . (الجوهر النقی ۷۵۲)  
فرماتے ہیں کہ یہ سند بھی صحیح ہے اور امام مسلم رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ کی شرط کے

مطابق ہے۔

قَالَ النُّمَيْرِيُّ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ : قَالَ الْحَافِظُ ابْنُ حَجْرٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ : وَهَذَا  
رِجَالُهُ ثِقَاتٌ . (الدرایہ ۱۵۲، آثار السنن ۱۳۶) فرماتے ہیں کہ حافظ ابن حجر  
فرماتے ہیں اس سند کے رجال ثقہ اور قابل اعتماد ہیں۔

(۳) عمل خلیفہ سوم حضرت عثمان رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ

ان کا عمل بھی دوسرے خلفاء ثلاثہ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ کی طرح ترک رفع ہی کا تھا۔ دو  
وجہ سے: (۱) آپ عشرہ مبشرہ میں داخل ہیں اور ان کا عمل ترک رفع کا تھا۔  
(ممدۃ القاری ۳۷۹)

قَالَ الْمَازِدَنِيُّ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ : لَمْ أَجِدْ أَحَدًا ذَكَرَ عُثْمَانَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ فِي

جُمْلَةٍ مَنْ كَانَ يَرْفَعُ يَدَيْهِ فِي الرَّكْعَةِ وَالرُّفْعُ مِنْهُ (الجوهر النقی ۲۸۰)  
فرماتے ہیں: کسی نے بھی حضرت عثمان رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ کو ان لوگوں میں سے شمار  
نہیں کیا جو رکوع سے پہلے اور بعد رفع یدین کرتے تھے۔

(۴) عمل خلیفہ چہارم حضرت علی رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ

حَدَّثَنَا عَاصِمٌ بْنُ كُلَيْبٍ عَنْ أَبِيهِ أَنَّ عَلِيًّا رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ كَانَ يَرْفَعُ يَدَيْهِ فِي أَوَّلِ تَكْبِيرَةٍ  
مِنَ الصَّلَاةِ ثُمَّ لَا يَرْفَعُ نَعْدَهُ . (الطحاوی ۱۶۳، البدیع الکبریٰ ۱۶۶، موطا امام محمد ۹۰)  
فرماتے ہیں کہ بے شک حضرت علی رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ جب نماز شروع کرتے تو رفع  
یدین کرتے پھر (پوری نماز میں) دوبارہ رفع یدین نہ کرتے۔

توشیح : قَالَ الْعَيْنِيُّ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ : إِسْنَادُ حَدِيثِ عَاصِمِ بْنِ كُلَيْبٍ صَحِيحٌ  
عَلَى شَرْطِ مُسْلِمٍ . (ممدۃ القاری ۳۸۲) فرماتے ہیں اس کی سند صحیح ہے اور امام  
مسلم رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ کی شرط کے مطابق ہے۔

قَالَ الْعَلَامَةُ الزَّيْلَعِيُّ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ : وَهُوَ أَثَرُ صَحِيحٍ . (الجوهر النقی ۷۸۲)  
فرماتے ہیں: یہ اثر صحیح ہے۔

قَالَ الْمَازِدَنِيُّ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ : رِجَالُهُ ثِقَاتٌ . (الجوهر النقی ۷۸۲)  
فرماتے ہیں: اس کے سب راوی ثقہ اور قابل اعتماد ہیں۔

قَالَ الْإِمَامُ الطَّحَاوِيُّ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ : فَحَدِيثُ عَلِيٍّ إِذَا صَحَّ فِيهِ  
أَكْبَرُ الْحُجَّةِ لِقَوْلِهِ مَنْ لَا يَرَى الرَّفْعَ . (الطحاوی ۱۶۳) فرماتے ہیں: کہ

جب حضرت علیؓ کی حدیث صحیح ہو گئی تو اس میں ان لوگوں کے لئے بہت بڑی حجت مل گئی جو رفع یدین کے قائل نہیں۔

نوٹ: یہاں لفظ اذا صرف ظرفیت کے لئے ہے شرط کے لئے نہیں۔

قَالَ الْعَيْنِيُّ رَحِمَهُ اللَّهُ: وَأَعْلَمُ أَنَّ كَلِمَةَ إِذَا لَيْسَتْ لِلشَّرْطِ لَأَنَّ صَحَّةَ حَدِيثِ عَلِيٍّ الَّذِي رَوَاهُ أَبُو سَلَمَةَ لَا يَشْكُ فِيهَا بَلْ لِلنَّجْوَى الطَّرْفِيَّةِ فَافْتَهُم (حاشية الطحاوی ۱/۱۶۳)

### (۱۰۳۵) عمل عشرہ مبشرہ

قَالَ الْحَافِظُ الْعَيْنِيُّ رَحِمَهُ اللَّهُ: وَفِي الْبَدَائِعِ: رَوَى عَنْ ابْنِ عَبَّاسٍ رَحِمَهُ اللَّهُ أَنَّهُ قَالَ: الْعَشْرَةُ الَّذِينَ شَهِدَهُمْ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ بِالْجَنَّةِ مَا كَانُوا يَزِفُّونَ أَيْدِيَهُمْ إِلَّا فِي افْتِتَاحِ الصَّلَاةِ. (عمدة القاری ۴/۳۸۰)

”فرماتے ہیں اور بدائع میں ہے کہ حدیث ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے کہ وہ دس صحابہؓ جن کو آپ ﷺ نے (ایک ہی مجلس میں) جنت کی بشارت دی تھی وہ صرف نماز کی ابتدا میں رفع یدین کرتے تھے اور بس۔

### (۱۱) اجماع اکثر صحابہؓ

قَالَ أَبُو عِيْسَى: حَدِيثُ ابْنِ مَسْعُودٍ حَسَنٌ وَبِهِ يَقُولُ غَيْرُ وَاحِدٍ مِّنْ أَهْلِ الْعِلْمِ مِنْ أَصْحَابِ النَّبِيِّ ﷺ مِنَ التَّابِعِينَ وَهُوَ قَوْلُ سُفْيَانَ وَ أَهْلِ الْكُوفَةِ (جامع ترمذی ۱/۵۹)

امام بخاری رحمہ اللہ تعالیٰ کے شاگرد امام ترمذی ابو عیسیٰ رحمہ اللہ تعالیٰ نے کہا کہ ابن مسعودؓ کی حدیث ترک رفع یدین، حسن ہے اور صحابہ و تابعینؓ میں سے بے شمار اہل علم یہی فرماتے ہیں (کہ پوری نماز میں صرف پہلی تکبیر کے ساتھ رفع یدین کیا جائے اور بس) اور یہی قول ہے سفیان اور اہل کوفہ کا رحمہم اللہ تعالیٰ۔

### (۱۲) عمل عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما

عَنْ مُجَاهِدٍ قَالَ: صَلَّيْتُ خَلْفَ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا فَلَمْ يَكُنْ يَرْفَعُ يَدَيْهِ إِلَّا فِي التَّكْبِيرَةِ الْأُولَى مِنَ الصَّلَاةِ. (الطحاوی ۱/۱۶۳، مصنف ابن ابی شیبہ ۱/۲۶۸، عمدة القاری ۴/۳۸۰)

”جلیل القدر تابعی حضرت مجاہد رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں: کہ میں نے حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے پیچھے نماز پڑھی پس وہ نماز کی پہلی تکبیر کے سوا کہیں بھی رفع یدین نہیں کرتے تھے“ (اور ابن ابی شیبہ کی روایت میں تو یہ ہے کہ میں نے جب بھی ان کو دیکھا ہے وہ صرف پہلی ہی تکبیر کے ساتھ رفع یدین کرتے اور بس)

توثیق: قَالَ الطَّحَاوِيُّ رَحِمَهُ اللَّهُ: فَإِنْ قَالَ قَائِلُ هَذَا حَدِيثٌ مُنْكَرٌ، قِيلَ لَهُ: وَمَا ذَلِكَ عَلَى ذَلِكَ فَلَنْ تَجِدَ إِلَى ذَلِكَ سَبِيلًا. (الطحاوی ۱/۱۶۳) امام طحاوی رحمہ اللہ تعالیٰ کے اس ارشاد کا حاصل یہ ہے کہ اس حدیث پر اعتراض کرنا بلا دلیل ہے۔

قَالَ الْحَافِظُ الْعَيْنِيُّ رَحِمَهُ اللَّهُ تَعَالَى: وَيُؤَيِّدُ السُّنَحَ مَا رَوَاهُ الطَّحَاوِيُّ بِإِسْنَادٍ صَحِيحٍ. (عمدة القاری ۴/۳۸۰)

فرماتے ہیں: کہ نسخ کی تائید (مجاہد رحمہ اللہ کی) اس روایت سے بھی ہوتی ہے جس کو امام طحاوی رحمہ اللہ نے صحیح سند کے ساتھ روایت کیا ہے۔

(۱۳) عمل حضرت عبداللہ بن مسعود ؓ

عَنْ إِبْرَاهِيمَ (النَّخَعِيِّ) رَحِمَهُ اللَّهُ تَعَالَى قَالَ: كَانَ عَبْدُ اللَّهِ لَا يَرْفَعُ يَدَيْهِ فِي شَيْءٍ مِنَ الصَّلَاةِ إِلَّا فِي الْإِفْتِيَا حَ: (الطحاوی ۱/۱۶۴)

حضرت ابراہیم نخعی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: کہ عبداللہ ابن مسعود ؓ نماز کے شروع میں رفع یدین کرتے تھے اس کے سوا کہیں بھی رفع یدین نہیں کرتے۔

توثیق: قَالَ الْمُحَدِّثُ الشَّهَارَنْشُورِيُّ رَحِمَهُ اللَّهُ تَعَالَى: وَاسْنَادُهُ مُرْسَلٌ جَيِّدٌ. (البدل ۲/۱۰۲) فرماتے ہیں کہ اس مرسل کی سند جید اور قابل حجت ہے۔

اعتراض: ابراہیم کی ابن مسعود ؓ سے ملاقات نہیں ہوئی لہذا یہ روایت مرسل ہے جو کہ قابل حجت نہیں ہونی چاہئے۔

جواب: قَالَ الْحَافِظُ الْعَيْنِيُّ رَحِمَهُ اللَّهُ تَعَالَى: قُلْتُ عَادَةً إِبْرَاهِيمَ إِذَا أُرْسِلَ حَدِيثًا عَنْ عَبْدِ اللَّهِ لَمْ يُرْسَلَهُ إِلَّا بَعْدَ صَحِّحِهِ عِنْدَهُ مِنَ الرِّوَاةِ عَنْهُ وَبَعْدَ تَكَثُّرِ الرِّوَايَاتِ عَنْهُ وَلَا شَكَّ أَنَّ خَيْرَ الْجَمَاعَةِ أَقْوَى مِنْ خَيْرِ الْوَاحِدِ وَأَوَّلَى. (عمدة القاری ۴/۳۸۱)

جواب کا حاصل یہ ہے کہ ان کا یہ ارسال معتبر اور قابل حجت ہے کیونکہ ان کی عادت یہ ہے کہ آپ عبداللہ بن مسعود ؓ سے اس صورت میں ارسال کرتے ہیں جب کثرت رواۃ اور کثرت روایات کے ذریعہ ان کی بات صحت کے ساتھ پہنچ جائے لہذا ان کی نقل کردہ خبر دوسروں کے مقابلہ میں زیادہ قوی اور اولیٰ ہے۔

(۱۴) عمل حضرت ابو ہریرہ ؓ

قَالَ مُحَمَّدٌ: أَخْبَرَنَا مَالِكٌ أَخْبَرَنِي نَعِيمُ السَّجَمِيُّ وَأَبُو جَعْفَرٍ الْقَارِيُّ أَنَّ أَبَاهُ رِزَّةَ ؓ كَانَ يُصَلِّيُ بِهِمْ فَكَبَّرَ كُلَّمَا خَفِضَ وَرَفَعَ قَالَ أَبُو جَعْفَرٍ: وَكَانَ يَرْفَعُ يَدَيْهِ حِينَ يُكَبِّرُ وَيَفْتَحُ الصَّلَاةَ قَالَ مُحَمَّدٌ: أَلَسْنَا أَنْ يُكَبِّرَ الرَّجُلُ فِي صَلَاتِهِ كُلَّمَا خَفِضَ وَكُلَّمَا رَفَعَ وَإِذَا انْحَطَّ لِلسُّجُودِ كَبَّرَ وَإِذَا انْحَطَّ لِلسُّجُودِ الثَّانِي كَبَّرَ وَأَمَّا رَفْعُ الْيَدَيْنِ فِي الصَّلَاةِ فَإِنَّهُ يَرْفَعُ الْيَدَيْنِ حِينَ وَالْأُذُنَيْنِ فِي ابْتِدَاءِ الصَّلَاةِ مَرَّةً وَاحِدَةً ثُمَّ لَا يَرْفَعُ فِي شَيْءٍ مِنْ الصَّلَاةِ بَعْدَ ذَلِكَ وَفِي ذَلِكَ آثَارٌ كَثِيرَةٌ (موطا الامام محمد ۸۸)

”مجاہد اور ابو جعفر رحمہ اللہ دونوں فرماتے ہیں کہ ابو ہریرہ ؓ ان کو نماز پڑھاتے اور ہر اونچ نیچ پر تکبیر کرتے۔ ابو جعفر رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ جس وقت حضرت ابو ہریرہ ؓ نماز شروع کر کے تکبیر کرتے تو اس کے ساتھ رفع یدین بھی کرتے تھے۔“

امام محمد رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ سنت یہ ہے کہ آدمی نماز میں ہر اونچ نیچ



پر تکبیر کہے اور پہلے دوسرے سجدے کے طرف جب جائے تو بھی تکبیر کہے اور نماز میں رفع یدین کی جو بات ہے تو ابتدا نماز میں صرف ایک مرتبہ کانوں کے برابر دونوں ہاتھ اٹھائے گا اس کے بعد پوری نماز میں کہیں بھی رفع یدین نہیں کرے گا اور اس رفع یدین نہ کرنے سے متعلق آثار کثیرہ موجود ہیں۔

﴿آثار تابعین وغیرہم رحمہم اللہ علیہ﴾

(۱) حضرت ابراہیم خنقی رحمہ اللہ علیہ کا مذہب

امام بخاری رحمہ اللہ علیہ کے استاد لکھتے ہیں: عَنْ اَبِي هُرَيْرَةَ اَنَّكَ كَانَ يَقُولُ اِذَا كَبَّرْتَ فَيُفَاتِحُ الصَّلَاةَ فَاَرْفَعُ يَدَيْكَ ثُمَّ لَا تَرْفَعُهُمَا فَيَمَّا يَقِي. (مصنف ابن ابی شیبہ ۲/۲۶۱)  
”حضرت ابراہیم خنقی رحمہ اللہ علیہ فرماتے تھے کہ شروع نماز میں تکبیر تحریم کے ساتھ رفع یدین کرو پھر باقی نماز میں کہیں بھی نہ کرو۔“

علامہ ذہبی رحمہ اللہ علیہ لکھتے ہیں: کہ حضرت ابراہیم خنقی رحمہ اللہ علیہ حدیثوں کے پرکھنے میں صراف اور نقاد تھے اور بلند علماء اور محدثین میں سے تھے۔ (الذکرۃ الحفاظ ۱/۶۹ بحوالہ نور العباب)

نوٹ: اس صراف حدیث اور ماہر نے پرکھنے کے بعد ترک رفع کی احادیث کو قابل عمل سمجھا اور رفع کی احادیث کو غیر معمول بہا اور مؤول سمجھ کر چھوڑ دیا۔

(۲) حضرت عبدالرحمن بن ابی لیلیٰ التابعی الکبیر رحمہ اللہ علیہ کا مذہب

امام بخاری رحمہ اللہ علیہ کے استاد امام ابن ابی شیبہ رحمہ اللہ علیہ لکھتے ہیں:

عَنْ سُفْيَانَ بْنِ مُسْلِمٍ الْجُهَنِيِّ قَالَ كَانَ ابْنُ أَبِي لَيْلَى يَرْفَعُ يَدَيْهِ اَوَّلَ شَيْءٍ اِذَا كَبَّرَ (ابن ابی شیبہ ۱/۲۶۷) یعنی حضرت عبدالرحمن بن ابی لیلیٰ رحمہ اللہ علیہ صرف ابتدا میں رفع یدین کرتے تھے جب تکبیر کہتے تھے۔

امام ترمذی اور مولانا عبدالرحمن مبارکپوری غیر مقلد دونوں فرماتے ہیں: کہ حضرت عبدالرحمن بن ابی لیلیٰ رحمہ اللہ علیہ نے ایک سو بیس صحابہ کرام رحمہم اللہ علیہ کی ملاقات کا شرف پایا ہے۔ (سنن الترمذی ۲/۱۸۲، تحفۃ الاحوذی ۱/۱۷۴ بحوالہ نور العباب)  
امام نووی رحمہ اللہ علیہ فرماتے ہیں: کہ ابن ابی لیلیٰ اجل تابعین میں سے تھے۔ (شرح مسلم ۱/۶۰۷ بحوالہ نور العباب)

نوٹ: قارئین کرام! اتنے بڑے تابعی ترک رفع یدین پر عمل تب کر سکتے ہیں کہ انہوں نے خود حضرات صحابہ کرام رحمہم اللہ علیہ کو ترک رفع کا عمل کرتے ہوئے دیکھا ہو۔

(۳) حضرت امام شعبی تابعی رحمہ اللہ علیہ کا مذہب

عَنْ اَشْعَثِ بْنِ الشَّعْبِيِّ اَنَّكَ كَانَ يَرْفَعُ يَدَيْهِ فِي اَوَّلِ التَّكْبِيرَةِ ثُمَّ لَا يَرْفَعُهُمَا. (ابن ابی شیبہ ۱/۲۶۷)

امام شعبی رحمہ اللہ علیہ صرف پہلی تکبیر کے ساتھ رفع یدین کرتے پھر اس کے بعد نہیں کرتے۔

صاحب مشکوٰۃ رحمہ اللہ لکھتے ہیں: حضرت امام شعی رحمہ اللہ نے پانچ سو حضرات صحابہ کرام رحمہ اللہ سے ملاقات کی ہے۔ (الاکمال ۱۶ بحوالہ نور العباب)

مولانا مبارکپوری غیر مقلد کہتے ہیں: یہ کوئی ہیں ثقہ مشہور فقیہ اور فاضل ہیں اور انہوں نے خود کہا ہے کہ میں نے پانچ سو صحابہ رحمہ اللہ کو دیکھا ہے۔ (تحفۃ الاحوذی ۱۸۹، ۲ بحوالہ نور العباب)

امام بخاری رحمہ اللہ نے نقل کیا ہے کہ امام شعی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: قَاعِدْتُ ابْنَ عُمَرَ قَرِيبًا مِنْ سِتِّينَ اَوْ سَنَةً وَ نَصْفٍ. (صحیح البخاری ۲۰۷۷) میں حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کے پاس دو سال یا ڈیڑھ سال بیٹھا رہا۔ (یعنی پڑھتا رہا)

نوٹ: قارئین کرام! معلوم ہوا کہ یہ سیکڑوں صحابہ اور خصوصاً عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کا عام معمول رہا تھا کہ وہ پہلی تکبیر کے بعد پوری نماز میں کہیں ہاتھ نہیں اٹھاتے تھے اسی وجہ سے امام شعی رحمہ اللہ نے ترک رفع کا معمول اپنایا۔

(۴) حضرت قیس بن ابی حازم التابعی رحمہ اللہ کا مذہب

حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ سَعِيدٍ عَنْ إِسْمَاعِيلَ قَالَ: كَانَ قَيْسٌ يَرْفَعُ يَدَيْهِ أَوَّلَ مَا يَدْخُلُ فِي الصَّلَاةِ ثُمَّ لَا يَرْفَعُهَا. (ابن ابی شیبہ ۲۶۷۱) حضرت قیس رحمہ اللہ نماز کی ابتداء میں رفع یدین کرتے اس کے بعد نہ کرتے۔

امام نووی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: کہ امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ نے فرمایا کہ میں نہیں جانتا کہ تابعین میں ابو عثمان نہدی اور قیس بن ابی حازم سے بڑھ کر کسی کی شان ہو۔ (شرح مسلم ۹۱)

مولانا مبارکپوری غیر مقلد لکھتے ہیں: "قَيْسُ بْنُ أَبِي حَازِمٍ الْكُوفِيُّ ثِقَةٌ مِنَ الثَّابِتَةِ" کہ یہ ثقہ ہیں اور طبقہ ثانیہ میں سے ہیں۔ (تحفۃ الاحوذی ۲۰۷، ۲ بحوالہ نور العباب)

حضرت علامہ سید انور شاہ رحمہ اللہ نے فرمایا ہے کہ حضرت قیس رحمہ اللہ افضل التابعین ہیں اور بقول بعض ان کے سوا کسی تابعی نے حضرات عشرہ مبشرہ کو نہیں دیکھا۔ (فیض الباری ۲۲۲، ۲)

نوٹ: قارئین کرام! حضرت قیس رحمہ اللہ جیسے بڑے درجہ کے تابعی کا رفع یدین نہ کرنا اس بات کی دلیل ہے کہ عشرہ مبشرہ اور دوسرے صحابہ رحمہ اللہ کے ہاں بھی رفع کا عمل متروک ہو چکا تھا۔

(۵-۶) حضرت اسود بن یزید التابعی اور

حضرت علقمہ التابعی رحمہ اللہ کا مذہب

عَنْ جَابِرِ بْنِ الْأَسْوَدِ وَ عَلْقَمَةَ أَنَّهُمَا كَانَا يَرْفَعَانِ أَيْدِيَهُمَا إِذَا افْتَتَحَا ثُمَّ لَا يَفْعُوذَانِ. (ابن ابی شیبہ ۲۶۸۱)

حضرت اسود اور حضرت علقمہ رحمہ اللہ شروع نماز کے وقت رفع یدین کرتے تھے پھر اس کے بعد رفع یدین کی طرف نہ لوٹتے تھے۔ (یعنی اس کے بعد پوری نماز میں دوبارہ نہ کرتے تھے۔)

امام شعی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: اِنْ كَانَ أَهْلُ نَيْبٍ خُلِقُوا لِلْحَبَّةِ فَهُمْ هَوْلَاءُ إِلَّا سُودٌ وَعَلَقَمَةٌ وَمَنْزُوقٌ. (الکمال ۳۵ بحوالہ نور الصباح) کہ اگر کوئی گھرانہ (صحابہ کے بعد) جنت کے لئے پیدا کیا گیا ہے تو وہ یہ لوگ ہیں: اسود، علقمہ اور مسروق۔

نوٹ: یہ خوش نصیب حضرات بھی رکوع کے وقت رفع یدین نہیں کرتے تھے معلوم ہوا انہوں نے بھی صحابہ رحمہ اللہ سے ترک ہی کا معمول دیکھا ہے۔

(۷) حضرت خثیمہ التالبی رحمہ اللہ کا مذہب

عَنِ الْحِجَّاجِ عَنْ طَلْحَةَ عَنْ خَيْثَمَةَ وَابِرَاهِيمَ قَالَ كُنَّا لَا يَرْفَعَانِ أَيْدِيَهُمَا إِلَّا بَدْءَ الصَّلَاةِ. (ابن ابی شیبہ ۲۶۷/۱) کہ حضرت خثیمہ اور حضرت ابراہیم رحمہ اللہ دونوں رفع یدین نہیں کرتے تھے مگر صرف ابتداء نماز میں۔

حافظ ابن حجر رحمہ اللہ نے تقریب التہذیب میں حضرت خثیمہ رحمہ اللہ کو ثقہ قرار دیا ہے۔ (نور البیان)

(۸) حضرت ابواسحاق السبیعی التالبی رحمہ اللہ کا مذہب

عبدالملک رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ میں نے شعی، ابراہیم اور ابواسحاق کو دیکھا وہ سب صرف نماز کے شروع میں رفع یدین کرتے اور بس۔ (ابن ابی شیبہ ۲۶۸/۱)

امام نووی رحمہ اللہ لکھتے ہیں: ”ابواسحاق سبیعی ہمدانی کوفی بڑے تابعی ہیں امام عجل نے فرمایا کہ ابواسحاق نے ان میں صحابہ رحمہ اللہ سے سماع کا شرف

حاصل کیا ہے۔“

علی بن مدینی رحمہ اللہ (استاد امام بخاری رحمہ اللہ) فرماتے ہیں: ”ابو اسحاق نے ستر یا اسی ایسے صحابہ رحمہ اللہ سے روایت کی ہے کہ ابواسحاق کے علاوہ (اس زمانے میں) اور کسی تابعی نے ان سے روایت نہیں کی۔ (شرح مسلم ۹/۱)

نوٹ: قارئین کرام! اگر حضرات صحابہ کرام رحمہ اللہ میں رفع یدین کا عمل ہوتا تو حضرت ابواسحاق رحمہ اللہ ہرگز ترک رفع یدین نہ کرتے۔

(۹-۱۰) اصحاب علی وابن مسعود کا مذہب

عَنْ أَبِي اسْحَاقَ قَالَ كَانَ أَصْحَابُ عَبْدِ اللَّهِ وَأَصْحَابُ عَلِيٍّ لَا يَرْفَعُونَ أَيْدِيَهُمْ إِلَّا فِي الْمَبْتِأِ الصَّلَاةِ قَالَ وَكَيْفَ تُمْ لَا يَغُذُّونَ. (ابن ابی شیبہ ۲۶۷/۱)

”یعنی حضرت ابواسحاق تابعی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ حضرت عبداللہ اور حضرت علی رضی اللہ عنہما کے ساتھی اور شاگرد نماز کے شروع کے سوا کہیں بھی رفع یدین نہیں کرتے۔ حضرت وکیع رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ ابتداء نماز کے بعد پوری نماز میں دوبارہ رفع یدین نہیں کرتے تھے۔

علامہ مارونی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: وَهَذَا أَيْضًا مَسْنَدٌ صَحِيحٌ جَلِيلٌ (البحر المحیط ۱/۲۶۷)

(۱۱) حضرت امام مالک رحمہ اللہ کا مذہب

حضرت امام مالک رحمہ اللہ ترک رفع یدین کے قائل ہیں۔ (المبدیۃ الکبریٰ)

ابن رشد مالکی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: اِنْ مَا لِكَا رَجَعَ تَرَكَ الرَّفْعِ

لِمُوَافَقَةِ عَمَلِ أَهْلِ الْمَدِينَةِ. (مبدیۃ المجتہد، فتح الملہم ۱/۱۶ بحوالہ نور الصباح) کہ



امام مالک رحمہ اللہ نے ترک رفع یدین کو اس لئے ترجیح دی ہے۔ تاکہ عمل اہل مدینہ کی موافقت ہو جائے۔

امام نووی رحمہ اللہ، ابن القاسم کی روایت عن مالک کے بارے میں فرماتے ہیں: "هُوَ أَشْهُوُّ الرِّوَايَاتِ عَنْ مَالِكٍ" کہ امام مالک رحمہ اللہ سے رفع یدین سے متعلق جتنی روایات آئی ہیں ان سب میں زیادہ مشہور روایت ابن قاسم کی ترک رفع یدین والی روایت ہے۔ (نووی شرح مسلم ۱/۱۶۸)

حافظ ابن حجر رحمہ اللہ فرماتے ہیں: کہ مالکیہ کے ہاں اعتماد اور وارود احکام و فتاویٰ میں اُس روایت پر ہوتا ہے جو ابن قاسم، امام مالک سے روایت کریں چاہے وہ روایت موطا مالک کے موافق ہو یا نہ ہو۔ (تجلی المنہج ۴: بحوالہ نور الصباح)

دلائل کی کل تعداد: (آیت) ۱ + (احادیث) ۱۰ + (آثار صحابہ)

۱۴ + (آثار تابعین) ۱۱ = ۳۶

☆☆☆☆

☆☆ اہم سوالات اور ان کے جوابات ☆☆

﴿سلام کے وقت رفع یدین﴾

سوال: کیا یہ صحیح ہے کہ ابتداء میں سلام پھیرتے وقت بھی رفع یدین ہوتا تھا؟ اگر صحیح ہے تو آج کیوں متروک ہے؟

جواب: یہ صحیح ہے کہ ابتداء میں سلام کے وقت بھی رفع الایدی (ہاتھ اٹھانے) کا عمل ہوتا تھا، لیکن بعد میں منسوخ ہو جانے کی وجہ سے متروک ہو گیا۔ منسوخ ہونے کی دلیل حضرت جابر بن سمرہ ؓ کی یہ مرفوع حدیث ہے۔

"عَنْ جَابِرِ بْنِ سَمُرَةَ قَالَ صَلَّيْتُ مَعَ رَسُولِ اللَّهِ ﷺ فَكُنَّا إِذَا سَلَّمْنَا قُلْنَا بِأَيْدِينَا السَّلَامَ عَلَيْكُمْ السَّلَامُ عَلَيْكُمْ فَنَظَرَ إِلَيْنَا رَسُولُ اللَّهِ ﷺ فَقَالَ مَا شَأْنُكُمْ تُبَشِّرُونَ بِأَيْدِيكُمْ كَمَا تَهَيَّأُ أَذْنَابُ خَيْلٍ شُمُسَ إِذَا سَلَّمَ أَحَدُكُمْ فَلْيَلْقَيْتُ إِلَى صَاحِبِهِ وَلَا يُؤْمِنُ بِيَدِهِ". (صحیح مسلم ۱/۱۸۱)

حضرت جابر بن سمرہ ؓ فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کے ساتھ نماز پڑھی، پس جب ہم سلام پھیرتے تو السلام علیکم (ورحمۃ اللہ) کہنے کے ساتھ ہاتھوں سے اشارہ بھی کرتے (یعنی رفع الیدین کرتے) یہ دیکھ کر

تمہارے ہاتھ شریر گھوڑوں کی ڈمیں ہیں؟ نماز میں سکون سے رہو (کوئی حرکت نہ کیا کرو یعنی رفع یدین نہ کرو)

تنبیہ: حضرت جابر رضی اللہ عنہ کی یہ دوسری روایت رفع رکوع سے متعلق ہے۔

سوال: غیر مقلدین کہتے ہیں کہ یہ حدیث سلام کے وقت رفع الیدین سے متعلق ہے۔ کیا ان کے اس کہنے کی کچھ حقیقت ہے؟

جواب: ہٹ دھرم اور ضدی کا علاج تو عتقاء ہے، البتہ منصف مزاج اور حق کے متلاشی کیلئے اس سوال کے جواب میں کچھ لکھا جاتا ہے۔

حقیقت یہ ہے کہ یہ حدیث سلام کے وقت رفع الیدین سے متعلق نہیں، بلکہ نماز کے اندر رکوع وغیرہ سے قبل وبعد کے رفع الیدین سے متعلق ہے یہ دونوں حدیثیں الگ الگ ہیں، دو (۲) وجوہوں سے.....

(۱) پہلی حدیث اس وقت کی ہے جبکہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ باجماعت نماز ادا کر رہے تھے اور دوسری حدیث اس وقت کی ہے جبکہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اکیلے نماز پڑھ رہے تھے اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لے آئے۔

(۲) اس دوسری حدیث میں ”اسکنوا فی الصلوٰۃ“ کا لفظ بتاتا ہے کہ یہاں ”فی الصلوٰۃ“ (یعنی نماز کے اندر) رفع یدین سے روکنا ہے اور سلام کے وقت رفع یدین خارج الصلوٰۃ ہے یا فی طرف الصلوٰۃ ہے، جو سکون فی الصلوٰۃ کے خلاف نہیں۔ لہذا یہ حدیث سلام اور تکبیرہ تحریم کے رفع یدین کو شامل نہیں۔ یہی وجہ ہے کہ اس حدیث سے تکبیرہ تحریم کے وقت رفع کو منسوخ

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: تمہیں کیا ہو گیا ہے کہ تم اپنے ہاتھوں سے اس طرح اشارہ کرتے ہو گویا وہ شریر گھوڑوں کی ڈمیں ہیں؟ تم میں سے کوئی سلام پھیرے تو اپنے بھائی کی جانب منہ کر کے (صرف زبان سے السلام علیکم ورحمۃ اللہ کہے) اور ہاتھ سے اشارہ نہ کرے۔

### ثبوت رفع رکوع کا جواب

سوال: جب رکوع سے قبل وبعد رفع یدین صحیح حدیث سے ثابت ہے تو احناف اس پر عمل کیوں نہیں کرتے؟

جواب: ہم مانتے ہیں کہ سلام کی طرح رکوع سے پہلے اور بعد بھی رفع الیدین کا عمل ابتداء میں تھا بلکہ ان کے علاوہ بھی نماز میں مختلف مواقع میں رفع الیدین ہوتا تھا، لیکن بعد میں سلام کی طرح نماز کے اندر سب جگہ یہ حکم منسوخ ہو گیا اور سکون و اطمینان سے نماز پڑھنے کا حکم دیا گیا۔ اس نسخ کی دلیل حضرت جابر بن سمرہ رضی اللہ عنہ کی یہ دوسری روایت مرفوعہ ہے۔

”عَنْ جَابِرِ بْنِ سَمُرَةَ قَالَ خَرَجَ عَلَيْنَا رَسُولُ اللَّهِ ﷺ فَقَالَ مَا لِي أَرَاكُمْ رَافِعِي أَيْدِيكُمْ كَمَا تَهَابُ خَيْلُ شُمْسٍ اسْكُنُوا فِي الصَّلَاةِ. (صحیح مسلم ۱/۱۸۱)

حضرت جابر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہمارے پاس تشریف لائے (اور ہم اس وقت نماز میں رفع یدین کر رہے تھے) آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے (بڑی ناراضگی) سے فرمایا کہ کیا ہوا ہے میں تم کو رفع یدین کرتے دیکھ رہا ہوں، گویا

نہیں کہا گیا، کیونکہ یہ بھی طرف میں ہے۔

### ﴿امام نووی کی شرح کا جواب﴾

سوال: امام نووی رحمہ اللہ نے تو اسے سلام پر محمول کیا ہے؟

جواب: حافظ عینی، ملا علی قاری اور مولانا غلیل احمد وغیرہ اکابر احناف رحمہم اللہ نے اس کو رفع رکوع کے لیے ناج قرار دیا ہے، ہمیں ان کی تحقیق پر اعتماد ہے۔ جو امام نووی رحمہ اللہ کی تقلید کرنا چاہتا ہے وہ صاف اعلان کرے اور غیر مقلدیت سے توبہ کرے۔

### ﴿”رفع دائمی عمل تھا“ اس کا جواب﴾

سوال: غیر مقلدین رفع الیدین کو دائمی اور آخری معمول ثابت کرنے کے لئے بیہقی کے حوالے سے ایک روایت پیش کرتے ہیں جس میں ”فَمَا زِلْتُ تِلْكَ صَلَوتُهُ حَتَّى لَقِيَ اللَّهَ“ کے الفاظ ہیں کہ آخر دم تک آپ ﷺ کی نماز رفع یدین والی تھی، اس حدیث کا کیا جواب ہے؟

جواب: اس حدیث سے دائمی اور آخری معمول ثابت کرنا انتہائی بے شری اور اللہ تعالیٰ کے رسول ﷺ پر خطرناک قسم کا جھوٹ باندھنا ہے۔ کیونکہ یہ حدیث موضوع اور منکھروت ہے، اس کی سند میں ایک راوی ابو عبد اللہ الحافظ غالی شیبی ہے اور دو راوی عبد الرحمن بن قریش اور عصمہ بن محمد انصاری کذاب اور جھوٹے ہیں، اور تین راوی جعفر، عبد اللہ بن احمد اور الحسن بن عبد اللہ مجہول

ہیں۔ (رسائل) اگر غیر مقلدین کو ہماری بات پر یقین نہیں تو اپنے راویوں سے اس حدیث کی توثیق و تصحیح کرا کے دکھا دیں اور منہ مانگا انعام لیجائیں۔ دیدہ پاید! نہ خنجر اٹھے گا نہ تلوار ان سے یہ بازو میرے آزمائے ہوئے ہیں

### ﴿ماضی استمراری کا جواب﴾

سوال: غیر مقلدین رفع الیدین کا دوام و استمرار ثابت کرنے کے لئے فعل مضارع پر ”کان“ کے داخل ہونے سے استدلال کرتے ہیں، کیا ان کا یہ استدلال درست ہے؟

جواب: اس کے دو جواب ہیں۔ (۱) الزامی (۲) تحقیقی

(۱) الزامی جواب: درج ذیل امور بھی ماضی استمراری سے ثابت ہیں لہذا یا تو ان کے منع یا منسوخ ہونے کی کوئی حدیث پیش کریں، ورنہ رفع الیدین کی طرح ان پر بھی عمل کریں اور ان کے تارکین کو تارک حدیث کہہ کر مخالف و منکر حدیث کے شیریں القاب سے نوازیں۔

(۲) قال أَبُو مُسْلِمَةَ الْأَزْدِيُّ سَأَلْتُ أَنَسَ بْنَ مَالِكٍ أَكَانَ النَّبِيُّ ﷺ يُصَلِّي فِي نَعْلَيْهِ؟ قَالَ: نَعَمْ.

ترجمہ: ابو مسلمہ ازدی نے کہا: میں نے انس بن مالک (رضی اللہ عنہ) سے پوچھا: کیا آنحضرت ﷺ جوتیاں پہنے پہنے نماز پڑھتے تھے؟ انہوں نے فرمایا: ”جی ہاں“۔ (یہ ترجمہ غیر مقلد علامہ وحید الزماں کا ہے۔ (تیسیر الباری ۲/۲۷۸)



ہیں۔ کیا یہ بات صحیح حدیث سے ثابت ہے؟

جواب: جی نہیں! یہ روایت موضوع اور منکھوت ہے، اس روایت کی سند میں ایک راوی اسرائیل بن حاتم المروزی ہے جس کے متعلق علامہ ذہبی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: "زَوَى عَنْ مُقَابِلِ الْمُؤَصُّوْعَاتِ وَالْأَوَابِدِ وَالطَّامَاتِ" کہ اسرائیل نے مقابل سے موضوعات وغیرہ اناب شباب اور مصائب روایت کئے ہیں، اور یہ روایت بھی ان موضوعات میں سے ہے (میزان الاعتدال ۱/۹۷) دوسرا راوی مقاتل بن حیان ہے جو کہ ضعیف ہے (میزان الاعتدال ۳/۱۹۶) تیسرا راوی اصعب بن نباتہ ہے، ابو بکر بن عیاش رحمہ اللہ اس کو کذاب قرار دیتے ہیں اور امام نسائی، ابن معین، ابن حبان اور ابن عدی رحمہم اللہ سب اس پر جرح کرتے ہیں (میزان الاعتدال ۱/۱۲۵) علامہ شوکانی غیر مقلد خود فرماتے ہیں: "ہو موضوع لا یساوی شیئاً" (الفتاویٰ الجوزیہ ۳۰، بحوالہ نور العباب) یعنی یہ روایت منکھوت اور بالکل بیچ ہے۔

### ﴿پچاس صحابہ رضی اللہ عنہم والی روایت﴾

سوال: غیر مقلدین کہتے ہیں کہ رکوع کی رفع کو پچاس صحابہ رضی اللہ عنہم نے روایت کیا ہے، کیا واقعی ایسا ہی ہے؟

جواب: ان کا یہ دعویٰ بے بنیاد، بے سند اور حقیقت کے خلاف ہے، خود

غیر مقلدین کے محسن اعظم علامہ وحید الزماں صاحب فرماتے ہیں: "میں کہتا ہوں مستحب ہے (یعنی جوتوں میں نماز پڑھنا)۔۔۔ چند سطروں کے بعد رقمطراز ہیں۔۔۔ شوکانی نے کہا ہے صحیح اور قوی مذہب یہی ہے کہ جوتیاں پہن کر نماز پڑھنا مستحب ہے۔" (حوالہ بالا)

(۲) بچی کو اٹھا کر نماز پڑھا کرتے تھے۔ (صحیح بخاری ۷۴/۱)

(۳) آپ صلی اللہ علیہ وسلم نماز سے پہلے بیوی کا بوسہ لیا کرتے تھے (المشکوٰۃ ۱/۴۱)

(۴) عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهَا قَالَتْ كَانَ النَّبِيُّ ﷺ يَقُولُ فِي رُكُوعِهِ

وَسُجُودِهِ مُسَبِّحَاتِكَ اللَّهُمَّ رَبَّنَا بِحَمْدِكَ اللَّهُمَّ اغْفِرْ لِي (صحیح بخاری ۱۰۹/۱)

"حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم رکوع میں ہمیشہ یہ کلمات پڑھا کرتے تھے۔۔۔۔۔"

کیا غیر مقلدین کے نزدیک ان کلمات کا جہر پڑھنا آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا معمول تھا؟

(۲) تحقیقی جواب: ماضی استمراری (یعنی "کان" فعل مضارع پر داخل ہونا) کی اصل وضع ایک دفعہ کے فعل کے لئے ہے (شرح نووی ۱/۲۵۴، مجمع التمار ۳/۲۳۵، مسک الختام ۱/۵۶۷ بحوالہ غیر مقلدین کی غیر مستند نماز ص ۲۹) معلوم ہوا کہ اس سے مواظبت اور دوام بطور نص ثابت نہیں ہوتی۔

### ﴿فرشتوں کی رفع الیدین والی روایت کا جواب﴾

سوال: ایک غیر مقلد مصنف لکھتا ہے کہ: "فرشتے بھی رفع یدین کرتے

غیر مقلدین نے اس کو رد کیا ہے۔ (۱) قاضی شوکانی غیر مقلد ثیل الاوطار میں فرماتے ہیں: اِنَّ الْعِرَاقِيَّ جَمَعَ عَدَدَ مَنْ رَوَى رَفَعَ الْيَدَيْنِ فِي ابْتِدَاءِ الصَّلَاةِ قَبْلُغُوا خَمْسِينَ صَحَابًا مِنْهُمْ الْعَشْرَةُ الْمُبَشَّرَةُ الْمَشْهُودُ لَهُمْ بِالسَّحْنَةِ (اعلاء السنن ۸۰۳) یعنی علامہ عراقی رحمہ اللہ نے ان صحابہ کرام ؓ کی کفایت فرمائی ہے جنہوں نے شروع نماز کی رفع الیدین روایت کی ہے تو وہ کل پچاس صحابہ ؓ ہیں، اور ان میں عشرہ مبشرہ بھی ہیں جن کو (ایک ہی مجلس میں) جنت کی خوشخبری سنائی گئی تھی۔

(۲) علامہ امیر میمانی غیر مقلد نے ”سبل السلام ۲۵۰، ۸۱“ پر صاف لکھ دیا ہے کہ پچاس صحابہ کرام ؓ صرف رفع یدین عند الافتتاح (یعنی نماز کی شروع میں رفع کرنے) کو نقل فرماتے ہیں۔ (نور الصباح ۱۹ مقدمہ طبع دوم)

### ﴿چودہ سو صحابہ کرام ؓ والی روایت﴾

سوال : غیر مقلدین کہتے ہیں کہ مجمع الزوائد میں چودہ سو صحابہ کرام ؓ کی روایت ہے جس سے رکوع کی رفع ثابت ہوتی ہے، کیا یہ درست ہے؟  
جواب : یہ روایت بھی منکھوت اور انتہائی ضعیف ہے، کیونکہ اس کے بعض راوی جھوٹے ہیں۔ (۱) علامہ بیہقی رحمہ اللہ نے مجمع الزوائد میں جہاں یہ حدیث نقل فرمائی ہے، ساتھ ہی نیچے اس کے ایک راوی حجاج بن ارطاة پر جرح بھی کی ہے، لیکن غیر مقلدین روایت کو نقل کرتے ہیں اور یہ جرح نقل

نہیں کرتے جو کہ بڑی خیانت ہے۔

(۲) اس روایت کی سند میں ایک راوی نصر بن باب الخراسانی ہے جس پر شدید جرح موجود ہے۔ ذیل میں ملاحظہ ہو.....

(۱) ابو حنیفہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں: کہ نصر بن باب کذاب ہے (یعنی بہت بڑا جھوٹا ہے)

(۲) امام یحییٰ بن معین رحمہ اللہ فرماتے ہیں: کذاب خبیث عدو اللہ (یعنی بہت بڑا جھوٹا، خبیث اور اللہ تعالیٰ کا دشمن ہے)

(۳) امام ابو زرہ، امام ابو داؤد اور امام نسائی رحمہم اللہ سب اس کو ضعیف قرار دیتے ہیں۔ (تاریخ بغداد ۱۳/۲۷۹، ۲۸۰، بحوالہ نور الصباح)

### ﴿دس نیکیوں والی روایت کا جواب﴾

سوال : حضرت عقبہ بن عامر ؓ فرماتے ہیں: ”فَنَزَعُ يَدَيْهِ فِي الصَّلَاةِ لَمْ يَكُنْ إِفْرَادَ عَشْرٍ حَسَنَاتٍ“ کہ جس شخص نے نماز میں رفع الیدین کی اس کو ہر اشارہ کے بدلے دس نیکیاں ملیں گی۔

جواب : (۱) اس روایت میں رکوع کا ذکر نہیں، لہذا ابدوں دلیل رکوع کی رفع مراد لینا درست نہیں۔

(۲) حافظ ابن حجر اور علامہ شوکانی غیر مقلد کی تحریرات سے معلوم ہوتا ہے کہ اس حدیث کا تعلق شروع نماز کی رفع سے ہے اور بس۔ (دیکھئے فتح الباری)

قارئین کرام! بدوں دلیل ان کی طرف رکوع کی رفع کی نسبت کرنا کتنا بڑا دھوکہ ہے۔ ان بیچارے غیر مقلدین کی عادت ہے کہ جہاں رفع کا لفظ نظر آگیا بس چلا اٹھتے ہیں کہ رکوع کی رفع ثابت ہوگئی۔ حالانکہ اس رفع کا تعلق رکوع سے نہیں ہوتا۔

برادران محترم! اگر کسی کو علامہ شوکانی کی بات پر یقین نہیں تو وہ عشرہ مبشرہ میں سے ہر ایک سے سند صحیح کے ساتھ رکوع اور تیسری رکعت کی رفع کی تصریح دکھا دے۔ دیدہ باید

حضرت امام اعظم ابو حنیفہ اور ابن مبارک رحمہ اللہ کا مکالمہ  
سوال: بعض کتابوں میں لکھا ہے کہ عبد اللہ بن مبارک نے امام اعظم ابو حنیفہ رحمہ اللہ کے قریب نماز پڑھی اور رکوع میں جاتے اور اٹھتے ہوئے رفع الیدین کیا، تو امام صاحب نے فرمایا کہ آپ کہیں اڑ نہ جائیں، اس پر ابن مبارک رحمہ اللہ نے کہا کہ جب میں پہلی مرتبہ رفع سے نہیں اڑا، تو بعد میں کیونکر اڑتا۔ اس پر امام صاحب رحمہ اللہ خاموش ہو گئے۔

جواب: (۱) امام بخاری رحمہ اللہ نے "جُزْءُ رَفْعِ الْيَدَيْنِ" میں اسکو بغیر سند کے نقل فرمایا ہے لہذا یہ قابل حجت نہیں۔

(۲) بیہقی میں اس کی سند موجود ہے لیکن علامہ مارونی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: اس کی سند میں ایک جماعت ہے جو مجہول ہے اور اس کی توثیق کا کوئی اتنا پانہ نہیں (المجہر ۸۲/۲)

(۳) اس کی سند میں ایک راوی شرح بن ہامان ہے جس کے بارے میں ابن حبان لکھتے ہیں کہ شرح، حضرت عقبہ سے منکر اور ضعیف روایتیں نقل کرتا ہے، دوسرا کوئی راوی اس کی موافقت نہیں کرتا پس صحیح اور درست بات یہی ہے کہ جس روایت کے بیان کرنے میں شرح اکیلا ہو اس کو چھوڑ دیا جائے (تہذیب احادیث ۱۲۵/۵)

یاد رکھیے! اس روایت میں شرح اکیلا ہے، لہذا قبول نہ ہوگی۔  
(۴) اس کی سند میں ایک راوی ابن ابیہ ہے، جس کو امیر میانی، قاضی شوکانی، عبد الرحمن مبارک پوری وغیرہ غیر مقلدین نے خود ہی ضعیف لکھا ہے۔  
(۵) یہ ایک صحابی کا قول ہے۔ کیا تمہارے نزدیک صحابی کے قول سے نیکیاں ثابت ہوتی ہیں؟

### ﴿عشرہ مبشرہ﴾ والی روایت کا جواب

سوال: غیر مقلدین بہت زور و شور سے کہتے پھرتے ہیں کہ عشرہ مبشرہ بھی رکوع کی رفع نقل کرتے ہیں اسکی کیا حقیقت ہے؟

جواب: یہ بھی خالص جھوٹ ہے، چچے قاضی شوکانی غیر مقلد کی عبارت گزر چکی ہے، وہ فرماتے ہیں کہ پچاس صحابہ کرام عشرہ مبشرہ سمیت، سے جو رفع منقول ہے وہ ابتداء نماز کی رفع ہے۔



(۳) امام نووی اور علامہ ابن حجر رحمہ اللہ نے لکھا ہے کہ ترک رفع کے قائلین امام ابو حنیفہ اور آپ کے اصحاب ہیں (نووی ۱/۱۶۸، بھی بالآثار ۳/۲۳) اور یہ بات سب کو معلوم ہے کہ ابن مبارک، امام صاحب کے اصحاب اور شاگردوں میں سے ہیں۔

﴿حضرت شاہ اسماعیل شہید رحمہ اللہ کا رجوع﴾

سوال : سنا ہے کہ شاہ اسماعیل شہید رحمہ اللہ بہت بڑے خفی عالم تھے پھر بھی رفع یدین کرتے تھے اور اس پر ایک کتاب بھی لکھی ہے؟

جواب : بالکل صحیح ہے شاہ صاحب رحمہ اللہ نے ابتداء میں رفع یدین پر ایک رسالہ بنام ”توسیر العینین“ لکھا تھا اور خود بھی اسے رائج جان کر عمل کرتے تھے مگر آخری عمر میں رفع یدین چھوڑ دیا تھا۔ چنانچہ مولانا حافظ حکیم عبدالشکور صاحب فرماتے ہیں کہ: ”یتامہ اصل کتاب عربی کتاب انکی نہیں، میرا یہ خیال کسی گننام روایت والی حکایت پر نہیں بلکہ مولانا کرامت علی کی یمنی شہادت پر ہے۔ وہ نہایت یقین کے ساتھ ”ذخیرہ کرامت ص ۲۲۳ ج ۲“ میں مولوی مخلص الرحمن کے پانچویں سوال کے جواب میں فرماتے ہیں کہ تنویر العینین جو کتاب ہے سو اس میں مولانا محمد اسماعیل مرحوم کے لکھے ہوئے چند ورق رفع یدین کی ترجیح میں ہیں، اور بعد اس کے مولانا مرحوم نے اپنے مرشد حضرت سید احمد قدس سرہ کے سمجھانے سے اپنے قول سے رجوع کیا۔“ یعنی رفع یدین کرنے کو چھوڑ دیا اور لامذہب لوگوں نے تنویر العینین میں اپنی طرف

سے بہت سی باتیں زیادہ کر کے لکھیں، اور حضرت سید صاحب کے خلفاء کا عمل تنویر العینین پر نہیں تھا بلکہ ان لوگوں نے اسکا رد لکھا ہے۔ (التحقیق الجدید علی تعنیف الشہید ۱۵۰۱۶ بحوالہ نور الصباح)

☆☆☆☆

## ﴿ناقلین نسخ رفع الیدین عند الرکوع﴾

(۱) محدث کبیر، نقاد عظیم، امام طحاوی رحمہ اللہ

قَالَ الْإِمَامُ الْحَافِظُ الْحُجَّةُ الْمُتَّقِنُ الطَّحَاوِيُّ رَحِمَهُ اللَّهُ قَعْتُ حَدِيثَ عَلِيٍّ وَابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا: "إِنَّ عَلِيًّا لَمْ يَكُنْ يَرَى النَّبِيَّ ﷺ يَرْفَعُ ثُمَّ يَتْرُكُ هُوَ الرَّفْعُ بَعْدَهُ إِلَّا وَقَدْ ثَبَتَ عِنْدَهُ نَسْخُ الرَّفْعِ فَحَدِيثُ عَلِيٍّ إِذَا صَحَّ فِيهِ أَكْبَرُ الْحُجَّةِ لِقَوْلِ مَنْ لَا يَرَى الرَّفْعَ.

... عَنْ مُجَاهِدٍ قَالَ صَلَّيْتُ خَلْفَ ابْنِ عُمَرَ فَلَمْ يَكُنْ يَرْفَعُ يَدَيْهِ إِلَّا فِي التَّكْبَةِ الْأُولَى مِنَ الصَّلَاةِ فَهَذَا ابْنُ عُمَرَ قَدْ رَأَى النَّبِيَّ ﷺ يَرْفَعُ ثُمَّ تَرَكَ هُوَ الرَّفْعَ بَعْدَ النَّبِيِّ ﷺ فَلَا يَكُونُ ذَلِكَ إِلَّا وَقَدْ ثَبَتَ عِنْدَهُ نَسْخُ مَا قَدْ رَأَى النَّبِيَّ ﷺ فَعَلَهُ وَقَامَتِ الْحُجَّةُ عَلَيْهِ بِذَلِكَ (شرح معاني الآثار ۱/۱۶۳)

”امام طحاوی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ بے شک حضرت علیؑ ہمیشہ نبی کریم ﷺ کو رفع یدین کرتے دیکھتے رہے ہیں، پھر وہ اس رفع کو رسول اللہ ﷺ کے بعد چھوڑ دیتے ہیں تو اس کی وجہ سوائے اس کے اور کچھ نہیں کہ ان کے نزدیک اس رفع کا نسخ ثابت ہو چکا تھا۔ سو جب حضرت علیؑ کی حدیث صحیح ہو گئی تو اس میں ان لوگوں کے لئے بہت بڑی حجت مل گئی جو رفع یدین کے

قابل نہیں۔

حضرت مجاہد رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ میں نے ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے پیچھے نماز پڑھی تو وہ نماز میں سوائے تکبیر اول کے، رفع یدین نہیں کرتے تھے۔

امام طحاوی رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ یہ وہ ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما ہیں جنہوں نے آپ ﷺ کی رفع یدین دیکھی، پھر خود انہوں نے اس رفع کو آپ ﷺ کے بعد ترک کیا تو اس کا سبب یہی ہے کہ ان کے نزدیک اس رفع کا نسخ ثابت ہو چکا تھا۔“

(۲) محدث عظیم، فقیہ وقت، شارح بخاری حضرت علامہ بدر

الدین عینی رحمہ اللہ تعالیٰ

قَالَ الْإِمَامُ الْحَافِظُ الْعَلَامَةُ بَدْرُ الدِّينِ الْعَيْنِيُّ رَحِمَهُ اللَّهُ: وَالَّذِي يُخْتَجُّ بِهِ الْخَضَمُ مِنَ الرَّفْعِ مَحْمُولٌ عَلَى أَنَّهُ كَانَ فِي ابْتِدَاءِ الْإِسْلَامِ ثُمَّ نُسَخَ وَالْكَذِبُ عَلَيْهِ أَنَّ عَبْدَ اللَّهِ بْنَ الزُّبَيْرِ رَأَى رَجُلًا يَرْفَعُ يَدَيْهِ فِي الصَّلَاةِ عِنْدَ الرُّكُوعِ وَعِنْدَ رَفْعِ رَأْسِهِ مِنَ الرُّكُوعِ فَقَالَ لَهُ: لَا تَفْعَلْ، فَإِنَّ هَذَا شَيْءٌ فَعَلَهُ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ ثُمَّ تَرَكَهُ، وَيُؤَيِّدُ النَّسْخَ مَا رَوَاهُ الطَّحَاوِيُّ بِإِسْنَادٍ صَحِيحٍ. (عمدة القاری ۴/۳۸۰)

علامہ بدر الدین عینی رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ فریق مخالف رفع کی جن روایات سے استدلال کرتے ہیں وہ اس بات پر محمول ہیں کہ یہ عمل ابتداء

اسلام کے زمانے کا تھا جو بعد میں منسوخ ہو گیا تھا۔ اس پر دلیل حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہما کا یہ واقعہ ہے کہ انہوں نے ایک شخص کو نماز میں رکوع کرتے اور رکوع سے سر اٹھاتے وقت رفع یدین کرتے دیکھا تو اس سے فرمایا کہ آپ ایسا نہ کریں کیونکہ یہ تو وہ عمل ہے جس کو اگرچہ آپ ﷺ ایک وقت تک کرتے رہے تھا مگر پھر اس کو ترک کر دیا تھا۔ اور اس نسخ کی تائید امام بخاری رحمہ اللہ کی صحیح سند کے ساتھ پیش کردہ روایت بھی کرتی ہے۔

(۳) فقیہ کبیر، محدث عظیم، شارح مشکوٰۃ حضرت علامہ علی بن سلطان المعروف ”ملا علی قاری“ رحمہ اللہ تعالیٰ

قَالَ الْإِمَامُ الْحَافِظُ النَّافِذُ الْمَسْلُوعِيُّ الْقَارِيَّ رَحِمَهُ اللَّهُ تَعَالَى: "وَرَوَى عَنْ عَاصِمِ بْنِ كُلَيْبٍ أَنَّ عَلِيًّا رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ كَانَ يَرْفَعُ يَدَيْهِ فِي أَوَّلِ تَكْبِيرَةِ الصَّلَاةِ، ثُمَّ لَا يَرْفَعُ يَدَيْهِ وَلَا يَفْعَلُ عَلَى بَعْدِ النَّبِيِّ ﷺ خِلَافَهُ إِلَّا بَعْدَ قِيَامِ الْحُجَّةِ عِنْدَهُ عَلَى النَّسَخِ مَا كَانَ النَّبِيُّ ﷺ عَلَيْهِ، وَقِيلَ لِأَبِي رَاهِمٍ أَيْ النَّحْبَعِيِّ عَنْ حَدِيثٍ وَابِلٍ أَنَّهُ رَأَى النَّبِيَّ ﷺ يَرْفَعُ يَدَيْهِ إِذَا رَكَعَ وَإِذَا رَفَعَ مِنَ الرُّكُوعِ، فَقَالَ: إِنْ كَانَ الْوَابِلُ رَأَى مَرَّةً يَفْعَلُ ذَلِكَ، فَقَدْ رَأَى عَبْدَ اللَّهِ أَيْ ابْنَ مَسْعُودٍ عَشْرِينَ مَرَّةً لَا يَفْعَلُ ذَلِكَ. وَقَدْ رَوَى عَنْ مُجَاهِدٍ أَنَّهُ قَالَ: صَلَّيْتُ خَلْفَ ابْنِ عُمَرَ، فَلَمْ يَكُنْ يَرْفَعُ يَدَيْهِ إِلَّا فِي التَّكْبِيرَةِ الْأُولَى، وَظَاهِرُهُ أَنَّهُ لَمْ يَتْرَكْ بَعْدَ النَّبِيِّ ﷺ مَا كَانَ قَدْ يَفْعَلُهُ إِلَّا لِمَا يُوجِبُ لَهُ ذَلِكَ مِنْ نَسَخٍ، وَقَدْ رَوَى: (مروقات المصاحح ۷۹۶/۲)

حضرت علامہ ملا علی قاری رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں: ”حضرت عاصم بن

کلیب رحمہ اللہ تعالیٰ سے مروی ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نماز کی تکبیر اول کے وقت رفع یدین کرتے تھے پھر اس کے بعد نہیں کرتے تھے اور حضرت علی رضی اللہ عنہ نے جو آپ ﷺ کے بعد اس رفع کا خلاف کیا تو اس کی وجہ صرف یہ تھی کہ ان کے نزدیک آپ ﷺ کے سابقہ طریقہ کے منسوخ ہونے کی دلیل قائم ہو چکی تھی اور کسی نے ابراہیم نخعی رحمہ اللہ تعالیٰ کے سامنے حضرت وائل بن حجر رضی اللہ عنہ کی روایت بیان کی کہ انہوں نے رسول اللہ ﷺ کو رکوع کرتے اور اٹھتے وقت رفع یدین کرتے دیکھا، تو انہوں نے فرمایا کہ اگر وائل رضی اللہ عنہ نے آپ ﷺ کو ایک مرتبہ یہ عمل کرتے دیکھا تھا تو بے شک عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے پچاس مرتبہ دیکھا کہ آپ ﷺ نے یہ (رفع کا) عمل نہیں کرتے تھے۔ اور حضرت مجاہد رحمہ اللہ تعالیٰ سے مروی ہے کہ انہوں نے عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما جب کے پیچھے نماز پڑھی تو انہوں نے فقط پہلی تکبیر کے وقت رفع یدین کیا اور بس، اور اس سے بھی یہی امر ظاہر ہے کہ انہوں نے رفع کے منسوخ ہونے کی وجہ سے ہی اسے چھوڑا ہے اور یہ منقول بھی ہے۔“

(۴) محدث العصر، فقیہ الامت حضرت علامہ خلیل احمد

سہارنپوری رحمہ اللہ تعالیٰ:

قَالَ الْعَلَامَةُ خَلِيلُ أَحْمَدَ السَّيَّارُ نَفَرِيَّ رَحِمَهُ اللَّهُ تَعَالَى: "ثُمَّ نَقُولُ إِنَّ خَاتِمَةَ الْبَحْثِ فِي هَذِهِ الْمَسْأَلَةِ أَنَّ رَفْعَ الْيَدَيْنِ فِي الْإِنْتِقَالَاتِ بَعْدَ الرَّفْعِ عِنْدَ التَّحْرِيمَةِ ثَبَتَ عَنْ رَسُولِ اللَّهِ ﷺ فِي غَيْرِ حَدِيثٍ وَصَحَّ عَنْهُ ثُمَّ تَرَكَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ وَلَمْ



يَفْعَلُهُ ثُمَّ لَمَّا لَمْ يَنْتَبِهْ لَهُ الصَّحَابَةُ وَفَعَلَهُ بَعْضُهُمْ فَلَمَّا رَأَوْهُمُ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ فِي الصَّلَاةِ يَزْفَعُونَ أَيْدِيَهُمْ نَسْخَهَا وَنَهَى عَنْهَا وَبَذَلَ عَلَى ذَلِكَ حَدِيثُ نَعِيمِ بْنِ طَرْفَةَ عَنْ جَابِرِ بْنِ سَمُرَةَ الَّذِي أَخْرَجَهُ مُسْلِمٌ وَقَدْ تَقَدَّمَ سِيقُهُ وَالْبَحْثُ فِيهِ وَالَّذِي قَالُوا فِي جَوَابِهِ أَنَّهُ مَحْمُولٌ عَلَى الْإِشَارَةِ فِي السَّلَامِ فَهُوَ لَفْظٌ وَبَاطِلٌ كَمَا تَقَدَّمَ مُفَصَّلًا

“(بذل المجهود ۲/۱۰)

علامہ خلیل احمد سہارنپوری رحمہ اللہ فرماتے ہیں: ”پھر ہم اس مسئلہ میں خلافتِ بحث کے طور پر یہ کہتے ہیں کہ بے شک آپ ﷺ سے تکبیر اول کی رفع کے بعد دوسرے انتقال کی رفع کی صحیح احادیث سے ثابت ہے (اسی طرح یہ بھی کئی احادیث صحیحہ سے ثابت ہے کہ) پھر آپ ﷺ نے اس کو ترک فرمایا اور (دوبارہ) اس عمل کو نہیں کیا۔ پھر جب بعض ایسے صحابہ کرام ﷺ جو کسی وجہ سے اس سے لاعلم رہ گئے تھے اور اسی بناء پر رفع یدین کیا کرتے تھے، تو جب آپ ﷺ نے ان کو نماز میں رفع یدین کرتے دیکھا تو ان کو منع فرمایا اور وہاں اس بات پر دلیل حضرت تمیم بن طرّفہ کی روایت ہے حضرت جابر بن سرہ ﷺ سے جس کو امام مسلم رحمہ اللہ نے اپنی صحیح میں نقل فرمایا ہے اور جس پر تفصیلی بحث پہلے گذر چکی ہے اور جو لوگ اس حدیث کو سلام کے وقت اشارہ پر محمول کرتے ہیں تو یہ بات محض لغو اور باطل ہی ہے۔۔۔“

(۵) جامع المقبول والمعقول، راز وان شریعت، امام المجاہدین، شیخ الہند حضرت مولانا محمود حسن دیوبندی رحمہ اللہ بھی رفع الیدین کے نسخ کے ناقلین میں شامل ہیں (تفصیل کے لئے دیکھئے ”ایضاح الاول“)

## ﴿اشتہار﴾

### ☆☆ رفع الیدین کا عمل منسوخ ہے ☆☆

تکبیرہ تحریمہ کے ساتھ رفع الیدین پر اجماع ہے اس کے سوا سب جگہ منسوخ ہے۔

نسخ کی دلیل نمبر ۱: یہ مسلم اور متفق علیہا حقیقت ہے کہ ابتداء میں رفع الیدین کا عمل کثیر تھا یہاں تک کہ سجدہ کو جاتے اور اٹھتے وقت (عن مالک ابن الحویرث ﷺ: أَنَّهُ رَأَى النَّبِيَّ ﷺ رَفَعَ يَدَيْهِ فِي صَلَاتِهِ وَإِذَا رَفَعَ وَإِذَا رَفَعَ رَأْسَهُ مِنَ الرُّكُوعِ وَإِذَا سَجَدَ وَإِذَا رَفَعَ رَأْسَهُ مِنَ السُّجُودِ حَتَّى يُخَازِي بِهَا فُرُوعَ أَذُنَيْهِ. (النسائی ص ۱۶۵) دونوں سجدوں سے اٹھتے وقت (عن علی بن ابی طالب ﷺ قَالَ: كَانَ النَّبِيُّ ﷺ إِذَا قَامَ إِلَى الصَّلَاةِ الْمَكْتُوبَةِ كَبَّرَ وَرَفَعَ يَدَيْهِ حَتَّى تَكُونَا حَذْوِ مَنْكِبَيْهِ وَإِذَا أَرَادَ أَنْ يُزَكِّيَ فَعَلَ مِثْلَ ذَلِكَ وَإِذَا رَفَعَ رَأْسَهُ مِنَ الرُّكُوعِ فَعَلَ مِثْلَ ذَلِكَ وَإِذَا قَامَ مِنَ السُّجُودِ فَعَلَ مِثْلَ ذَلِكَ. ابن ماجہ ص ۶۲) اور ہر تکبیر کے ساتھ (عن عبد اللہ بن عبید بن غنیم

حمیدی ۲۷۷، مسند ابی حاتم ۴۲۴ (۱)

ترجمہ: حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے فرمایا: میں نے رسول اللہ ﷺ کو دیکھا کہ جب آپ نماز شروع کرتے تو دونوں ہاتھ کندھوں تک اٹھاتے اور جب رکوع کرتے اور رکوع سے سر اٹھاتے تو رفع الیدین نہ کرتے اور نہ سجدوں کے درمیان کرتے۔

نوٹ: اس حدیث کے تمام راوی صحیحین کے اور ثقہ ہیں۔

(۲) حدیث عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ: عَنْ عَلْقَمَةَ قَالَ قَالَ عَبْدُ اللَّهِ بْنُ مَسْعُودٍ: أَلَا أُصَلِّي بِكُمْ صَلَاةَ رَسُولِ اللَّهِ ﷺ فَصَلَّى فَلَمْ يَرْفَعْ يَدَيْهِ إِلَّا فِي أَوَّلِ مَرَّةٍ (جامع الترمذی ۵۹۸)

ترجمہ: علقمہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے فرمایا: کیوں نہ میں تمہیں رسول اللہ ﷺ کی نماز پڑھا دوں؟ (علقمہ فرماتے ہیں کہ) پھر انہوں نے نماز پڑھی اور اپنے ہاتھ صرف پہلی بار ہی اٹھائے۔

نوٹ: امام ترمذی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: "هذا حديث حسن" اور ابوجہر النخعی میں ہے کہ: وَالْحَاصِلُ أَنَّ رِجَالَ هَذَا الْحَدِيثِ غَلَى شَرْطُ مُسْلِمٍ يَعْنِي أَنَّ حَدِيثَ كِي سَنَدِ مَامِ مُسْلِمٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ كِي شَرْطُ كِي مُوَافِقٌ هِيَ (ابوجہر النخعی علی حاشیہ المبیع ۲/۷۸)

تنبیہ: ذخیرہ احادیث میں کہیں بھی اس کی صراحت نہیں کہ رفع کی مقدار پہلے کم تھی پھر اس میں اضافہ ہوا، ورنہ دلیل سے ثابت کیا جائے

عَنْ أَبِيهِ عَنْ جَدِّهِ عُمَيْرِ بْنِ حَبِيبٍ قَالَ: كَانَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ يَرْفَعُ يَدَيْهِ مَعَ كُلِّ تَكْبِيرَةٍ فِي الصَّلَاةِ الْمَكْتُوبَةِ. (ابن ماجہ ص ۶۲) رفع الیدین کا عمل ہوتا تھا۔ پھر کثرت سے قلت کی طرف نسخ ہوتا رہا جیسا کہ صحیح مسلم ۱۸۱/۱ کی روایات میں صراحۃً سلام کے وقت رفع الیدین کا نسخ مذکور ہے (عن جابر بن سمرة رضی اللہ عنہ) قَالَ: كُنَّا إِذَا صَلَّيْنَا مَعَ رَسُولِ اللَّهِ ﷺ قُلْنَا السَّلَامَ عَلَيْكُمْ وَرَحْمَةُ اللَّهِ وَبَرَكَاتُهُ يَرْفَعُ يَدَيْهِ إِلَى الْجَانِبَيْنِ فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ غَلَامٌ تَوَمَّنَ بِأَيْدِيكُمْ كَأَنَّهَا أَذْنَابُ خَيْلٍ شَمْسٍ إِنَّمَا يَكْفِي أَحَدَكُمْ أَنْ يَضَعَ يَدَهُ عَلَى فُجْجِهِ ثُمَّ يَسْلِمُ عَلَى أَخِيهِ مِنْ عَلَى يَمِينِهِ وَشِمَالِهِ (صحیح مسلم ۱۸۱/۱)۔ نیز خود غیر مقلدین بھی تین چار جگہوں کے سوا، رفع کو منسوخ سمجھ کر نہیں کرتے۔ لہذا جن روایات میں سب سے کم مقدار آئی ہے وہ زیادہ مقدار کے لئے ناسخ ہوگی۔ چونکہ احادیث صحیحہ میں سب سے کم مقدار صرف ایک مرتبہ رفع کی آئی ہے لہذا یہ ان احادیث کے لئے ناسخ ہوگی جن میں ایک سے زائد رفع کا ذکر ہے، صرف ایک مرتبہ رفع والی روایات میں سے بغرض اختصار صرف دو حدیثوں پر اکتفاء کیا جاتا ہے۔

(۱) حدیث ابن عمر رضی اللہ عنہما: عَنْ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ إِذَا انْتَهَى الصَّلَاةَ وَقَعَ يَدَيْهِ خَلَا مَكْبِهِ وَإِذَا أَرَادَ أَنْ يُرْكَعَ وَبَعْدَ مَا يَرْفَعُ رَأْسَهُ مِنَ الرُّكُوعِ فَلَا يَرْفَعُ وَلَا يَمْسُ الشَّجَرَتَيْنِ (مسند



جیسے ہم نے صحیح مسلم کی روایت اور خصم کے عمل سے ثابت کیا ہے۔

**نسخ کی دلیل نمبر ۲:** امام ترمذی، امام نسائی، امام ابوداؤد اور امام طحاوی وغیرہ جیسے عظیم اور مسلم و متفق علیہم محدثین رحمہم اللہ علیہ کے نزدیک رفع الیدین منسوخ ہے۔ ان حضرات نے ابواب قائم کر کے پہلے رفع الیدین کی حدیثیں ذکر فرمائی ہیں اور بعد میں ترک رفع کی۔ اور محدثین کا ضابطہ یہ ہے کہ وہ منسوخ روایات کو پہلے اور ناخ کو بعد میں ذکر کرتے ہیں۔ دیکھئے امام نووی رحمہ اللہ علیہ شارح صحیح مسلم فرماتے ہیں: **ذَكَرَ مُسْلِمٌ فِي هَذَا الْبَابِ الْأَحَادِيثَ الْوَارِدَةَ بِالْوُضوءِ مِمَّا مَسَّتِ النَّارُ ثُمَّ غَفَبَهَا بِالْأَحَادِيثِ الْوَارِدَةَ بِتَرْكِ الْوُضوءِ مِمَّا مَسَّتِ النَّارُ فَكَانَتْ يُشِيرُ إِلَى أَنَّ الْوُضوءَ مَنْسُوخٌ وَبِهِ عَادَةُ مُسْلِمٍ وَغَيْرِهِ مِنْ أَئِمَّةِ الْحَدِيثِ يَذْكُرُونَ الْأَحَادِيثَ الَّتِي يَرَوْنَهَا مَنْسُوخَةً ثُمَّ يَعْقِبُونَهَا بِالنَّاسِخِ** (النووی شرح صحیح مسلم ۱/۵۶۸) یعنی یہاں امام مسلم رحمہ اللہ علیہ نے ان احادیث کو ذکر فرمایا ہے کہ جن میں آگ پر پکی ہوئی چیز کھانے کے بعد وضوء کا حکم ہے پھر ان کے پیچھے ان روایات کو لائے ہیں جن میں ترک وضوء کا بیان ہے، گویا وہ اپنے عمل سے اشارہ فرما رہے ہیں کہ وضوء والی روایات منسوخ ہیں۔ اور یہ امام مسلم اور ان کے علاوہ دوسرے محدثین رحمہم اللہ علیہ کی عادت ہے کہ پہلے ان احادیث کو ذکر کرتے ہیں جو ان کی نظر میں منسوخ ہیں پھر ناخ روایات کو ان کے بعد ذکر کرتے ہیں۔

الحاصل: اس ضابطہ کے پیش نظر، یہ کہنا بالکل بجا اور حق ہے کہ ان

کا صنیع اور انداز تحریر بتا رہا ہے کہ ان کے نزدیک رفع منسوخ ہے۔

امام ترمذی رحمہ اللہ علیہ نے ۵۹۱/۱ پر **"بَابُ رَفْعِ الْيَدَيْنِ عَنِ الرُّكُوعِ"** قائم کر کے پہلے رفع کی حدیثوں کو اور بعد میں ترک رفع کی حدیث کو ذکر فرمایا ہے۔ امام نسائی رحمہ اللہ علیہ نے ص ۱۵۸ پر **"بَابُ رَفْعِ الْيَدَيْنِ عَنِ الرُّكُوعِ حَذْوِ الْمُنْكَبِينَ"** قائم کر کے بعد میں **"وَتَرْكُ ذَلِكَ"** کا عنوان قائم کر کے رفع کی حدیث کے بعد ترک رفع کی حدیث کو ذکر فرمایا ہے۔ اسی طرح ص ۱۶۱ پر **"بَابُ رَفْعِ الْيَدَيْنِ عَنِ الرُّفْعِ مِنَ الرُّكُوعِ"** و **"بَابُ رَفْعِ الْيَدَيْنِ حَذْوِ الْقُرُوعِ الْأَذْنَيْنِ عَنِ الرُّفْعِ مِنَ الرُّكُوعِ"** و **"بَابُ رَفْعِ الْيَدَيْنِ حَذْوِ الْمُنْكَبِينَ عَنِ الرُّفْعِ مِنَ الرُّكُوعِ"** قائم کر کے رفع کی حدیثیں ذکر فرمائی ہیں، پھر ان ابواب کے بعد **"الرُّفْعُ خُصَّةٌ فِي تَرْكِ ذَلِكَ"** کا عنوان قائم کر کے ترک رفع کی حدیث کو ذکر فرمایا ہے۔ امام ابوداؤد رحمہ اللہ علیہ نے ۱۰۴۱ پر **"بَابُ رَفْعِ الْيَدَيْنِ"** قائم کر کے احادیث رفع کا بیان فرمایا ہے اور ص ۱۰۹ پر **"بَابُ مَنْ لَمْ يَذْكُرِ الرُّفْعَ عَنِ الرُّكُوعِ"** قائم کر کے ترک رفع کی حدیث کو ذکر فرمایا ہے۔ امام طحاوی رحمہ اللہ علیہ نے ۱۶۱/۱ پر **"بَابُ التَّكْبِيرِ لِلرُّكُوعِ وَالتَّكْبِيرِ لِلسُّجُودِ وَالرُّفْعِ مِنَ الرُّكُوعِ هَلْ مَعَ ذَلِكَ رَفْعٌ أَمْ لَا"** قائم کر کے شروع میں رفع الیدین کی احادیث ذکر فرما کر آخر میں ترک رفع کی احادیث کے ساتھ ساتھ احادیث رفع کا جواب بھی دیا ہے۔



## ﴿ کچھ سوالات مجاہدہ ﴾

سوال نمبر ۱: طاؤس رحمہ اللہ نے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کا عمل حدیث رفع کے مطابق نقل فرمایا ہے لہذا ان کے نزدیک رفع کی متعین ہوگی۔

جواب: ہم مانتے ہیں کہ ابتداء میں ان کا عمل حدیث رفع کے مطابق تھا لیکن جب نسخ ثابت ہوا تو ان کا عمل مسند حمیدی کی حدیث ترک رفع کے مطابق ہوتا رہا، جیسا کہ آپ ﷺ سے حضرت مجاہد رحمہ اللہ نے نقل فرمایا ہے۔ دیکھئے امام طحاوی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: "عَنْ مُجَاهِدٍ قَالَ صَلَّيْتُ خَلْفَ ابْنِ عُمَرَ فَلَمْ يَكُنْ يَرْفَعُ يَدَيْهِ إِلَّا فِي التَّكْبِيرَةِ الْأُولَى مِنَ الصَّلَاةِ" "فَهَذَا ابْنُ عُمَرَ قَدْ رَأَى النَّبِيَّ ﷺ يَرْفَعُ ثُمَّ قَدْ تَرَكَ هُوَ الرَّفْعَ بَعْدَ النَّبِيِّ ﷺ فَلَا يَكُونُ ذَلِكَ إِلَّا وَقَدْ ثَبَتَ عِنْدَهُ نَسْخُ مَا قَدْ رَأَى النَّبِيَّ ﷺ فَعَلَهُ وَفَامَتِ الْحُجَّةُ عَلَيْهِ بِذَلِكَ" آگے فرماتے ہیں "فَبَانَ قَالَ فَإِنَّ طَاوُسًا قَدْ ذَكَرَ أَنَّهُ رَأَى ابْنَ عُمَرَ يَفْعَلُ مَا يُوَافِقُ مَا رَوَى عَنْهُ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ مِنْ ذَلِكَ قَبْلَ لَهُمْ فَقَدْ ذَكَرَ ذَلِكَ طَاوُسٌ وَقَدْ خَالَفَهُ مُجَاهِدٌ فَقَدْ يَجُوزُ أَنْ يَكُونَ ابْنُ عُمَرَ فَعَلَ مَا رَأَاهُ طَاوُسٌ يَفْعَلُهُ قَبْلَ أَنْ تَقُومَ الْحُجَّةُ بِنَسْخِهِ فَتَرْكُهُ وَفَعَلَ مَا ذَكَرَهُ عَنْهُ مُجَاهِدٌ" (الطحاوی ۱/۱۶۳)

ترجمہ: "اگر کوئی شخص یہ کہے کہ طاؤس رحمہ اللہ نے فرماتے ہیں کہ

انہوں نے ابن عمر رضی اللہ عنہما کو اپنی روایت (یعنی رفع الیدین) پر عمل کرتے ہوئے دیکھا تو اس کا جواب یہ ہے کہ واقعی طاؤس رحمہ اللہ نے اس کو ذکر کیا ہے لیکن مجاہد رحمہ اللہ نے اس کی مخالفت کی ہے لہذا ہو سکتا ہے کہ ابن عمر رضی اللہ عنہما نے طاؤس رحمہ اللہ کے بیان کے مطابق رفع الیدین اس وقت کیا جب ان کے پاس نسخ کی روایت نہیں پہنچی ہو، پھر جب نسخ کی روایت پہنچی تو انہوں نے رفع الیدین کو ترک کیا جیسے امام مجاہد رحمہ اللہ نے ان سے ترک رفع کے عمل کو نقل کیا ہے۔

سوال نمبر ۲: حضرت علی رضی اللہ عنہ کی حدیث رفع کا جواب کیا ہے؟

جواب: اس کے دو جواب ہیں۔ (۱) اس میں "وَإِذَا قَامَ مِنَ السُّجْدَتَيْنِ رَفَعَ يَدَيْهِ كَذَلِكَ وَكَبَّرَ" (طحاوی ۱/۱۶۲) کے الفاظ بھی ہیں (کہ دو سجدوں سے جب کھڑے ہوتے تھے تو رفع الیدین کرتے) حالانکہ ان پر خود غیر مقلدین کا بھی عمل نہیں، وہ ہر رکعت کے دو سجدوں کے بعد رفع یدین نہیں کرتے۔

(۲) حضرت علی رضی اللہ عنہ نے اس کے خلاف ترک رفع کا عمل کر کے بتا دیا کہ رفع کی حدیث منسوخ ہے۔ (طحاوی ۲/۱۶۳)

سوال نمبر ۳: حضرت وائل بن حجر رحمہ اللہ متاخر الاسلام صحابی ہیں اور یہ بھی رفع ہی نقل کرتے ہیں۔

جواب: اس کے دو جواب ہیں (۱) خود غیر مقلدین کا ان کی

حدیث موجود ہے جس میں رفع الیدین کا ذکر نہیں، لہذا اس کو حدیث رفع پر ترجیح ہوگی۔ پوری حدیث یوں ہے: "إِنَّ أَبَاهُ رَافِعَةً كَانَ يُكَبِّرُ فِي كُلِّ صَلَاةٍ مِّنَ الْمَكْتُوبَةِ وَغَيْرِهَا فِي رَمَضَانَ وَغَيْرِهِ فَيُكَبِّرُ حِينَ يَقُومُ ثُمَّ يُكَبِّرُ حِينَ يَرْكَعُ ثُمَّ يَقُولُ سَمِعَ اللَّهُ لِمَنْ حَمِدَهُ ثُمَّ يَقُولُ رَبَّنَا وَلَكَ الْحَمْدُ قَبْلَ أَنْ يُسْجُدَ ثُمَّ يَقُولُ اللَّهُ أَكْبَرُ حِينَ يَهْوِي سَاجِدًا ثُمَّ يُكَبِّرُ حِينَ يَرْفَعُ رَأْسَهُ مِنَ السُّجُودِ ثُمَّ يُكَبِّرُ حِينَ يَسْجُدُ ثُمَّ يُكَبِّرُ حِينَ يَرْفَعُ رَأْسَهُ مِنَ السُّجُودِ ثُمَّ يُكَبِّرُ حِينَ يَقُومُ مِنَ الْجُلُوسِ فِي الْاِثْنَيْنِ وَيَفْعَلُ ذَلِكَ فِي كُلِّ رَكْعَةٍ حَتَّى يَفْرُغَ مِنَ الصَّلَاةِ ثُمَّ يَقُولُ حِينَ يَنْصَرِفُ وَالَّذِي نَفْسِي بِيَدِهِ إِنِّي لَأَقْرُبُكُمْ شَيْئًا بِصَلَاةِ رَسُولِ اللَّهِ ﷺ إِنْ كَانَتْ هَذِهِ لِصَلَاتِهِ حَتَّى يَفَارِقَ الدُّنْيَا

اس طویل حدیث میں خط کشیدہ دو جملے انتہائی اہم ہیں۔

نمبر ۱: حضرت ابو ہریرہ ؓ نے قسم کھا کر کہا کہ اس ذات کی قسم جس کے قبضہ اور قدرت میں میری جان ہے میں تم سے زیادہ مشابہ ہوں رسول اللہ ﷺ کی نماز کے ساتھ، یعنی میری نماز آپ ﷺ کی نماز کے بہت زیادہ مشابہت رکھتی ہے۔

نمبر ۲: بیشک آپ ﷺ کی یہی ترک رفع والی نماز تھی یہاں تک کہ دنیا سے رخصت ہو گئے۔ یعنی آخر دم تک ترک رفع والی نماز پڑھتے رہے۔

حدیث پر عمل نہیں کیونکہ ان کی حدیث میں سجدے سے اٹھنے کے وقت بھی رفع کا ذکر ہے اور کانوں تک ہاتھ اٹھانے کا بھی ذکر ہے (سنن ابی داؤد ۱۰۵۰) لیکن ان دونوں باتوں پر ان کا عمل نہیں۔

(۲) یہ متاخر الاسلام صحابی رحمہ اللہ جب آخری بار خدمت اقدس میں حاضر ہوتے ہیں تو اس حاضری کے وقت صرف پہلی بار رفع کا ذکر فرماتے ہیں اور بس (دیکھئے سنن ابی داؤد ۱۰۵۰)

سوال نمبر ۴: حضرت ابو ہریرہ ؓ بھی متاخر الاسلام ہیں اور ناقل رفع ہیں۔

جواب: اس کے کئی جواب ہیں (۱) اس میں "حین یسجد" کے الفاظ بھی ہیں کہ سجدہ کے وقت بھی رفع کرتے تھے، حالانکہ غیر مقلدین اسے چھپاتے ہیں اور عمل نہیں کرتے۔

(۲) سنن ابی داؤد کی سند میں ایک راوی ابن جریج ہے جس نے نوے (۹۰) عورتوں سے متعہ کیا (میزان الاعتدال، تذکرۃ الحفاظ) دوسرا راوی یحییٰ بن ایوب ہے جو ضعیف ہے (رسائل ۲۰۳/۱) نیز طحاوی کی سند میں اسماعیل بن عیاش روایت کرتے ہیں صالح بن کیسان غیر شامی سے، اور ان کی روایت غیر شامیین سے حجت نہیں سمجھی جاتی عند الخصم، (طحاوی ۱۶۴/۱)۔

(۳) صحیح بخاری ۱۱۰/۱ پر صحیح سند سے حضرت ابو ہریرہ ؓ کی



تنبیہ نمبر ۱: کیا رفع والی نماز کے بارے میں ذخیرہ احادیث میں ایسا جملہ پایا جاتا ہے اگر ہے تو صحیح سند سے پیش کریں۔ "فَإِذَا لَمْ تَلْكُ صَلَوَتُهُ حَتَّى لَقِيَ اللَّهَ" منکھڑت جملہ پیش کرنے کی اجازت نہیں۔ ہماری طرح صحیح سند سے پیش کرنا ضروری ہے۔

تنبیہ نمبر ۲: بعض کہتے ہیں کہ اس میں جس طرح سند الرفع کو رفع کا ذکر نہیں اسی طرح عند التکبیر الاولیٰ کا بھی ذکر نہیں، پھر بھی ابتداء میں رفع کیا جاتا ہے یہ کیوں؟ جواب اس کا یہ ہے کہ ہم اجماع کو بھی حجت مانتے ہیں چونکہ اس رفع پر اجماع ہے اس وجہ سے ہم اس پر عمل کرتے ہیں۔ اور اس کے سوا پر اجماع نہیں لہذا اسے اس حدیث کی وجہ سے منسوخ مانتے ہیں۔ اعتراض تو غیر مقلدین پر وارد ہوتا ہے کہ اس صحیح اور آخری عمل کو کیوں قبول نہیں کرتے؟

سوال نمبر ۵: حضرت مالک بن حویرث رحمہ اللہ (جو متاخر الاسلام ہیں) بھی رفع کے ناقل ہیں۔

جواب: اس کے بھی کئی جواب ہیں (۱) امام نسائی رحمہ اللہ نے ۱۶۵ پر ان سے سجدے کی رفع الیدین بھی نقل فرمائی ہے جس پر خود غیر مقلدین کا عمل نہیں، تو اب ان کا آدمی حدیث کو ماننا اور آدمی کو چھوڑنا اَفْتَوْا مَنْوَنَ بَعْضُ الْكِتَابِ وَتَكْفُرُونَ بِبَعْضٍ کا مصداق ہے یا نہیں؟

(۲) اس کی ایک سند میں ابو قلابہ ہے جو نامی تھا اور اس کا شاگرد خالد ہے جس کا حافظہ صحیح نہیں رہا تھا، دوسری سند میں نصر بن عاصم ہے جو خارجی مذہب کا تھا۔ (رسائل ۲۰۵/۱)

(۳) ان کی حدیث میں "فَرُوعِ اِذْنِيهِ" کانوں کے بالائی حصہ تک ہاتھ اٹھانے کا ذکر بھی ہے (دیکھئے صحیح مسلم)، حالانکہ یہ ہمیشہ کندھوں تک اٹھاتے ہیں اور اس آخری حدیث پر عمل نہیں کرتے۔

سوال نمبر ۶: ابو حمید الساعدی رحمہ اللہ کی حدیث میں بھی رفع کا ذکر ہے۔ جواب: اس کے بھی کئی جواب ہیں (۱) ابو حمید الساعدی رحمہ اللہ کی صحیح روایت جو صحیح بخاری ۱۱۴۸ پر ہے اس میں صرف پہلی مرتبہ رفع کا ذکر ہے اور بس، لہذا ان کی صحیح روایت غیر مقلدین کے خلاف ہے۔

(۲) ابوداؤد اور طحاوی کی سند میں عبد الحمید بن جعفر ضعیف راوی ہے، طحاوی ۱۶۴۸ پر ہے "فَبَانَّهُمْ يَضْعَفُونَ عَبْدَ الْحَمِيدِ فَلَا يَقِيمُونَ بِهِ حُجَّةً" یعنی چونکہ محدثین عبد الحمید کو ضعیف قرار دیتے ہیں اس لئے اس سے دلیل نہیں پکڑتے۔

(۳) اس حدیث میں "فَقَالُوا جَمِيعًا صَدَقْتُ" کا جملہ ابو عاصم کے سوا دوسرا کوئی نقل نہیں کر رہا، طحاوی ۱۶۴۸ پر ہے "خَدِثْتُ أَبِي عَاصِمٍ عَنْ عَبْدِ الْحَمِيدِ هَذَا فَقِيهِ فَقَالُوا جَمِيعًا صَدَقْتُ" فَلَيْسَ يَقُولُ ذَلِكَ أَحَدٌ غَيْرُ أَبِي عَاصِمٍ



## ﴿سَوَالَات وَمَطَالِبَات﴾

غیر مقلدین سے درج ذیل سَوَالَات کے جوابات مطلوب ہیں۔

(۱) جس طرح ہم نے باحوالہ رفع الیدین کا نسخ ثابت کیا ہے، کیا اس طرح تم عبداللہ بن مسعودؓ وغیرہ کی ترک رفع کی احادیث کا نسخ ثابت کر سکتے ہو؟ اگر ہمت ہے تو کر کے دکھاؤ۔

(۲) موطاً امام مالک ص ۵۹ پر سلسلۃ الذہب سند سے صرف ابتداء اور بعد الرکوع رفع ثابت ہے رکوع سے قبل کا رفع نہیں، پوچھنا یہ ہے کہ آپ ﷺ کی نماز جو رکوع جاتے وقت کی رفع کے بغیر ہوئی ہے، صحیح ہوئی یا فاسد؟ ناقص ہوئی یا کامل؟

(۳) محدث ابن حزم رحمہ اللہ غانی نے ”محلی ۲۳۵۳“ پر حدیث ترک رفع کو بھی صحیح قرار دے کر فرمایا ہے کہ رفع الیدین نہ کرنے والے بھی آپ ﷺ کی نماز پڑھتے ہیں اور ”صَلُّوا كَمَا رَأَيْتُمُونِي أُصَلِّي“ پر عامل ہیں۔ غیر مقلدین یہ بتائیں کہ تمہارے اس جدا عظیم نے جو کچھ فرمایا ہے وہ صحیح ہے یا جھوٹ؟ اور احادیث ترک رفع پر عمل کرنے والوں کو خلاف سنت نماز پڑھنے والے کہنا جائز ہے یا نہیں؟ ابن حزم کی تصحیح پر اعتماد نہ کرنے کی وجہ کیا ہے؟ نیز جن محدثین کی تصحیح و تضعیف پر اعتماد کر کے ان کی تقلید میں احادیث

رسول ﷺ کو صحیح اور ضعیف کہنا فرض اور ضروری ہے اُن کے نام اور اُن کی تقلید کا فرض اور واجب ہونا آیات و احادیث صحیحہ سے ثابت کریں۔ قیاس کر کے شیطان بننے اور تقلید کر کے مشرک بننے کی اجازت نہیں۔

(۴) رکوع سے قبل و بعد رفع قصد آیا سہواً چھوڑنے سے نماز فاسد ہو جاتی ہے یا مکروہ؟ سجدہ سہو کرنا ضروری ہے یا دوبارہ پوری نماز کا اعادہ ضروری ہے؟ قصد و سہو کا فرق بھی واضح کریں۔

(۵) بعض غیر مقلدین رفع الیدین کو فرض، بعض سنت اور بعض مستحب کہتے ہیں، ان میں سے حدیث کے خلاف کونسا ٹولہ ہے؟ تنبیہ: ان پانچ سَوَالَات کے جوابات میں قیاس جیسے شیطانی عمل اور کسی کی تقلید کر کے شرک کے ارتکاب سے احتراز آپ کا فرض منہی ہے۔ نیز جواب سے سکوت کر کے گونگا شیطان بننے کی اجازت نہیں۔

از حضرت مولانا مفتی احمد ممتاز صاحب مدظلہ، ۶ صفر ۱۴۲۱ھ

(جامعہ خلفائے راشدین رحمہم اللہ، جامعہ مدنی کالونی گرینس ماری پور کراچی۔)



## ﴿اشتہار ”اظہار حق“ کا خلاصہ﴾

ہمارے اشتہار بنام ”رفع یدین کا عمل منسوخ ہے“ کا جناب نصیب شاہ غیر مقلد نے اشتہار بنام ”نماز میں رفع یدین کا عمل سنت متواتر ہے“ کے ذریعہ جواب دینے کی کوشش کی ہے۔ جناب غیر مقلد صاحب اپنی اس کوشش میں کتنا کامیاب ہوئے اس کا صحیح اندازہ تو اہل علم حضرات ہی لگا سکتے ہیں کہ جناب غیر مقلد صاحب نے کہاں کہاں حق چھپانے کی کوشش کی ہے، کتنا جھوٹ بولا ہے اور کتنے افتراء و بہتان کے تیر چلائے ہیں۔

ہم نے عدل و انصاف کے خوگر عوام کے نفع کی خاطر اس اشتہار کا تفصیلی جواب لکھ کر سب سے پہلے جناب نصیب شاہ کی خدمت میں بھیجا اور ان سے پرزور مطالبہ کیا کہ اس کا جواب ضرور لکھیے ورنہ.....

لیکن سال سے زیادہ مدت گزر گئی کہ جناب کی طرف سے ابھی تک کوئی جواب موصول نہیں ہوا، اللہ جانے غیر مقلد دوست کا ارادہ اس قرض کو اتارنے کا ہے بھی یا نہیں؟

قارئین کرام! یہ تفصیلی جواب بھجواؤ اللہ تعالیٰ ہمارے پاس محفوظ ہے جن کو شوق ہو آ کر ملاحظہ فرمائے۔

برادران محترم! زیر نظر رسالے میں ہم نے اپنا اشتہار دینے کا فیصلہ کر لیا، تو ہم نے ضروری سمجھا کہ اپنے قارئین کرام کو یہ بھی بتاتے جائیں کہ اس اشتہار کا ایک نامکمل اور ناقص جواب لکھا گیا ہے جس کے پرچے ایسے اڑائے گئے ہیں آج سو سال کے بعد بھی فریق ثانی ”صم بکم“ کی عملی تفسیر بنے ہوئے ہیں، ان شاء اللہ تعالیٰ مستقبل میں بھی ان کی قسمت پر خاموشی ہی چھائی رہے گی۔ طوالت کے خوف سے اس مختصر رسالے میں پورے اشتہار کو تو نقل نہیں کیا جاسکتا البتہ جناب نصیب شاہ غیر مقلد صاحب کے جو جھوٹ، فریب دہی اور نرالی تحقیقات سامنے آئی ہیں صرف انہی کو اپنے پیارے قارئین کی خدمت میں پیش کرنے کی سعادت حاصل کرتے ہیں، جنہیں پورا جواب دیکھنے کا شوق ہے وہ ہمارے یہاں تشریف لے آئیں۔

☆ غیر مقلد نصیب شاہ صاحب کے جھوٹ اور دھوکے ☆  
جھوٹ اور دھوکہ نمبر (۱): غیر مقلد صاحب نے لکھا: ”سجدوں اور ہر تکبیر والے روایات ضعیف ہیں“

قارئین کرام! غیر مقلد صاحب کا یہ دعویٰ درجہ ذیل وجوہ کی بناء پر جھوٹ اور دھوکہ ہے۔

(۱) ”مجمع الزوائد ۲، ۲۷۰“ پر حضرت انس رضی اللہ عنہ کی صحیح حدیث موجود ہے جس میں رکوع اور سجدہ کی رفع کا ذکر ہے۔

(۲) جناب نصیب شاہ صاحب نے بعض روایات کو صحیح سمجھنے کے

کے زمانہ میں دوبارہ آنا اور گرم کپڑوں کے نیچے رفع یدین کرنا اور (ابوداؤد کی روایت کے مطابق) اس بار صرف پہلی مرتبہ رفع کا دیکھنا صراحت لکھا ہوا ہے۔ جھوٹ اور دھوکہ نمبر ۴: "إِذَا نَسِيَ أَخَذَ كُمْ فَلْيَسْجُدْ سَجْدَتَيْنِ" (الحديث) اور "إِلَّكُلْ سَهْوٌ سَجْدَتَانِ بَعْدَ مَا يُتْلَمُ" (الحديث)

قارئین کرام! جناب نصیب شاہ غیر مقلد نے ان دو حدیثوں کا خلاصہ اور ترجمہ بتاتے ہوئے حدیث کو کس چالاکی سے بگاڑ کر اپنے نظریے کا تحفظ کیا ہے۔ "باین عقل ودانش بیاید گریخت"

ترجمہ کرتے ہوئے لکھتے ہیں: "جب تم میں سے کوئی ایک نماز میں بھول جائے تو آخر میں دو سجدے کر لیں، ہر بھول واقع ہونے پر سلام پھیرتے وقت دو سجدے ہیں"

برادران محترم! جناب غیر مقلد صاحب نے "سلام پھیرتے وقت" کی بات گول مول کر لی کہ سلام کے بعد دو سجدے کرے یا سلام سے پہلے؟ چونکہ جناب کے مذہب میں سلام سے پہلے دو سجدے ہیں، اور یہ مذہب اس حدیث کے خلاف ہے، کیونکہ اس حدیث میں تصریح ہے کہ ہر بھول پر سلام کے بعد دو سجدے ہیں۔ حدیث کے الفاظ میں "بعد السلام" کا معنی کون نہیں جانتا؟

عزیزان محترم! "بعد السلام" کا صاف ترجمہ چھوڑ کر اسے گول مول کرنا، کیا دھوکہ، جھوٹ اور اپنے مذہب کو حدیث مبارک پر ترجیح دینا نہیں؟

باوجود غیر معصومین کی تقلید کرتے ہوئے ان میں تاویلات کی ہیں۔

جھوٹ اور دھوکہ نمبر (۲): ہم نے علامہ نووی رحمہ اللہ کے حوالے سے ایک قاعدہ نقل کیا ہے، جناب غیر مقلد صاحب نے ایک ہی جملہ بول کر اس سے گلو خلاصی کی کوشش کی ہے۔ لکھتے ہیں: "یہ قاعدہ خود ساختہ بھی تمہارے خلاف ہے۔"

قارئین کرام! اس قاعدہ کو خود ساختہ کہنا جھوٹ اور دھوکہ ہے، کیونکہ ہم نے کتاب کے حوالے اور عربی عبارت کے ساتھ یہ قاعدہ پیش کیا ہے، تو خود ساختہ کیونکر ہوا؟

جھوٹ اور دھوکہ نمبر (۳): غیر مقلد دوست لکھتے ہیں: حضرت وائل رضی اللہ عنہ اس آخری ملاقات میں خاص کر رفع یدین کا تذکرہ کیا "عن وائل بن حجر لا نظرون" (الحديث)

قارئین کرام! حضرت وائل بن حجر رضی اللہ عنہ کی اس روایت کو آخری ملاقات کی روایت قرار دینا بھی جناب کا خالص جھوٹ اور دھوکہ ہے، علامہ بیہقی رحمہ اللہ اس روایت کو پہلی بار آمد کی روایت قرار دے رہے ہیں اور برانس و کبل والی روایت کو آخری فرما رہے ہیں،

فرماتے ہیں: قُلْتُ لَا نُنْظُرُونَ... وَذَكَرَ الْحَدِيثُ وَقَالَ فِي آخِرِهِ ثُمَّ جِئْتُ بَعْدَ ذَلِكَ بِزَمَانٍ فِيهِ بَرَزَ فَرَايْتُ النَّاسَ عَلَيْهِمْ جُلُ الثِّيَابِ تَحْرُكُ أَيْدِيهِمْ مِنْ تَحْتِ الثِّيَابِ (السنن الكبرى للبيهقي ۲/۲۸) اس روایت میں سرودی



جھوٹ اور دھوکہ نمبر (۵) : جناب غیر مقلد صاحب لکھتے ہیں : امام بخاری کے استاد علی بن مدینی عبد اللہ بن عمر کی حدیث کے بعد فرماتے ہیں : کہ مسلمانوں پر لازم اور حق ہے کہ نماز میں رفع یدین کریں۔“

قارئین محترم! علی بن مدینی رحمہ اللہ کے الفاظ یہ ہیں : ”حَقُّ عَلَى الْمُسْلِمِينَ الْخ“ ان کے کلام میں لازم کا لفظ نہیں، یہ جناب غیر مقلد صاحب کا اضافہ ہے۔ باقی بالفاظ حق، تو اس میں یہ تفصیل ہے کہ حق استنباطی بھی ہوتا ہے اور وجوبی بھی، اس کو بدوں دلیل وجوبی اور لزومی پر محمول کرنا سیدہ زوری اور قائل کے ذمہ اپنی طرف سے ایسی بات لگانا ہے جس سے وہ خوش نہیں۔

جھوٹ اور دھوکہ نمبر (۶) : لکھا ہے کہ : ”امام ابن مبارک فرماتے ہیں کہ رفع الیدین کے احادیث تعداد کثرت اور قوت صحت کے لحاظ سے اتنا قوی ہے کہ جیسے میں اس وقت نبی کریم ﷺ کو رفع الیدین کرتے ہوئے دیکھتا ہوں الخ“

قارئین کرام! جناب غیر مقلد صاحب نے حضرت ابن مبارک رحمہ اللہ کی اس عبارت سے رکوع جاتے اٹھتے وقت رفع یدین کا وجوب ثابت کیا ہے کہ ان کے نزدیک یہ واجب ہے۔ حالانکہ اس پوری عبارت میں ایک مرتبہ بھی وجوب و لزوم کا لفظ نہیں۔

برادران محترم! ثبوت الگ چیز ہے اور حکم اور اس کا درجہ وحیثیت الگ چیز، انکی عبارت ثبوت سے متعلق ہے حکم کے درجہ اور حیثیت سے متعلق نہیں، کہ فرض ہے یا واجب یا سنت و مستحب۔

جھوٹ اور دھوکہ نمبر (۷) : جناب نے لکھا ہے کہ : ”امام شافعی رحمہ اللہ فرماتے ہیں لا یحل ترکہ یعنی رفع یدین کا چھوڑنا ہرگز جائز نہیں“

قارئین محترم! حضرت امام شافعی رحمہ اللہ کا جو قول ہمیں ملا ہے اس میں ”لا یحل ترکہ“ (کہ چھوڑنا حلال نہیں) کا نام و نشان تک نہیں، ہاں وہ تو ثواب کی امید کی بات کرتے ہیں، ”الرَّبِيعُ مِنْ سَلِيمَانَ قَالَ قُلْتُ لِلشَّافِعِيِّ مَا مَعْنَى رَفَعَ الْيَدَيْنِ عِنْدَ الرُّكُوعِ فَقَالَ مَعْنَى رَفَعَهَا عِنْدَ الْإِفْتِاحِ تَعْظِيمًا لِلَّهِ وَسُنَّةَ مُتَّبِعَةٍ بَرَجَ ثَوَابُ اللَّهِ عَزَّ وَجَلَّ وَمِثْلُ رَفَعَ الْيَدَيْنِ عَلَى الصُّفَا وَالْمُرُوءَةِ وَغَيْرِ هَذَا“ (السنن الکبری للبیہقی ۸۲/۲)

قارئین کرام! اس عربی عبارت کا ترجمہ جناب نصیب شاہ غیر مقلد سے کرا کے پوچھ لیجئے کہ کس لفظ کا ترجمہ یہ ہے کہ ”رفع یدین کا چھوڑنا قطعاً جائز نہیں“۔

جھوٹ اور دھوکہ نمبر (۸) : میرے غیر مقلد دوست فرماتے ہیں : ”امام اوزاعی امام حمادی اور امام ابن خزیمہ رفع یدین کو واجب کہتے تھے“۔

برادران محترم! یہ تینوں حضرات صرف تکبیرہ تحریرہ کے وقت رفع الیدین کو واجب فرماتے ہیں اور بس، رکوع سے قبل و بعد اور تیسری رکعت کی رفع کو ان حضرات نے ہرگز ہرگز واجب نہیں فرمایا۔

حافظ ابن حجر رحمہ اللہ فرماتے ہیں : وَقَوْلُ ابْنِ عَبْدِ الْبَرِّ: أَجْمَعَ الْعُلَمَاءُ عَلَى جَوَازِ رَفْعِ الْيَدَيْنِ عِنْدَ الْفَتْحِ وَالصَّلَاةِ وَمَنْ قَالَ بِالْوَجُوبِ أَيْضًا الْأَوْرَاعِيُّ

وَالْحَمِيدُ شَيْخُ الْإِسْلَامِ وَابْنُ خُزَيْمَةَ مِنْ أَصْحَابِنَا (فتح الباری ۲، ۲۷۹)

اس عبارت میں تصریح موجود ہے کہ اختلاف افتتاح صلاۃ کی رفع میں ہے اور بس، رکوع سے قبل و بعد کی رفع میں کسی کا اختلاف نہیں (عبارت کا ترجمہ کسی غیر مقلد سے کرانا چاہئے)

برادران محترم! آپ نے دیکھا کہ ان غیر مقلد صاحب نے حضرات محدثین و محققین رحمہ اللہ تعالیٰ پر کس قدر جھوٹ و افتراء باندھا ہے مگر پھر بھی ان کا مقصد پورا نہ ہو سکا...

ع

نہ خدا ہی ملا نہ وصال صنم نہ ادھر کے رہے نہ ادھر کے جب کھل گئی بطلالت پھر اسکو چھوڑ دینا نیکوں کی ہے یہ سیرت راہ ہدیٰ یہی ہے

﴿غیر مقلد دوست کے معیار علم کے چند نمونے﴾

نمونہ نمبر ۱: جناب نصیب شاہ غیر مقلد لکھتے ہیں: ”اصطلاحی طور پر فرض واجب سنت جو بھی حکم لگا دو دلائل کے روح (صحیح لفظ ”رو“ ہے۔ ناقل) سے وہ درست ہے۔“

قارئین کرام! علمی دنیا میں فرض، واجب اور سنت میں فرق مسلم اور بدیہی ہے کسی مکتب فکر نے اس کا انکار نہیں کیا، لیکن جناب غیر مقلد صاحب کا دعویٰ دیکھیے کہ یہ دلائل کے ”روح“ سے ثابت ہے، کاش جناب نصیب شاہ صاحب کا کوئی دیندار اور حق پرست مقتدی اور مقلد اٹھ کر جناب سے پوچھے کہ وہ دلائل ذرا بتا دیجئے جن سے رفع یدین کا فرض اصطلاحی ہونا اور واجب اصطلاحی ہونا اور سنت اصطلاحی ہونا ثابت ہوتا ہے اور ان میں اتحاد بھی ثابت ہوتا ہے تو کیا ہی مزہ آ جاتا۔

ترسم کہ نری بلعبد اے اعرابی ..... کیس رہ کہ تو می روی بترکستان است

نمونہ نمبر ۲: جناب نصیب شاہ غیر مقلد نے تین دفعہ لکھا ہے ”عیدین اور تروں میں رفع یدین کرنے کی کوئی مرفوع صحیح اور صریح حدیث نہیں“۔ جناب نے یہ لکھ کر ہمیں طعنہ دیا ہے کہ جہاں ثابت نہیں وہاں کرتے

ہواور جہاں ثابت ہے وہاں نہیں کرتے۔

میرے پیارے غیر مقلد دوست! ہمارے ہاں چونکہ رکوع کی رفع منسوخ ہے اس وجہ سے نہیں کرتے، اور وتر وعیدین کی رفع ہم مقلدین، ماہر شریعت اور مجتہد کی رہنمائی اور تقلید میں کرتے ہیں۔ مشکل تو آپ جیسے غیر مقلدین کے سر آپڑی ہے کہ آپ کی پوری جماعت عیدین اور وتر میں عام نمازوں سے زیادہ رفع کرتی ہے حالانکہ بقول آپ کے، یہ رفع کسی صحیح مرفوع صریح حدیث سے ثابت نہیں۔ لہذا جناب غیر مقلد دوست آپ ہی بتائیے، آپ لوگ یہ رفع تقلید کرتے ہو یا قیاساً؟ جبکہ آپ کے یہاں تقلید حرام فعل ہے اور قیاس شیطان کا کام ہے۔ اس مسئلہ میں آپ کی پارٹی کچھ حرام فعل کر کے رفع یدین کرتی ہے یا شیطان کی جماعت میں شامل ہو کر رفع کرتی ہے؟

ع

الجھا ہے پاؤں یا رکازلف دراز میں لو آپ اپنے دام میں صیاد آگیا

گل گلچیں کا گلہ بلبل ناشاد نہ کر تو گرفتار ہوئی اپنی صدا کے باعث

نمونہ نمبر ۳: جناب غیر مقلد صاحب فرماتے ہیں: ”لیکن

مقلدین اس عمل سے رجوع کے لیے تیار نہیں جو اول تا آخر اسلام میں حرام رہا ہے یعنی عورتوں کا حلالہ کرنا۔“

قارئین کرام! ہمارے حنفیہ کے یہاں سے لکھا جاتا ہے کہ تین

طلاق کے بعد عورت پہلے شوہر کے لیے حلالہ شرعیہ کے بعد حلال ہو جائے گی، اور حلالہ شرعیہ یہ ہے کہ جس عورت کو شوہر تین طلاقیں دے وہ عدت کے بعد اپنی مرضی سے دوسرے سے نکاح کر لے پھر وہ (دوسرا شوہر) صحبت کے بعد اپنی مرضی سے طلاق دیدے یا وہ قضائے الہی سے فوت ہو جائے تو عدت کے بعد اگر یہ عورت پہلے شوہر سے نکاح کرنا چاہے تو کر سکتی ہے۔ جائز ہے۔

ہم غیر مقلد سے پوچھتے ہیں کہ کیا یہ حلالہ شرعیہ قرآن وحدیث سے ثابت نہیں؟ قرآن کریم کی آیت مبارکہ ”حَتَّىٰ تَنْكِحَ زَوْجًا غَيْرَهُ“ میں کیا تین طلاقیں والی عورت کے حلال ہونے کی صورت کا بیان نہیں؟ اور صحیح بخاری (ص ۷۹۲، ۸۰۱، ۸۰۲) کی حدیث جس میں آپ ﷺ نے اس عورت سے فرمایا (جس کو شوہر تین طلاق دے چکا تھا اور وہ دوسرے سے نکاح کر چکی تھی لیکن صحبت نہیں ہوئی تھی اور وہ پہلے شوہر کے پاس جانا چاہتی تھی بدو شوہر ثانی سے صحبت کیے) ”لَا حَتَّىٰ تَذُوْقِي غُسْلَتَهُ وَتَذُوْقِي غُسْلَتَكَ“ کہ جب تک ہمبستری اور صحبت نہ کر لو پہلے شوہر کے پاس جانا تیرے لیے حلال نہیں۔ جناب من! کیا صحیح بخاری کی اس صحیح حدیث میں تین طلاق کے بعد حلال ہونے کی صورت کا بیان نہیں؟

جناب من! حلالہ شرعیہ جس کی تفصیل اوپر لکھ چکا ہوں کیا اسلام میں

اول تا آخر حرام رہا ہے؟ استغفر اللہ!!!! جو چیز قرآن وحدیث سے اول تا آخر ثابت ہے اس کو تو حرام سمجھ رہے ہیں اور جو چیز ناجائز اور حرام ہے اول تا آخر



بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

## ﴿جلسہ استراحت کا حکم﴾

اکثر ائمہ الفقہ والحدیث جلسہ استراحت کے قائل نہیں۔ یہ حضرات جلسہ کے بغیر سیدھا کھڑے ہونے کو افضل فرماتے ہیں۔ ان جبال علم و معرفۃ کے اقوال و اسماؤ ذیل میں ملاحظہ فرمائیں۔

وَلِی السُّنْبُیْدِ اُخْتَلَفَ الْفُقَهَاءُ فِی النَّهْضِ غَنِ السُّجُودِ فَقَالَ مَالِکُ وَالْأَوْزَاعِیُّ وَالشُّوَرِیُّ وَأَبُو حَنِیْفَةَ وَأَصْحَابُهُ یَنْهَضُ عَلٰی صُلُوبِهِمْ وَلَا یَجْلِسُ (حاشیہ البخاری ۱۱۳۸) ان حضرات کا اپنا عمل بھی جلسہ استراحت نہ کرنا تھا۔

قَالَ الْعَمَّانُ بْنُ أَبِي عَیَاشٍ: أَذْرَكْتُ غَیْرَ وَاحِدٍ مِّنْ أَصْحَابِ النَّبِیِّ ﷺ یَفْعَلُ ذَٰلِكَ (حاشیہ ابوالاعلیٰ) نعمان فرماتے ہیں کہ میں نے بے شمار صحابہ کرام ﷺ کو اسی طرح (یعنی جلسہ استراحت نہ) کرتے دیکھا ہے۔

قَالَ أَبُو الزِّنَادِ: وَ ذَٰلِکَ السُّنَّةُ (حاشیہ ابوالاعلیٰ) ابو زنا فرماتے ہیں سنت یہی ہے (کہ جلسہ استراحت نہ کرے)

اس کے حلال ہونے کے دھڑا دھڑ فتوے دیئے جا رہے ہیں....  
تین طلاقوں کے بعد شوہر اول کے لیے حلال ہونے کی صورت کو قرآن کریم نے "حتی تکح زوجا غیہ" سے مقید کیا ہے لیکن ان غیر مقلدین نے قرآن کریم کی اس صریح قید کو اڑا کر فتویٰ دیا کہ بدوں کی اور سے نکاح کیئے حلال ہے۔ حضرت رسول اللہ ﷺ نے تین طلاق پانے والی عورت سے فرمایا کہ جب تک دوسرے شوہر سے ہمبستری نہ ہوگی پہلے شوہر کے لیے حلال نہ ہوگی، لیکن آج کے محققین نے اس صحیح حدیث کے خلاف فتویٰ دیکر فیصلہ دیا کہ دوسرے سے نکاح کے بغیر بھی پہلے شوہر کے لیے حلال ہے۔

مع ہم الزام ان پر رکھتے تھے قصور اپنا نکل آیا  
الحاصل: جناب نصیب شاہ غیر مقلد کے اشتہار کی کچھ جھلکیاں قارئین کی خدمت میں پیش کی گئی ہیں۔ جو حضرات دونوں اشتہار اور ہمارا تفصیلی جواب دیکھنا چاہیں وہ تشریف لائیں اور ملاحظہ فرمائیں۔

☆☆☆☆

وَبِهِ قَالَ أَحْمَدُ وَرَأَاهُ وَهَذَا أَحْمَدُ وَأَكْثَرُ الْأَحَادِيثِ بِذَلِكَ عَلَى هَذَا (عوارض) امام احمد اور راہویہ کا قول بھی یہی ہے (کہ جلسہ استراحت نہ کرے) اور امام احمد رحمہ اللہ نے فرمایا کہ اکثر احادیث اسی پر دلالت کرتی ہیں (کہ جلسہ استراحت نہیں) یاد رہے کہ یہ امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ امام بخاری رحمہ اللہ کے استاذ ہیں۔

### ﴿دلائل﴾

(دلیل ۱): حدیث کسی الصلاة بروایہ ابی ہریرہؓ، آپ ﷺ نے حضرت خلا دین رافعؓ کو نماز کا طریقہ بتاتے ہوئے سجدہ کی تعلیم کے بعد فرمایا: ثُمَّ ارْقِعْ حَتَّى تَسْتَوِيَ قَائِمًا ثُمَّ افْعَلْ ذَلِكَ فِي صَلَاتِكَ كُلِّهَا (صحیح بخاری ۹۸۸/۲) اس حدیث میں دوسرے سجدے کے بعد پوری نماز میں سیدھے کھڑے ہونے کا حکم دیا ہے اور بیٹھنے کا ذکر نہیں۔ چونکہ دوسری اور چوتھی رکعت کے بعد مستقل قعدہ ہے اس لیے ظاہر ہے کہ یہ پہلی اور تیسری رکعت سے متعلق ہوگا۔

اشکال: صحیح بخاری ۹۲۴/۲ پر ”حَتَّى تَسْتَوِيَ قَائِمًا“ کی جگہ ”حَتَّى تَطْمَئِنَّ جَالِسًا“ کے الفاظ ہیں جو جلسہ استراحت پر دال ہیں، لہذا حنفیہ کا استدلال تام نہ ہوا۔

جواب: یہ کسی راوی کا وہم ہے صحیح روایت ”حَتَّى تَسْتَوِيَ قَائِمًا“ ہی ہے، دو وجہ سے:

(۱) خود حافظ ابن حجر الشافعی رحمہ اللہ نے اس وہم کو تسلیم کیا ہے (فتح الباری ۲۲۲/۱)

(۳۵۵)

(۲) امام بخاری رحمہ اللہ کا صنیع بھی اسی کی تائید کرتا ہے کیونکہ انہوں نے ”حَتَّى تَطْمَئِنَّ جَالِسًا“ کے بعد فرمایا ”قَالَ أَبُو أَسَمَةَ فِي الْأَخِيرِ حَتَّى تَسْتَوِيَ قَائِمًا“ (صحیح بخاری ۹۲۴/۲ فتح الباری ۱۱/۳۱، ۴۳)

(دلیل ۲): حدیث ابی ہریرہؓ: كَانَ النَّبِيُّ ﷺ يَنْهَضُ فِي الصَّلَاةِ عَلَى ضُلُوزٍ قَدَمَيْهِ. (ترمذی ۶۴۸/۱) کہ آپ ﷺ نماز میں بیچوں کے بل کھڑے ہوتے تھے۔

اعتراض: امام ترمذی رحمہ اللہ فرماتے ہیں اس کی سند میں خالد ابن الیاس راوی ضعیف ہے۔

جواب: محقق ابن الہمام رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ سند کے ضعف کے باوجود قیام بالقبول کی وجہ سے یہ صحیح اور قابل حجت ہے۔ (ماہیہ البخاری ۱۱۳/۱)

غیر مقلدین کی دلیل: حدیث مالک بن الحویرثؓ اس میں ”لَمْ يَنْهَضْ حَتَّى يَسْتَوِيَ قَائِمًا“ آیا ہے۔ (بخاری ۱۱۳/۱)

جواب: اس کے کئی جواب ہیں۔

۱۔ اس کی سند میں ابو قلابہ ہے جو نا صبی مذہب کا تھا اور اس کا شاگرد خالد ہے جس کا حافظ صحیح نہ رہا تھا۔ (رسائل ۲۰۵/۱)

۲۔ ابو قلابہ کے ایک شاگرد ایوب السخیاکی فرماتے ہیں: كَانَ يَفْعَلُ

شَيْئًا لَمْ أَرَهُمْ يَفْعَلُونَهُ كَانَ يَقْعُدُ فِي الثَّلَاثَةِ أَوِ الرَّابِعَةِ (بخاری ۱۱۳/۱) کہ مالک بن الحویرث ؓ نے عمرو بن سلمہ کی طرح نماز پڑھی اور میں نے اس بوڑھے عمرو بن سلمہ کی طرح کسی اور کو جلسہ استراحت کرتے ہوئے نہیں دیکھا۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ عام معمول جلسہ استراحت نہ کرنے کا تھا۔

۳۔ بنا بر صحت حدیث عذر اور حاجت پر محمول ہے، خود غیر مقلدین کے سر تاج علامہ ناصر البانی فرماتے ہیں: جلسہ استراحت مشروع نہیں صرف حاجت کے لئے ہے۔ (ارواء الغلیل ۲/۸۳ بحوالہ رسائل ۳/۲۴۶)

### ﴿کچھ سوالات و مطالبات﴾

- ۱۔ کیا کسی صحیح صریح حدیث میں ہے کہ جلسہ استراحت سنت موکدہ ہے؟
- ۲۔ کیا اس جلسہ میں کوئی ذکر بھی مسنون ہے؟ یہ اَقِمِ الصَّلَاةَ لِذِكْرِي کے خلاف ہے یا نہیں؟
- ۳۔ کیا جلسہ استراحت کے بعد تکبیر کہہ کر اٹھنا بھی کسی حدیث سے ثابت ہے؟ اگر ثابت نہیں تو یہ سنت یا مستحب نہ ہوگا کیونکہ ہر خفض و رفع میں تکبیر و ذکر ہے۔

۴۔ ابو مالک اشعری ؓ نے اپنی قوم کو جب آپ ﷺ کی نماز کا طریقہ سکھایا تو انہوں نے تکبیر اول کے بعد نہ رفع یدین سکھائی اور نہ ہی جلسہ

استراحت سکھایا (مسند احمد ۵/۳۴۵، مجمع الزوائد) کیا اس صحابی نے سنت کی خلاف نماز سکھائی؟ کیا یہ تارک سنت تھے؟ کیا انہوں نے اپنی قوم کو خلاف سنت گمراہ کیا؟

۵۔ امام شعبی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ حضرت عمر، حضرت علی اور حضور اکرم ﷺ صحابہ ؓ جلسہ استراحت نہیں کرتے تھے، کیا ان ائمہ اور صحابہ و تابعین ؓ کی نماز ہوئی یا نہیں جو جلسہ استراحت نہ کرتے تھے؟ ان کے ذمہ ان نمازوں کا اعادہ ضروری ہے یا نہیں؟ اگر کوئی بھولے سے جلسہ استراحت چھوڑے تو سجدہ سہو واجب ہوگا یا نہیں؟

۶۔ غیر مقلد علامہ البانی نے جو تاویل کر کے اس حدیث کو حاجت پر محمول کیا ہے، اس کی وجہ سے وہ حدیث رسول ﷺ میں تحریف کے مرتکب ہو کر گمراہ ہوئے یا نہیں؟ ان کی تاویل صحیح ہے یا پھر غلط؟

یاد رکھئے! ان تمام سوالات کے جواب صریح آیت یا صحیح صریح غیر معارض حدیث سے دینا ضروری ہے قیاس شیطان کا کام ہے اور تقلید شرک ہے اور بے سند گفتگو بے دینی ہے اور جواب نہ دینا گونگے شیطان کا شیوہ ہے لہذا ان تمام عیوب و نقائص سے اجتناب کرتے ہوئے اپنے منصب کے مطابق جواب دیجئے گا۔



بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

## ﴿وتر اور قنوت کے مسائل﴾

مسئلہ نمبر (۱) : نماز وتر تین رکعت ہے۔

(۱) "کِتَابُ التَّهَجُّدِ" میں امام بخاری رحمہ اللہ نے امی عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی روایت نقل فرمائی ہے جس میں ایک سوال کے جواب میں آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے فرمایا کہ آپ ﷺ رمضان اور غیر رمضان دونوں صورتوں میں گیارہ رکعت سے زیادہ نہ پڑھتے، چار (۴) پڑھتے انتہائی حسن وطوالت کے ساتھ، پھر چار (۴) پڑھتے انتہائی حسن وطوالت کے ساتھ، پھر "يُصَلِّي ثَلَاثًا" یعنی تین پڑھتے۔ حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے آپ ﷺ سے پوچھا: "یا رسول اللہ ﷺ کیا آپ وتر سے پہلے سو جاتے ہیں؟ فرمایا: میری آنکھیں سوتی ہیں اور دل نہیں سوتا۔" (صحیح بخاری ۱۵۴/۱)

فائدہ : اس حدیث میں آٹھ تہجد اور تین رکعت وتر کا ذکر ہے اور "فِي رَمَضَانَ وَلَا فِي غَيْرِهِ" کے اضافے سے یہ بھی معلوم ہوا کہ یہ عمل سال کے بارہ مہینے ہوتا تھا۔

(۲) عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهَا أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ كَانَ يُوتِرُ بِثَلَاثٍ يُقْرَأُ فِي الرُّكْعَةِ الْأُولَى بِسَبْحِ اسْمِ رَبِّكَ الْأَعْلَى وَفِي الثَّانِيَةِ قُلْ يَا أَيُّهَا الْكَافِرُونَ وَفِي الثَّالِثَةِ قُلْ هُوَ اللَّهُ أَحَدٌ وَقُلْ أَعُوذُ بِرَبِّ الْفَلَقِ وَقُلْ أَعُوذُ بِرَبِّ النَّاسِ (مسندک حاکم ۱/۶۰۸، ترمذی ۱/۱۰۶، بخاری ۱/۲۰۰) اس مضمون کی روایت حضرت ابی بن کعب، عبداللہ بن عباس، عمران بن حصین وغیرہم ﷺ سے بھی سند صحیح اور حسن سے مروی ہے۔

(نسائی ۱/۲۴۸، ترمذی ۱/۱۰۶، بخاری ۱/۲۰۰، عبدالرزاق ۳/۳۳، ابن ابی شیبہ ۲/۱۹۹) ترجمہ : حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے مروی ہے کہ حضرت رسول اللہ ﷺ تین رکعت وتر پڑھتے، پہلی رکعت میں سورہ اعلیٰ دوسری میں کافرون اور تیسری میں اخلاص اور معوذتین پڑھتے (اور بعض روایات میں ہے کہ تیسری میں اخلاص پڑھتے)

توثیق : قَالَ الْحَاكِمُ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ: هَذَا حَدِيثٌ صَحِيحٌ عَلَى شَرْطِ الشَّيْخَيْنِ وَلَمْ يَخْرُجْ عَنْهُ (المستدرک ۱/۶۰۹) قَالَ الْحَافِظُ الْعَيْنِيُّ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ: وَعِنْدَ الثَّانِي سَنَدٌ صَحِيحٌ عَنْ أَبِي بَنِي كَعْبٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ (عمدة القاری ۵/۲۱۵)

قَالَ الْإِمَامُ التِّرْمِذِيُّ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ: وَهَذَا (أَيُّ حَدِيثٍ) عَائِشَةَ، النَّاقلُ) حَدِيثٌ حَسَنٌ (الترمذی ۱/۱۰۶)

(۳) عَنْ أَبِي عَبَّاسٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ

فَاسْتَقِظْ فَنُوسُكَ وَتَوَضَّأْ وَهُوَ يَقُولُ "اِنَّ فِي خَلْقِ السَّمَوَاتِ وَالْاَرْضِ حَتَّى خَتَمَ السُّورَةَ ثُمَّ قَامَ فَصَلَّى رَكَعَتَيْنِ اَطَالَ فِيهِمَا الْقِيَامَ وَالرُّكُوعَ وَالسُّجُودَ ثُمَّ انْصَرَفَ قَنَامَ حَتَّى نَفَخَ ثُمَّ فَعَلَ ذَلِكَ ثَلَاثَ مَرَّاتٍ سِتَّ رَكَعَاتٍ كُلَّ ذَلِكَ يَسْتَاكُ وَيَتَوَضَّأُ وَيَقْرَأُ هَؤُلَاءِ الْآيَاتِ ثُمَّ اَوْتِرَ بِثَلَاثٍ (درود مسلم مشکوٰۃ ۱۰۶)

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے بارے میں منقول ہے کہ وہ (ایک رات) حضرت رسول اللہ ﷺ کے ہاں سوئے چنانچہ (انہوں نے بیان کیا کہ) آپ ﷺ رات میں بیدار ہوئے، مسواک کی، اور وضو کیا پھر یہ آیت پڑھی۔۔۔ آخر سورت تک اس کے بعد آپ ﷺ کھڑے ہوئے اور دو رکعت نماز پڑھی، جس میں قیام، رکوع اور سجدے کو طویل کیا پھر (دو رکعت نماز سے) فارغ ہو کر سو گئے اور خراٹے لینے لگے تین مرتبہ آپ ﷺ نے اسی طرح کیا (یعنی مذکورہ طریقہ پر دو رکعت پڑھ کر سوتے پھراٹھ جاتے) اس طرح آپ ﷺ نے تین مرتبہ چھ رکعتیں پڑھیں اور ہر بار مسواک بھی کرتے وضو بھی کرتے اور آیتیں بھی پڑھتے تھے پھر آخر میں آپ ﷺ نے وتر کی تین رکعت پڑھیں۔

(۴) عَنْ زَيْدِ بْنِ خَالِدٍ الْجُهَنِيِّ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ: لَا زَمَقْنَ صَلَوةَ رَسُولِ اللَّهِ ﷺ اللَّيْلَةَ فَصَلَّى رَكَعَتَيْنِ خَفِيفَتَيْنِ ثُمَّ صَلَّى رَكَعَتَيْنِ طَوِيلَتَيْنِ طَوِيلَتَيْنِ طَوِيلَتَيْنِ ثُمَّ صَلَّى رَكَعَتَيْنِ وَهُمَا دُونَ اللَّتَيْنِ قَبْلَهُمَا ثُمَّ صَلَّى رَكَعَتَيْنِ وَهُمَا دُونَ اللَّتَيْنِ قَبْلَهُمَا ثُمَّ صَلَّى رَكَعَتَيْنِ وَهُمَا دُونَ اللَّتَيْنِ قَبْلَهُمَا ثُمَّ اَوْتِرَ فَذَلِكَ ثَلَاثَةُ عَشْرَةَ رَكَعَةً، رَوَاهُ مُسْلِمٌ، قَوْلُهُ ثُمَّ صَلَّى رَكَعَتَيْنِ وَهُمَا دُونَ اللَّتَيْنِ قَبْلَهُمَا اَرْبَعَ مَرَّاتٍ هَكَذَا فِي صَحِيحِ مُسْلِمٍ (مشکوٰۃ ۱۰۶)

حضرت زید بن خالد رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ (ایک رات میں نے ارادہ کیا کہ) میں آج کی رات آپ ﷺ کی نماز کو دیکھتا رہوں گا چنانچہ (میں نے دیکھا کہ) پہلے آپ ﷺ نے دو رکعتیں ہلکی پڑھیں پھر دو رکعتیں طویل طویل (طویل) تھیں جو آپ ﷺ نے ان سے پہلے پڑھی تھیں، پھر آپ ﷺ نے دو رکعتیں پڑھیں جو پہلے پڑھی گئی دونوں رکعتوں سے کم (طویل) تھیں، پھر آپ ﷺ نے دو رکعتیں پڑھیں جو پہلے پڑھی گئی دونوں رکعتوں سے کم (طویل) تھیں، پھر آپ ﷺ نے وتر پڑھے اور یہ سب تیرہ (۱۳) رکعتیں ہو گئیں (مسلم) اور زید کا یہ قول کہ پھر دو رکعتیں پڑھیں جو پہلے پڑھی گئی دونوں رکعتوں سے کم تھیں صحیح مسلم میں، حمیدی کی کتاب کہ جس میں انہوں نے فقط مسلم ہی کی روایتیں نقل کی ہیں اور موطا امام مالک، سنن ابی داؤد نیز جامع الاصول سب میں چار مرتبہ منقول ہے۔

(۵) عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ: صَلَاةُ الْمَغْرِبِ وَتِلْكَ صَلَاةُ النَّهَارِ. (ابن ابی شیبہ ۱۸۳/۲، عبد الرزاق ۳۲۸/۳، طحاوی ۱۹۷/۱)

ترجمہ: حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: مغرب کی نماز دن کی وتر ہے۔

توشیح: قَالَ الْحَافِظُ الْغَنِيُّ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ: وَهَذَا السَّنَدُ عَلَى شَرْطِ



(۶) حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے بھی سند صحیح سے مروی ہے کہ رات کے وتر دن کے وتر کی طرح ہیں۔

عَنِ ابْنِ مَسْعُودٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ : وَتَرُ اللَّيْلُ كَوَتَرِ النَّهَارِ صَلَاةُ الْمَغْرِبِ ثَلَاثٌ . (مجمع الزوائد ۳/۵۰۳، سنن کبریٰ ۳/۳۱)

توثیق : قَالَ الْعَلَامَةُ الْهَيْبِيُّ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ : رَوَاهُ الطَّبْرَانِيُّ فِي الْكَبِيرِ وَرِجَالُهُ رِجَالُ الصَّحِيحِ .

فائدہ : ان روایات میں رات کے وتر کو دن کے وتر یعنی مغرب کی نماز کی طرح قرار دیا گیا ہے، سب جانتے ہیں کہ مغرب کی نماز دو تشہد اور ایک سلام کے ساتھ ہے لہذا وتر اللیل بھی اسی طرح ہوگا۔

مسئلہ نمبر (۲) : نماز وتر میں دو تشہد اور ایک سلام ہے۔

(۱) عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهَا قَالَتْ كَانَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ لَا يُسَلِّمُ فِي الرَّكْعَتَيْنِ الْأُولَيَيْنِ مِنَ الْوُتْرِ ، وَفِي رَوَايَةٍ عَنْهَا : يُؤْتِرُ بِثَلَاثٍ لَا يُسَلِّمُ إِلَّا فِي آخِرِهِنَّ . (المستدرک للحاکم ۱/۶۰۷، السنائی ۱/۲۴۹)

ترجمہ : حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ وتر کی پہلی دو رکعتوں میں سلام نہیں پھیرتے تھے اور ایک روایت میں یہ بھی ہے کہ آپ ﷺ تین رکعت وتر پڑھتے اور سلام صرف آخر میں پھیرتے۔

توثیق : امام حاکم رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں : هَذَا حَدِيثٌ صَحِيحٌ عَلَى شَرْطِ الشَّيْخَيْنِ وَلَمْ يُخَرَّجَاهُ . (المستدرک للحاکم ۱/۶۰۷)

فائدہ : اس صحیح حدیث میں اس بات کی صراحت ہے کہ تین وتر ایک سلام کے ساتھ ہے۔

(۲) حضرت عمر رضی اللہ عنہ اور اہل مدینہ بھی دو تشہد اور ایک سلام کے ساتھ تین وتر پڑھتے تھے جیسا کہ حاکم نے مندرجہ بالا حدیث کے تحت لکھا ہے : وَهَذَا وَتَرُ أَمِيرِ الْمُؤْمِنِينَ عُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ وَغَنَاهُ أَخَذَ أَهْلُ الْمَدِينَةِ . (المستدرک للحاکم ۱/۶۰۷)

مسئلہ نمبر (۳) : دعائے قنوت رکوع سے پہلے پڑھی جائے گی۔

(۱) عَنْ أَنَسِ بْنِ كَعْبٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ : أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ كَانَ يُؤْتِرُ بِثَلَاثٍ وَكَعَابٍ ... وَيَقُتُّ قَبْلَ الرَّكْعَةِ ... . (الحديث السنائی ۱/۲۴۸، ابن ماجہ ۸۴)

ترجمہ : حضرت انس بن کعب رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ تین رکعات وتر پڑھتے تھے۔۔۔ اور قنوت رکوع سے پہلے پڑھتے تھے۔

توثیق : علامہ مارون بن محمد رضی اللہ عنہ نے اس کی سند پر کلام کر کے اس کو صحیح قرار دیا ہے۔ (الجوهر النقی علی هامش البیہقی ۳/۴۱)

(۲) عَنْ ابْنِ مَسْعُودٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ : أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ كَانَ يَقُتُّ فِي الْوُتْرِ قَبْلَ الرَّكْعَةِ . (ابن ابی شیبہ ۲/۲۰۲)

ترجمہ : حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ وتر میں رکوع سے پہلے قنوت پڑھتے تھے۔

(۳) عَنْ عَلْقَمَةَ أَنَّ ابْنَ مَسْعُودٍ وَأَصْحَابَ النَّبِيِّ ﷺ كَانُوا يَقْتَتُونَ



قَبْلَ الرُّكُوعِ. (مصنف ابن ابی شیبہ ۲/۲۰۲)

ترجمہ: علقمہ رحمہ اللہ دعا فرماتے ہیں کہ ابن مسعود اور نبی کریم ﷺ کے دوسرے صحابہ رضی اللہ عنہم وتر میں رکوع سے پہلے قنوت پڑھتے تھے۔

توثیق: قَالَ الْإِمَامُ الْمَازِذِيُّ رَحِمَهُ اللَّهُ: وَهَذَا السُّنَدُ صَحِيحٌ عَلَى شَرْطِ مُسْلِمٍ. (الجوهر النقي على هامش البيهقي ۳/۴۱)

سؤال: کیا ایک رکعت وتر شاذ اور غیر معروف ہے؟

جواب: جی ہاں! ”صحیح بخاری ۱/۵۳۱“ پر حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے ایک رکعت وتر پڑھنے اور اس پر حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کے غلام کے اشکال اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کے جواب کہ ”وہ صحابی اور فقیہ ہیں ان پر اعتراض نہ کرنا“ کا ذکر ہے، جس سے دو (۲) باتیں معلوم ہوتی ہیں۔  
(۱) صحابہ رضی اللہ عنہم کے دور میں ایک وتر اجنبی اور غیر معروف سمجھا جاتا تھا اسی وجہ سے تو غلام کو شکایت کرنا پڑی۔

(۲) مجتہد اور فقیہ کو ہر اجتہاد پر اجماع ملتا ہے، خواہ وہ شاذ اور غیر معروف کیوں نہ ہو۔ دیکھو یہاں ان پر انکار اور رد نہ کرنے کا عذر یہ بیان فرمایا گیا کہ صحابی اور فقیہ و مجتہد ہیں۔ حضرت علامہ شیخ عبدالحق رحمہ اللہ نے بھی اس واقعہ سے یہی ثابت کیا ہے کہ قرآن اول میں ایک وتر شاذ اور غیر معروف تھا۔

(حاشیہ نمبر ۱۱، صحیح بخاری ۱/۵۳۱)

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

﴿غیر مقلدین کا ننگا سر اور ان کے اقوال و فتاویٰ﴾

سؤال: آج کل غیر مقلدین انتہائی اہتمام سے ننگے سر گھومتے پھرتے ہیں اور ننگے سر نماز پڑھنے کو سنت سے زیادہ اہم سمجھتے ہیں۔ ان کا کیا حکم ہے؟  
جواب: اس سؤال کے جواب میں صرف غیر مقلدین کے مدلل اقوال اور فتاویٰ کے نقل کو ہم کافی دانی سمجھتے ہیں۔

ابن لعل دین غیر مقلد کی مدلل تحریر: ابن لعل دین غیر مقلد نے چند احادیث نقل کر کے سیاہ پگڑی کو سنت کہا ہے۔ ابن لعل دین لکھتے ہیں: اور یہ اہل حقیقت ہے کہ عمامہ جو اللہ کے رسول ﷺ باندھا کرتے تھے اس کا رنگ حدیث میں سیاہ مذکور ہوا ہے۔ جیسا کہ جابر رضی اللہ عنہ نے کہا: ”ذُخِلَ النَّبِيُّ ﷺ يَوْمَ الْفَتْحِ وَ عَلَيْهِ عِمَامَةٌ سَوْدَاءٌ“ نبی اکرم ﷺ فتح مکہ والے دن مکہ میں داخل ہوئے تو آپ ﷺ پر سیاہ پگڑی تھی (مسلم، ابوداؤد، ابن ماجہ، ترمذی، احمد، دارمی)

”عَنْ عَمْرِو بْنِ حُرَيْثٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ خَطَبَ النَّاسَ وَ عَلَيْهِ عِمَامَةٌ سَوْدَاءٌ“ ابوداؤد میں اس طرح ہے ”رَأَيْتُ النَّبِيَّ ﷺ عَلَى الْمِنْبَرِ وَ عَلَيْهِ عِمَامَةٌ سَوْدَاءٌ قَدْ أَرَخَى طَوْفَهَا بَيْنَ كَتِفَيْهِ“

عمر بن حرثؓ کہتے ہیں میں نے نبیؐ کو منبر پر دیکھا آپؐ نے خطبہ دیا اور آپؐ کے سر پر سیاہ پگڑی تھی آپؐ نے اس کے شملہ کو اپنے کندھوں کے درمیان لٹکایا ہوا تھا (مسلم، ابن ماجہ، ابوداؤد، ترمذی)

مذکورہ صدر احادیث سے معلوم ہوا کہ سیاہ عمامہ یا نہ ہنا سنت نبویؐ ہے۔ (منہج منہج سنتیہ۔۔۔۔۔ ص ۱۸۴، ۱۸۵)

(اس سنت پر کوئی غیر مقلد عمل کرنے کو تیار نہیں بلکہ عمل کو جائز ہی نہیں سمجھتے، کیوں؟ اس سنت سے بغاوت کیوں؟ احمد ممتاز)

### ﴿فتاویٰ علمائے اہل حدیث﴾

۱۔ تعصب، لاپرواہی اور فیشن کی بنا پر ایسا کرنا (یعنی سرنگار کھنا) صحیح نہیں نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام نے خود یہ عمل نہیں کیا۔

۲۔ کوئی مرفوع حدیث صحیح میری نظر سے نہیں گزری جس سے اس عادت (سنگار) کا جواز ثابت ہو۔

۳۔ سنت اور استحباب ظاہر نہیں ہوتا۔

۴۔ حضرت عمرؓ نے فرمایا جب اللہ تعالیٰ نے وسعت دی ہے تو نماز میں بھی وسعت سے کام لینا چاہیے۔

۵۔ غرض کسی حدیث میں بھی بلا عذر ننگے سر نماز کو عادت اختیار کرنا ثابت نہیں، محض بے عملی یا بد عملی یا کسل کی وجہ سے یہ رواج بڑھ رہا ہے بلکہ جبلاء تو اسے سنت سمجھنے لگے ہیں، العیاذ باللہ۔

۶۔ کپڑا موجود ہو تو ننگے سر نماز ادا کرنا یا ضد سے ہو گا یا قلت عقل سے۔

۷۔ ویسے یہ مسئلہ کتابوں سے زیادہ عقل و فراست سے متعلق ہے، اگر

اس جنس لطیف سے طبیعت محروم نہ ہو تو ننگے سر نماز ویسے ہی مکروہ معلوم ہوتی ہے۔

۸۔ ابتدائی عہد اسلام کو چھوڑ کر جبکہ کپڑوں کی قلت تھی، اس کے بعد اس

عاجز کی نظر سے کوئی ایسی روایت نہیں گزری جس میں بصراحت یہ مذکور ہو کہ نبیؐ یا

صحابہ کرامؓ نے مسجد میں اور وہ بھی نماز باجماعت میں ننگے سر نماز پڑھی ہو چہ

جائیکہ معمول بنالیا ہو اس لئے اس بدرسم کو جو پھیل رہی ہے بند کرنا چاہیے۔

۹۔ اگر تعبد اور خضوع اور خشوع کے لئے عاجزی کے خیال سے پڑھی

جائے تو یہ نصاریٰ کے ساتھ تکبر ہوگا۔

۱۰۔ اسلام میں ننگے سر رہنا سوائے احرام کے تعبد و خضوع اور خشوع کی

علامت نہیں اگر کسل اور سستی کی وجہ سے ہے تو یہ منافقوں کی ایک خلقت سے تشابہ ہو

گا۔ "وَلَا يَأْتُونَ الصَّلَاةَ إِلَّا وَهُمْ كُسَالَى" (نماز کو آتے ہیں تو سست اور کالہ ہو کر)

غرض ہر لحاظ سے ناپسندیدہ عمل ہے۔ (فتاویٰ علمائے اہلحدیث والذہب، جلد ۱، ص ۱۴)

### ﴿کچھ سوالات و استفسارات﴾

۱۔ شاہ ہے کہ غیر مقلدین کا اس بات پر اجماع ہے کہ تمام غیر مقلد علماء اور

مناظرین نے جو کتابیں تصنیف کی ہیں ان میں انہوں نے قرآن و حدیث کے خلاف لکھ کر

عوام الناس کو دھوکہ دیا ہے، یہی وجہ ہے کہ جب کسی غیر مقلد سے کہا جاتا ہے کہ یہ بات

تمہارے ہی عالم نے لکھی ہے تو فوراً انکار کرتا ہے کہ غلط لکھا ہے، کیا یہ بات صحیح ہے؟

۲۔ ابن لعل دین احادیث کے حوالہ سے سیاہ پگڑی کی جو سنیت ثابت کی ہے یہ صحیح ہے یا پگڑی کے دشمنوں کا عمل درست ہے؟

۳۔ جو شخص ننگے سر رہنے اور نماز پڑھنے کو دین و شریعت اور حق کی علامت کہتا ہے، اس کا کیا حکم ہے؟

۴۔ اوپر نمبر ۸ میں غیر مقلد عالم نے کہا ہے کہ مجھے مسجد میں اجتماع ننگے سر نماز پڑھنے کی کوئی صریح روایت نہیں ملی، کیا آج مل گئی ہے؟

۵۔ فتاویٰ علماء اہل حدیث جلد سوم کے آغاز میں اس فتاویٰ کے متعلق لکھا ہے جو کچھ پیش کیا گیا ہے قرآن و حدیث کی روشنی میں پیش کیا گیا ہے۔ اگر کوئی مندرجہ بالا دس حوالوں میں سے کسی ایک کا انکار کرے تو یہ قرآن و حدیث کا انکار ہوگا یا نہیں؟

۶۔ ننگے سر نماز پڑھنا فرض ہے یا واجب یا سنت یا مستحب یا مباح؟

۷۔ اگر کسی نے ٹوپی یا پگڑی سے نماز پڑھی تو اس کی نماز ہوئی یا نہیں؟

بجہ سہو واجب ہوگا یا نماز مکروہ ہو جائے گی؟

۸۔ غیر مقلدین کی مساجد میں اکثر دیکھا گیا ہے کہ امام سر ڈھانک کر نماز پڑھاتا ہے ایسے امام کی اقتداء میں نماز پڑھنا جائز ہے یا نہیں؟ نیز اس کا عمل حدیث کے موافق ہے یا مخالف؟ اس کو امامت سے ہٹانا کمیٹی پر فرض ہے یا نہیں؟

۹۔ غیر مقلد مفتی صاحب نے نمبر ۵ میں جو لکھا ہے کہ بلا عمامہ ننگے سر نماز پڑھنے کی عادت بنالینا کسی حدیث سے ثابت نہیں۔ اس مفتی صاحب نے جھوٹ لکھا ہے یا سچ؟ اگر جھوٹ لکھا ہے جیسے کہ آجکل کے غیر مقلدین کا عمل بتا رہا ہے تو اس

جھوٹ سے یہ گمراہ ہوا یا نہیں؟ اگر سچ ہے تو عمل سے رکاوٹ کیا ہے؟

۱۰۔ ابتداء اسلام کو چھوڑ کر جس میں کپڑوں کی قلت تھی، اس کے بعد کپڑوں کی وسعت کے زمانہ میں جن صحابہ رضی اللہ عنہم نے ننگے سر نماز پڑھنے اور ادھر ادھر ننگے سر گھومنے کا معمول بنایا ہو، ان کے نام بتائیے۔

ان دس سوالوں کا جواب قرآن کریم کی صریح آیت یا صحیح صریح، غیر متعارض حدیث سے دینا لازم ہے۔ قیاس شیطان کا کام ہے اور تقلید شرک ہے اور بے سند گفتگو بے دینی ہے اور جواب نہ دینا گونگے شیطان کا شیوہ ہے لہذا ان تمام عیوب و نقائص سے اجتناب کرتے ہوئے اپنے منصب کے مطابق جواب دیجئے گا۔



جواب: درج ذیل حضرات محدثین کرام رحمہ اللہ نے اس حدیث سے مطلق مصافحہ کو ثابت کیا ہے، خواہ تعلیم کے وقت ہو یا ملاقات کے وقت۔  
(۱) حضرت امام بخاری رحمہ اللہ نے اس حدیث کو ”بَابُ الْمُصَافَحَةِ“ اور ”بَابُ الْأَخْذِ بِالْيَدَيْنِ“ میں لا کر مصافحہ اور وہ بھی دونوں ہاتھوں سے کرنے پر استدلال کیا ہے۔

(۲) جیل الحدیث حافظ ابن حجر رحمہ اللہ

(۳) محدث کرمانی رحمہ اللہ

(۴) علامہ قسطلانی رحمہ اللہ

(۵) شارح بخاری حافظ عینی رحمہ اللہ

یہ حضرات محدثین بخاری شریف کی شرح لکھنے والے ہیں، ان سب نے اس مقام پر امام بخاری رحمہ اللہ کے استدلال کو تسلیم کیا ہے۔ ان میں سے کسی ایک نے بھی یہ نہیں لکھا کہ یہ مصافحہ تعلیم کے وقت کا ہے اس سے مطلق مصافحہ کو ثابت کرنا غلط اور امام بخاری کی خطا ہے۔

قارئین کرام! کیا یہ پانچوں محدثین ظالم اور جاہل تھے (نحوذ باللہ من ذلك)

تنبیہ: اگر لافذ ہوں میں ہمت ہو تو اجلہ اور نامور محدثین میں سے پانچ نہیں صرف دو (۲) کا حوالہ پیش کریں جنہوں نے اس استدلال کو غلط قرار دیکر اسے ظلم اور جہالت کہا ہو، جیسے ہم نے دو نہیں پانچ عادل اور نامور

ﷺ

﴿دو ہاتھ سے مصافحہ کرنا﴾

سوال: کیا دونوں ہاتھوں سے مصافحہ کرنا بدعت ہے؟

جواب: دونوں ہاتھوں سے مصافحہ ثابت اور مستحب ہے۔ اے بدعت کہنا بہت بڑی جہالت اور گمراہی ہے۔

☆☆ دلائل مصافحہ بالیدین ☆☆

دلیل نمبر (۱): قَالَ ابْنُ مَسْعُودٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ: عَلَّمَنِي النَّبِيُّ ﷺ التَّشَهُدَ وَكَفَّيْنِ بَيْنَ كَفْئَيْهِ. (صحیح البخاری ۲/۹۲۶، الصحیح لمسلم ۱/۱۷۳، سنن السانی ۱/۱۷۵)

”حضرت ابن مسعود فرماتے ہیں کہ حضرت نبی کریم ﷺ نے مجھے تشہد کی تعلیم دی ایسی حالت میں کہ میرا ہاتھ آپ ﷺ کے دونوں ہاتھوں کے درمیان تھا۔“

اشکال: اس میں تو تعلیم کے وقت مصافحہ کا ذکر ہے اس سے ملاقات کے وقت کا مصافحہ ثابت کرنا جہالت اور ظلم ہے۔۔۔

محدثین سے اس کو ثابت کیا ہے۔

سوال : مولوی عبدالحی لکھنوی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ اس سے وہ

مصافحہ جو ملاقات کے وقت کیا جاتا ہے مراد نہیں الخ (مجموع الفتاویٰ)

جواب : اس کے دو جواب ہیں (۱) جن حضرات محدثین رحمہ اللہ کا ہم نے نام لیا ہے یہ ان کے ہم پلہ نہیں۔ لہذا ان کی فہم اور سمجھ کے مقابلے میں ان کی سمجھ کا اعتبار نہیں۔

(۲) علامہ لکھنوی رحمہ اللہ کی عبارت تمہارے لئے کچھ مفید نہیں

کیونکہ مولانا فرماتے ہیں کہ اس حدیث میں جو مصافحہ ہے وہ تعلیم کے وقت کا مصافحہ ہے ملاقات کے وقت کا مصافحہ نہیں، اور یہ بات صحیح ہے اور سب مانتے ہیں کہ تشہد کی تعلیم کے وقت یہ مصافحہ تھا۔ اس کا کوئی منکر نہیں اور نہ اس میں اختلاف ہے۔ محل اختلاف تو یہ ہے کہ اس مصافحہ تعلیمیہ سے مطلق اور بوقت ملاقات مصافحہ پر استدلال کیا جاسکتا ہے یا نہیں؟ علامہ لکھنوی رحمہ اللہ نے اس استدلال کا انکار نہیں کیا۔ لہذا ان کا قول ہمارے خلاف، عقل و دانش سے عاری اور بصیرت کا دشمن ہی پیش کر سکتا ہے۔

اشکال : اس سے اگر ملاقات کے وقت کا مصافحہ تسلیم کر لیا جائے تو

اس سے تین ہاتھوں کا مصافحہ ثابت ہوگا ایک کے دو ہاتھ اور دوسرے کا ایک ہاتھ جبکہ تم چار ہاتھوں کے مصافحہ کو اس سے ثابت کرتے ہو۔

جواب : اس کے کئی جواب ہیں۔ (۱) کسی حدیث میں حضرت

عبداللہ ابن مسعود رضی اللہ عنہ کے دوسرے ہاتھ کی نفی نہیں، کہ آپ رضی اللہ عنہ کے دو ہاتھ تھے اور ان کا ایک تھا اور ایک نہ تھا۔

(۲) یہ کہنا کہ آپ رضی اللہ عنہ کے دو ہاتھ تھے اور ابن مسعود رضی اللہ عنہ کا ایک ہاتھ تھا، عقل و درایت اور محبت رسول رضی اللہ عنہ کے خلاف ہے کیونکہ کس کا دل مانتا ہے کہ آپ رضی اللہ عنہ نے مصافحہ کے لئے دونوں مبارک ہاتھ بڑھائے ہوں اور ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے صرف ایک ہی ہاتھ بڑھایا ہو، عرف اور عادت الناس اس پر شاہد ہے کہ ہمیشہ سے جب بھی چھوٹا بڑے کو کچھ پکڑاتا ہے تو دونوں ہاتھ سے ادب سمجھ کر پکڑاتا ہے اور جب مصافحہ کرتا ہے تو دونوں ہاتھ بڑھا کر مصافحہ کرنے کو ادب اور احترام سمجھتا ہے۔ حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے ہر گز ہر گز یہ توقع نہیں کی جاسکتی کہ انہوں نے ادب و احترام کے راستے کو چھوڑ کر صرف ایک ہاتھ دیا ہو۔

(۳) اس حدیث میں رسول اکرم رضی اللہ عنہ کی دونوں ہتھیلیوں کا ذکر صراحۃً ہے اور ابن مسعود رضی اللہ عنہ کی دونوں ہتھیلیوں کا ذکر دلالت ہے۔ تفصیل اسکی یہ ہے کہ جب آدمی دونوں ہاتھوں سے مصافحہ کرتا ہے تو ایک ہاتھ کے دونوں طرف دوسرے کی ہتھیلیاں لگتی ہیں، حضرت عبداللہ ابن مسعود رضی اللہ عنہ اپنے ایک ہاتھ کی یہ خوبی بیان فرما رہے ہیں کہ میرے اس ہاتھ کے دونوں طرف حضرت رسول اکرم رضی اللہ عنہ کی مبارک ہتھیلیاں لگی تھیں۔ ان کا مقصد ”تَحْفِي بُنَيْنِ كَفْئِيَّة“ سے اپنے اس ہاتھ کی یہی خوبی بیان کرنا ہے، اپنے دوسرے ہاتھ کی نفی کرنا نہیں یعنی ان کا مقصد یہ بتانا نہیں کہ آپ رضی اللہ عنہ نے دونوں ہاتھوں سے مصافحہ کیا اور میں نے ایک ہاتھ سے کیا، اور دوسرے ہاتھ کو الگ دور رکھا تھا۔

جواب : منہ مانگا حوالہ لیجئے اور اپنے قول کے مطابق استنباط کا قائل ہو جائیے۔

قَالَ عَبْدُ الرَّحْمَنِ بْنُ مُهْدِيٍّ رَمَهُ اللَّهُ عَالِي : الْأَيْمَةُ أَوْ يَغَةُ مَالِكٌ وَ سُفْيَانُ الثَّوْرِيُّ وَ حَمَّادُ بْنُ زَيْدٍ وَ ابْنُ الْمُبَارَكِ . (تذكرة الحفاظ ۲۷۵/۱)

یعنی تمام محدثین کے امام چار ہیں، ان چار میں سے دو حماد اور ابن مبارک رحمہما اللہ عالی ہیں۔

سوال : ہمارے غیر مقلد علماء کہتے اور لکھتے ہیں کہ دو ہاتھ سے مصافحہ حدیث کے خلاف ہے۔ تو ان دو عظیم محدثین کو اس کا علم کیونکر نہ ہوا کہ ہمارا یہ عمل حدیث کے خلاف ہے؟ نیز جن محدثین کے سامنے ان دونوں نے دونوں ہاتھوں سے مصافحہ کیا انہوں نے ان پر انکار اور اعتراض کیوں نہیں کیا کہ یہ عمل فلاں حدیث کے خلاف ہے؟ نیز امام بخاری رحمہ اللہ عالی نے ان کے اس مصافحہ کو جب محدثین کے سامنے بیان کیا اور کتاب میں لکھ کر شائع کیا تو محدثین نے امام بخاری رحمہ اللہ عالی پر یہ اعتراض کیوں نہیں کیا کہ ان کا عمل فلاں حدیث کے خلاف ہے پھر آپ کیوں بیان کر رہے ہو اور اپنی صحیح بخاری میں لکھ کر کیوں شائع کر رہے ہو؟ نیز امام بخاری رحمہ اللہ عالی جیسے محدث جن کو لاکھوں حدیثیں یاد تھیں یا دتھیں انہوں نے اس عمل کو حدیث کے خلاف کیوں نہیں سمجھا؟ نیز اگر اس محدث کا نام اور سنہ ولادت و وفات بتا دیا جائے جس نے سب سے پہلے دونوں ہاتھوں سے مصافحہ کے عمل کو حدیث کے خلاف سمجھ کر

لطیفہ : حضرت مولانا محمد امین صفدر رحمہ اللہ فرماتے ہیں : ”میں نے ایک غیر مقلد دوست کو بخاری شریف سے دو ہاتھ سے مصافحہ والی حدیث دکھائی تو تھوڑی دیر خاموش رہنے کے بعد بولا : ”اگرچہ آنحضرت ﷺ کے مصافحہ میں دو ہاتھ تھے لیکن حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کا تو ایک ہی ہاتھ تھا، میں نبی تو نہیں کہ دو ہاتھ سے مصافحہ کروں، میں یہاں نبی کی بجائے ابن مسعود رضی اللہ عنہ کا اتباع کروں گا۔“ (مولانا فرماتے ہیں) میں نے کہا : جس طرح تم نبی نہیں ایسے ہی تم ابن مسعود رضی اللہ عنہ کی طرح صحابی بھی نہیں ہو کہ ایک ہاتھ سے مصافحہ کرو، اسی لئے تم صرف اگلوٹھا ملا کر مصافحہ کر لیا کرو تا کہ نہ تمہارے نبی ہونے کا شبہ ہو نہ صحابی ہونے کا۔ میں نے کہا کسی حدیث میں ابن مسعود رضی اللہ عنہ کے دوسرے ہاتھ کی نفی نہیں ہے۔“ (رسائل ۳/۵۰)

دلیل نمبر (۲) : أَخْرَجَ الْإِمَامُ الْبُخَارِيُّ رَمَهُ اللَّهُ عَالِي : وَصَافَحَ حَمَّادُ بْنُ زَيْدٍ ابْنَ الْمُبَارَكِ بِيَدَيْهِ . (صحيح البخارى ۲/۹۲۶)

یعنی محدث عظیم حضرت حماد رحمہ اللہ عالی نے محدث جلیل حضرت ابن المبارک رحمہ اللہ عالی سے دونوں ہاتھوں سے مصافحہ کیا۔

سوال : حماد اور ابن مبارک کو جس طرح حنفیہ کبار ائمہ اور جبال الحدیث میں شمار کرتے ہیں، کیا واقعہ یہ دونوں اپنے زمانے کے عظیم اور بڑے محدثین اور علماء میں سے تھے؟ اگر یہ بات سچ ہے اور حقیقت ہے تو باحوالہ بیان کیجئے اور ہم سے دو ہاتھ سے مصافحہ کا اقرار لیجئے۔



اس پر رد کیا ہو، تو بہت اچھا ہوگا۔ کیونکہ ہمارے لئے موازنہ اور پرکھنا آسان ہو جائے گا کہ انکار نہ کرنے والے کس صدی اور کتنے بڑے محدث اور نیک و پرہیزگار ہیں اور یہ انکار اور رد کرنے والا کس پایہ کا ہے تاکہ ہمارے لئے ترجیح دینے میں آسانی ہو۔

جواب : جناب ! اس میں تو کوئی شک نہیں کہ آپ کا یہ سوال انصاف اور حق پر مبنی ہے، لیکن یہ سوال ہمارے بجائے اپنے غیر مقلد علماء کے کیجئے اس لئے کہ مدعی وہ ہیں۔ ہم نے نہ اس کو حدیث کے خلاف کہا ہے نہ کہتے ہیں۔ البتہ جو کہنے والے ہیں ان سے ضرور جواب طلب کیجئے۔

سوال : ہمارے غیر مقلد علماء فرماتے ہیں کہ احادیث میں ”ید“ کا لفظ مفرد آیا ہے اور لغت میں مصافحہ کی تعریف ”الْأَخْذُ بِأَيْدٍ“ اور ”وَضَعُ صَفْحِ الْكَفِّ فِي صَفْحِ الْكَفِّ“ سے کی گئی ہے جس میں ”ید“ اور ”کف“ مفرد استعمال ہوا ہے لہذا معلوم ہوا کہ مصافحہ صرف ایک ہاتھ سے کیا جائے گا۔ حنفیہ اس معقول استدلال کو کیوں نہیں مانتے؟

جواب : اس کے دو جواب ملاحظہ فرمائیں (۱) اگر یہ استدلال معقول ہوتا تو امام بخاری، حماد، ابن مبارک وغیرہم رحمہ اللہ جیسے محدثین اس استدلال کو ضرور سمجھتے اور فرماتے کہ دو ہاتھ سے مصافحہ حدیث کے خلاف ہے، لغت کے خلاف ہے اس لئے ایک ہی ہاتھ سے مصافحہ کیا کرو۔ لیکن ان میں

سے کسی ایک نے بھی یوں نہیں فرمایا۔ معلوم ہوا کہ یہ استدلال انتہائی درجہ نامعقول ہے۔

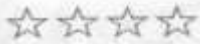
(۲) دوسرا جواب یہ ہے کہ یہاں ”ید“ مفرد بطور جنس استعمال ہوا ہے اس سے مراد دونوں ہاتھ ہیں۔ تفصیل اس کی یہ ہے کہ انسان کے جسم میں جو اعضاء دو دو ہیں ان میں لفظ مفرد بطور جنس بولا جاتا ہے مراد دونوں اعضاء ہوتے ہیں۔ مثلاً

(۱) قرآن کریم میں یہ آیت ہے ”وَلَا تَجْعَلْ يَدَكَ مَغْلُولَةً إِلَىٰ عُنُقِكَ“، یہاں ”ید“ مفرد ہے لیکن سب مانتے ہیں کہ ایک ہاتھ مراد نہیں بلکہ دونوں ہاتھ مراد ہیں۔

(۲) ایک حدیث میں ہے ”مَنْ رَأَىٰ مِنْكُمْ مُنْكَرًا فَلْيُغَيِّرْهُ“ یہاں اس حدیث میں بھی ”ید“ کا لفظ مفرد ہے لیکن مراد عام ہے، جہاں تغیر منکر کے لئے دونوں ہاتھوں کا استعمال ہوگا تو بھی عمل بالحدیث ہوگا کسی پاگل نے آج تک اس حدیث کے لفظ مفرد سے دوسرے ہاتھ کے استعمال ناجائز ہونے اور حدیث کے خلاف ہونے کا حکم نہیں لگایا۔

(۳) حدیث ہے ”الْمُسْلِمُ مِنَ الْمُسْلِمُونَ مِنْ لَسَانِهِ وَيَدِهِ“ کیا یہاں ”ید“ کے مفرد ہونے سے یہ کہنا جائز ہے کہ ایک ہاتھ سے مسلمان کو تکلیف دینا جائز نہیں، دونوں ہاتھوں سے جائز ہے۔ جو دونوں ہاتھوں سے پٹائی کو ناجائز کہتے ہیں وہ اس حدیث کے خلاف کہتے ہیں۔

بھی نہیں ہے ورنہ پیش کریں، جیسے ہم نے صحیح بخاری کے حوالہ سے دو بڑے درجے کے محدثین کا عمل پیش کیا ہے۔ اگر ان میں بہت ہے تو صحیح بخاری نہ انہی صحاح ستہ میں سے کسی محدث کا عمل بتائیں جس نے دایاں ہاتھ مصافحہ کے لئے بڑھایا ہو اور بائیں ہاتھ کو پشت کی طرف الگ کیا ہو۔



تنبیہ: لغت میں مصافحہ کی تعریف میں دو چیزوں کا ذکر ہے، ایک "الْأَخْذُ بِالْيَدِ" اور دوسری "ہتھیلی سے ہتھیلی ملانا"۔ اور مصافحہ بالیدین ہی میں یہ دونوں صورتیں ممکن ہیں کیونکہ اس مصافحہ میں دونوں کے دائیں ہاتھ کی ہتھیلیاں آپس میں مل جاتی ہیں اور ہر ایک بائیں ہاتھ سے دوسرے کا دایاں پکڑتا ہے۔ نیز اگر "اخذ" اور "وضع الکف" کا تعلق صرف ایک ہاتھ سے تسلیم کر لیا جائے تو بھی بائیں ہاتھ کے ملانے سے اس "اخذ وضع" میں کوئی ایسا نقص نہیں آتا جس سے مصافحہ کا معنی باطل ہو جائے۔

لہذا الفت کی یہ تعریف ہمارے خلاف نہیں۔

دلیل نمبر (۳): قَالَ أَبُو أُمَامَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ: "سَمِعْتُ النَّبِيَّ الْأَخْذُ بِالْيَدِ

وَالْمُصَافَحَةُ بِالْيَمِينِ". (نَدْوِی نَذیریہ ۴/۲۳)

اس میں واو عطف ہے "وَالْأَصْلُ فِي الْعَطْفِ الْمُعَايَرَةُ" لہذا یہ روایت دونوں ہاتھوں سے مصافحہ کی صریح دلیل ہے اس لئے کہ دونوں ہاتھوں سے مصافحہ کی صورت میں ہی جانہین کے دائیں ہاتھ کی ہتھیلی دوسرے کے دائیں ہاتھ کی ہتھیلی سے ملتی ہے اور بائیں ہاتھ سے دوسرے کے دائیں ہاتھ کو پکڑا جاتا ہے۔ بائیں ہاتھ کی ہتھیلی دوسرے کے ہاتھ کی ہتھیلی سے نہیں ملتی۔

سوال: کیا غیر مقلدین کے پاس کوئی ایسی حدیث ہے جس میں

دائیں ہاتھ سے مصافحہ کا ذکر ہو اور بائیں ہاتھ کی نفی ہو؟

جواب: حدیث صحیح تو درکنار ان کے پاس کسی ایک محدث کا عمل

وَلِجَسِّبَ عَالِمِهِمْ سَبْقِ آمُوزِ سَلَفِي، تَارِيخِي اِصْلَاحِي، عَلِي اَدَبِي نَكَاحِيَا اَمَامِ اَوَّلِ حَمِيْنِ مَجْمُوعِ

تین جلدیں اب یکجا

# گھسکتی

نظر ثانی و تشکیل جدید

تالیف

قاری محمد محمود قادری

مولانا محمد لونس سعیدی جوار سائید

صدارتی مجمعہ حسن کارکردگی

فاضل جامعہ اشرفیہ لاہور  
استاذ دارالعلوم صفہ سعید آباد، کراچی

مختصر اقتباسات، لچسپ حکایا، عالم فہم اور سبق آموز علمی نکات، تبلیغی اصلاحی اور تاریخی واقعات پر مبنی ایسا انوکھا اور حسین مجموعہ جو آپ کے مختصر ترین اوقات کو اس کتاب کے زور دھیم مطالعے کے ذریعے قیمتی بنا سکتا ہے۔

کتاب کے دیگر ملنے کے پکے

نور محمد کتب خانہ، ٹوری آدم باغ کراچی فون 2211051  
اقبال بک سینٹر، صدر بازار کراچی فون 7211246  
کتب خانہ انور، قاسم سید روڈ دھارم پور فون 2213056  
مکتبہ عرفان، شاہ فیصل کالونی کراچی فون 4594144  
اسلامی کتب خانہ، ہمدرد ماروڑے کراچی فون 4927159

تین جلدوں میں چھپنے والی یہ کتاب اب کم فرماؤں کی پر زور فرمائش پر یکجا شائع کی جا رہی ہے اپنی کاپی حاصل کرنے کیلئے فوری رابطہ کریں۔

ناشر

مکتبۃ البخاری

Ph: 2529008 - 2520385  
Mobile: 0300-2140865

گلستان کالونی نزد صابری کراچی

## اہم امور ایک نظر میں

- کیا فرشتے رکوع کے وقت رفع کرتے ہیں؟ (نہیں)
- حضرات عشرہ مبشرہ ؑ رکوع کے وقت رفع کرتے تھے؟ (نہیں)
- حضرات خلفائے راشدین ؑ رکوع کے وقت رفع کرتے تھے؟ (نہیں)
- حضرات پچاس صحابہ ؓ رکوع کے وقت رفع کرتے تھے؟ (نہیں)
- حضرات چار سو صحابہ ؓ رکوع کے وقت رفع کرتے تھے؟ (نہیں)
- حضرت شاہ اسماعیل شہید رحمہ اللہ تعالیٰ نے رفع سے رجوع فرمایا ہے؟ (ہاں)
- اکثر صحابہ ؓ کا عمل بھی ترک رفع ہی کا تھا۔
- رفع الیدین کی احادیث منسوخ ہیں۔
- آپ ﷺ کا آخری عمل ترک رفع ہی کا تھا۔



اپنے موضوع پر ایک منفرد اور بے مثال کتاب



# انمول موتی



تلمیذ رشید

تالیف

شیخ الحدیث  
حضرت مولانا مفتی عبدالرشید صاحب  
شیخ الحدیث جامو اشرف المدارس کراچی

مولانا  
مافظ محمد موسیٰ طیب  
نافس جامو اشرف المدارس کراچی

حکمت و معرفت اور علوم و معارف کا خزینہ  
علم دوست حضرات کے لیے ایک گراں قدر تحفہ  
ایک ایسی کتاب جو علماء خطباء مقررین اور مطالعہ  
کے شائقین کے لئے علمی، تاریخی، ادبی، اصلاحی، دینی  
اور مذہبی انسائیکلو پیڈیا کی حیثیت رکھتی ہے۔  
علمی اور تاریخی حکایات، اصلاحی بیانات ضرب الامثال  
علم و دانش اور حکمت و بصیرت کا بے مثال  
اور منفرد مجموعہ۔

انمول موتی  
ہر فرد کے فروزے  
ہر کتب خانے کے لئے  
ایک نادر و نایاب  
دستاویز  
عقدہ طبع، دیہیزب  
اشاعت ملکہ کے ہر علم  
مکتبے اور کتب خانے پر  
دستیاب ہے۔

ناشی

## مکتبۃ البخاری

گلستان کالونی نزد صابری مسجد کراچی

# مکتبۃ البُخاری کی چند دیگر مطبوعات

